اللہ
اِسلامی تہذیب
اسلامی آداب.... اسلامی اخلاق
آداب مجلس.... آداب مہمانی
آداب گفتگو.... آداب میزبانی
آداب ملاقات.... آداب مصافحہ
آداب طعام.... آداب سلام
آداب دعوت اور متفرق آداب
تفصیل کیساتھ تحریر کئے گئے ہیں
از افادات
حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
061-540513-519240

اسلامی تہذیب

مع

اشرف الآداب فی بیان المعاشرت والاخلاق

جس میں اسلامی آداب.... اسلامی اخلاق.... آداب مجلس.... آداب مہمانی
آداب گفتگو...... آداب میزبانی...... آداب ملاقات...... آداب مصافحہ
آداب طعام.... آداب سلام.... آداب دعوت تفصیل کیساتھ تحریر کئے گئے ہیں

از افادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب

حضرت مولانا مفتی محمد زید صاحب مظاہری مدظلہ

حضرت صوفی محمد اقبال قریشی صاحب مدظلہ

ادارۂ تالیفات اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان فون: 540513-519240

نام کتاب...................اسلامی تہذیب

تاریخ اشاعت..............ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

ناشر...... اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ ملتان

طباعت..............سلامت اقبال پریس ملتان

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان --- ادارہ اسلامیات انارکلی، لاہور

مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار، لاہور --- مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور

مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ --- کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور --- دارالاشاعت اردو بازار کراچی

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K (ISLAMIC BOOKS CENTRE)
119-121-HALLIWELL ROAD BOLTON BL13NE.(U.K.)

ضروری وضاحت: ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کیلئے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسان کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے پھر بھی کسی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

عرضِ ناشر

اللہ تعالیٰ نے حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہمیں جس شریعت مقدسہ سے نوازا' اس کے پانچ اجزا ہیں۔ عقائد...عبادات...معاملات...معاشرت...اخلاق

شریعت ان پانچوں کے مجموعہ کا نام ہے۔

برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں پر اللہ پاک نے فضل عظیم فرمایا کہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ جیسی مجدد شخصیت پیدا فرمائی جنہوں نے اپنے الہامی خطبات وملفوظات' تصنیفات وتالیفات کے ذریعہ درج بالا پانچوں شعبوں سے متعلق اسلام کی تعلیمات رائج کرنے کا عظیم کارنامہ سرانجام دیا جو یقیناً حضرت حکیم الامت کیلئے تاقیامت صدقہ جاریہ اور مسلمانوں کیلئے بہترین مشعل راہ ہیں۔

زیرِ نظر کتاب ''اسلامی تہذیب'' کو ادارہ نے آج سے کچھ عرصہ قبل ہندوستانی نسخہ کا عکس لیکر شائع کیا تھا۔ کتاب کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر نئی ترتیب کر کے کمپیوٹر کمپوزنگ کے بعد شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے۔

معاشرت سے متعلق اسلامی آداب پر ہمارے محترم جناب صوفی محمد اقبال قریشی صاحب مدظلہ نے حکیم الامت کی تعلیمات سے ایک رسالہ بنام ''آداب اسلام'' مرتب کیا تھا حضرت مرتب کی اجازت سے اسے بھی آخر میں ملحق کر دیا ہے۔

گویا اب کتاب ہٰذا کی اسلامی معاشرت کے آداب واحکام سے متعلق افادیت وجامعیت دو چند ہوگئی ہے۔

اللہ پاک ہم سب کو اسلامی تہذیب اپنانے کی توفیق عطا فرمائے
اور دیگر اقوام کی تاریک تہذیب سے ہم کو محفوظ فرمائے۔ آمین

والسلام

احقر محمد اسحٰق عفی عنہ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ بمطابق اپریل 2005ء

رائے عالی

عارف باللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی رحمہ اللہ
(بانی وناظم جامعہ عربیہ ہتورا باندہ)

حضرت اقدس مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہٗ کو حکیم الامت اور مجدد الملت جو کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت کے علوم اور ان کی تعلیمات کا ذخیرہ حکمت اور تجدید کی باتوں سے معمور ہے اللہ پاک نے اس صدی میں حضرت سے دین کے جملہ ابواب میں تجدید کا نمایاں کام لیا ہے جس پر آپ کی گرانقدر تصنیفات۔ علمی مجالس، صدہا مواعظ شاہد ہیں۔ اللہ پاک نے حضرت کے دل پر جن چیزوں کا القاء فرمایا اور زبان سے جو باتیں کہلائیں وہ عوام وخواص سب کے لئے مشعل راہ ہیں۔

حضرت تھانویؒ نے اپنی حیات میں اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں جو کوشش فرمائی ہے عزیز موصوف نے ان سب کو چھ رسالوں میں جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسلامی شادی، حقوق معاشرت (''تحفہ زوجین'' یعنی میاں بیوی کے حقوق، ساس بہو کے جھگڑے اور ان کا شرعی حل) پردہ عقل ونقل کی روشنی میں، تربیت اولاد اور اس کے متعلقات، اصلاح خواتین، اسلامی تہذیب کے اصول وآداب۔

(یہ کتابیں ادارہ سے شائع ہو چکی ہیں)

اصلاح معاشرہ کے یہ چھ رسالے حضرت تھانویؒ کے افادات کے اہم مرتب مجموعے ہیں۔ اصلاح معاشرہ کی جدوجہد کرنیوالوں کیلئے حضرتؒ کے یہ ارشادات ان شاء اللہ مشعل راہ کا کام کریں گے۔ خدا کی ذات سے امید ہے کہ عورتوں اور لڑکیوں کو گھروں اور مکاتب ومدارس میں ان کتابوں کے پڑھنے پڑھانے سے اچھے اثرات سامنے آئیں گے۔

دعا ہے کہ اللہ پاک اس سلسلہ کو قبول فرما کر سب کے لئے مفید بنائے۔

فہرست مضامین

آداب اسلام

اسلامی تہذیب ومعاشرت سے متعلق قرآنی آیات

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یایھا الذین اٰمنوااذاقیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا یفسح اللہ لکم واذا قیل انشزوا فا نشزوا یرفع اللہ الذین اٰمنوامنکم والذین اوتوا العلم درجٰت واللہ بما تعملون خبیر

یہ سورہ مجادلہ کی آیت ہے کہ حق تعالیٰ نے اس آیت میں بعض آداب مجلس بیان فرمائے ہیں اور یہ حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی مجلس کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ تمام مجلسوں کو یہ حکم عام ہے۔

آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ "اے مسلمانو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں کشادگی کرو تو کشادگی کردیا کرو اور جب تم سے کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ جایا کرو یعنی اگر اس جگہ سے اٹھنے کا حکم ہو تو اس جگہ سے اٹھ جایا کرو پھر خواہ دوسری جگہ بیٹھنے کا حکم ہو خواہ چل دینے کا اس پر عمل کیا کرو۔

ظاہر ہے کہ یہ حکم عقائد میں سے نہیں اعمال رکنیہ میں سے نہیں مالی حقوق میں سے نہیں اس لئے ظاہراً معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے لیکن چونکہ درحقیقت اہتمام کے قابل اور ضروری امر ہے اس لئے اس کو نہایت اہتمام سے بیان فرمایا۔

اسلام کی جامعیت اور ہماری بدحالی

شریعت نے معاشرت کے بارے میں بہت زیادہ اہتمام کیا ہے اسلام بڑی چیز

ہے اسلام نے ہمیں تمام ضروری باتیں سکھلائیں ہیں تاکہ اسلام پر بالکل دھبہ نہ رہے کہ اس میں فلاں بات کی کمی ہے فلاں پہلو کی رعایت نہیں سو بحمد اللہ اسلام کامل مکمل شریعت ہے اور کیوں نہ ہو اللہ کا بھیجا ہوا دین ہے اور حق تعالیٰ تو ماں باپ سے بھی زیادہ شفیق ہیں اور شفیق اپنے علم میں کسی ضروری بات کو چھوڑتا نہیں اس لئے حق تعالیٰ نے کسی ضروری بات کو اسلام میں چھوڑا نہیں اور حق تعالیٰ کا علم کامل ہے اس لئے واقع میں بھی کوئی ضروری بات نہیں رہی بلکہ ادنیٰ سے ادنیٰ بات کی بھی تعلیم رسول کے واسطے سے کر دی ہے۔

اسلام میں ہر حالت اور ہر شق پر پوری نظر ڈالی گئی ہے شریعت نے ہر حالت کے متعلق ضروری قواعد بتلائے ہیں اور اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ شریعت کامل ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عقائد واعمال، معاملات معاشرت تمام امور ہم کو سکھلائے ہیں تاکہ ہم اپنی اصلاح کر سکیں (الغرض) اسلام کی تعلیم ہر شعبہ کے لئے کافی موجود ہے اور جن لوگوں کی حرکتیں تہذیب سے دور ہیں وہ اسلامی قانون سے ناواقف ہیں (افسوس اب ہماری حالت ایسی خراب ہوگئی ہے کہ دوسری قوم کے لوگ ہماری حالت دیکھ کر اسلام پر اعتراض کرتے ہیں۔ افسوس ہے کہ ایک زمانہ وہ تھا کہ اہلِ اسلام کے کارناموں کو دیکھ کر لوگ مسلمان ہوتے تھے اور آج مسلمان کی حالت دیکھ کر لوگ اسلام سے منحرف ہو جاتے ہیں۔

غیر قوم کے لوگ ان کے طرزِ عمل کو دیکھ کر یوں سمجھتے ہیں کہ دینِ اسلام کی تعلیم ناقص ہے بلکہ بعض لوگ تو آج کل کے مسلمانوں کے طرزِ عمل کو دیکھ کر دینِ اسلام کو وحشت اور عدمِ تہذیب (بدتہذیبی) کی طرف منسوب کرتے ہیں اور بے خبری کی وجہ سے کسی قدر یہ کہنا صحیح بھی ہے کیونکہ غیر قومیں ہمارے مذہب کو کہاں معلوم کرتی پھرتی ہیں ان کے نزدیک تو ہمارے افعال معیار ہوں گے اسی پر وہ مذہب کو محمول کریں گے۔ (حقوق وفرائض)

احادیث طیبہ

احادیث میں ابواب کے ابواب معاشرت کی تعلیم میں مدون ہیں۔ (اضافات)

ان میں سے بعض (حدیثیں) بطور نمونہ پیش کرتا ہوں۔

۱......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک ساتھ کھانا کھانے کی صورت میں دو چھوارے ایک دم نہیں لینا چاہیے جب تک اپنے ساتھیوں سے اجازت نہ لے لے۔ (متفق علیہ)

دیکھئے اس میں نہایت معمولی بات سے محض اس وجہ سے کہ بے تمیزی ہے اور دوسروں کو ناگوار ہوگا اس وجہ سے ممانعت کردی۔

۲......اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کچا لہسن اور پیاز کھائے وہ ہم سے یعنی مجمع سے علیحدہ رہے۔ (متفق علیہ)

دیکھئے اس خیال سے کہ دوسروں کو معمولی سی تکلیف ہوگی اس لئے منع فرمادیا۔

۳......اور ارشاد فرمایا کہ مہمان کو حلال نہیں کہ میزبان کے پاس اس قدر قیام کرے کہ وہ تنگ ہوجائے۔ (متفق علیہ)

اس حدیث پاک میں ایسی باتوں سے ممانعت ہے جس سے دوسروں کے قلب پر تنگی ہو۔

۴......حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مریض کی عیادت میں بیمار کے پاس زیادہ نہ بیٹھے تھوڑا بیٹھ کر جلد ہی اٹھ کھڑا ہو۔ (رزین وبیہقی)

اس حدیث پاک میں کس قدر دقیق رعایت ہے اس بات کی کہ کسی کی گرانی کا سبب بھی نہ بنے کیونکہ بعض اوقات کسی کے بیٹھنے سے مریض کو کروٹ بدلنے میں یا پاؤں پھیلانے میں یا بات چیت کرنے میں ایک گونہ تکلف ہوتا ہے البتہ جس کے بیٹھنے سے اس کو راحت ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

۵......اور ارشاد فرمایا ہے کہ لوگوں کے ساتھ کھانا کھانے کی صورت میں گو پیٹ بھر جائے مگر جب تک دوسرے لوگ فارغ نہ ہوجائیں ہاتھ نہ کھینچے کیونکہ اس سے دوسرا کھانے

والا شرما کر ہاتھ کھینچ لیتا ہے اور شاید اس کو ابھی اور کھانے کی حاجت باقی ہو۔ (ابن ماجہ)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا کوئی کام نہ کرے جس سے دوسرا آدمی شرما جائے بعض آدمی طبعی طور پر مجمع میں کسی چیز سے شرماتے ہیں اور ان کو گرانی ہوتی ہے یا ان سے مجمع میں کوئی چیز مانگی جائے تو انکار کرنے اور عذر کرنے سے شرماتے ہیں ایسے شخص کو نہ مجمع میں دے نہ اس سے مانگے۔

۶......حدیث میں وارد ہے کہ ایک بار حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درِ دولت پر حاضر ہوئے اور دروازہ کھٹکھٹایا آپ نے پوچھا کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا میں ہوں! آپ نے ناگواری سے فرمایا میں ہوں۔ میں ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ صاف بات کہنا چاہیے کہ جس کو دوسرا سمجھ سکے ایسی گول بات کہنا جس کے سمجھنے میں تکلف ہو الجھن میں ڈالنا ہے۔

۷......اور ارشاد ہے کہ ایسے دو شخصوں کے درمیان میں جو قصداً پاس پاس بیٹھے ہوں ان کے درمیان جا کر بیٹھنا ان کی اجازت کے بغیر حلال نہیں۔ (ترمذی)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ایسی کوئی حرکت کرنا جس سے دوسروں کو کدورت ہو نہ کرنا چاہیے۔

۸......حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تو اپنا منہ ہاتھ یا کپڑے سے ڈھانپ لیتے اور آواز کو پست فرماتے۔ (ترمذی)

اس سے معلوم ہوا کہ ہم نشیں (پاس بیٹھنے والے) کی اتنی رعایت کرنا چاہیے کہ اس کو سخت (اور تیز) آواز سے بھی اذیت اور وحشت نہ ہو۔

۹......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو جو شخص جس جگہ پہنچ جاتا وہیں بیٹھ جاتا۔ (ابوداؤد)

یعنی لوگوں کو چیر پھاڑ کر آگے نہ بڑھتا اس سے بھی مجلس کا ادب ثابت ہوتا ہے کہ ان کو اتنی بھی تکلیف نہ پہنچ پائے۔

۱۰......حضرتِ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہ تھا مگر آپ کو دیکھ کر اس لئے کھڑے نہ ہوتے تھے کہ جانتے تھے کہ آپ کو ناگوار ہوتا ہے۔ (ترمذی)

اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی خاص ادب و تعظیم یا کوئی خاص خدمت کسی کے مزاج کے خلاف ہو تو اس کے ساتھ وہ معاملہ نہ کرے گو اپنی خواہش ہو مگر دوسرے کی مرضی کو اپنی مرضی پر مقدم رکھے بعض لوگ خدمت میں اصرار کرتے ہیں بزرگوں کو تکلیف دیتے ہیں۔

۱۱...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے غسل جمعہ کے ضروری ہونے کی یہی علت بیان فرمائی ہے کہ ابتدائے اسلام میں اکثر لوگ غریب مزدور پیشہ تھے میلے کپڑوں میں پسینہ نکلنے سے بدبو پھیلتی ہے اس لئے غسل واجب کیا گیا تھا پھر بعد میں یہ وجوب منسوخ ہو گیا۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ اس کی کوشش کرنا واجب ہے کہ کسی کو کسی سے معمولی اذیت بھی نہ پہنچے۔ (آداب معاشرت ملحقہ آداب زندگی)

حاصل کلام

(قرآن وحدیث کے) ان سب دلائل میں مجموعی طور پر غور کرنے سے صاف اور واضح طور سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی تکلیف کے اسباب کو ختم کرنا نہایت ضروری ہے اور شریعت نے اس کا خاص انتظام کیا ہے کہ کسی کی کوئی حرکت یا حالت دوسروں کی کسی طرح کی بھی تکلیف یا پریشانی اور نفرت وغیرہ کا سبب نہ بنے۔ (مقدمہ آداب المعاشرت)

اسلامی تہذیب

شریعت کے پانچ جز ہیں۔(۱) عقائد جیسے اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول سمجھنا۔(۲) اعمال جیسے نماز روزہ۔(۳) معلاملات جیسے خرید و فروخت اور نظام وغیرہ۔(۴) اخلاق یعنی عادتیں جیسے تواضع سخاوت وغیرہ۔(۵) حسنِ معاشرت یعنی اچھا برتاؤ کرنا جیسے کسی کے سونے کی حالت میں ایسی کوئی حرکت نہ کرنا جس سے اس کی نیند اچاٹ ہو جائے۔ (تسہیل المواعظ)

شریعت ان پانچوں کے مجموعہ کا نام ہے مسلمانوں کو ان سب کا اختیار کرنا ضروری ہے۔

معاشرت (یعنی تہذیب) دین سے کوئی الگ چیز نہیں وہ بھی دین کا ایک جز ہے اس لئے یادرکھو کہ کامل مسلمان وہ ہے جو سب اجزاء کو لے۔ سب چیزیں اس کی مسلمانوں جیسی ہوں۔ (حسن العزیز)

تہذیب کی تعریف

عادتوں کی اصلاح بھی دین میں داخل ہے اور اسی کو تہذیب بھی کہتے ہیں۔ اپنے

معاملات، اعمال اور حرکات وسکنات بول چال سب کی حفاظت ضروری ہے۔ (مجالس الحکمۃ)

اسلامی تہذیب کی اہمیت

غیر مہذب و بے ادب شخص کا ایمان مکمل نہیں ہوسکتا

حدیث میں ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ.

(مسلمان تو وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں)

یہ مسلمان کی صفت ہے کہ نہ اس کی زبان سے کسی کو تکلیف پہنچتی ہے نہ اس کے ہاتھ سے۔ اس حدیث پاک میں مسلم سے مراد مسلم کامل ہے اور یہ ایک محاورہ ہے مثلاً کہتے ہیں کہ مرد تو وہ ہے جو غصہ کو ضبط کرے یعنی مرد کامل۔ اسی طرح یہاں مطلب یہ ہے کہ کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان یا ہاتھ سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔

اب سمجھ میں آگیا ہوگا کہ اس شخص کو ناقص الایمان بتلا رہے ہیں جو اس کا خیال نہ رکھے تو یہ بھی دین کا ایک جز ہوا اور جب یہ دین ہے تو پھر جو اس کی رعایت نہ کرے وہ دیندار کہاں ہے جب کہ دین کا ایک جز ہی اس سے فوت ہوگیا جیسے حسین خوبصورت وہ ہے جس کے تمام اعضا حسین ہوں۔ ناک کان آنکھ سب ہی حسین ہوں سب چیزیں موزوں ہوں اگر سب چیزیں اچھی ہوں مگر آنکھوں سے اندھا ہو یا ناک کٹی ہو تو وہ حسین نہیں۔ اسی طرح دیندار وہ ہے جو دین کے تمام شعبوں کا جامع ہو اور دین کا ایک جز حسن معاشرت بھی ہے (یعنی اسلامی تہذیب اسلامی آداب) تو اگر یہ ناقص ہے تو وہ دیندار کامل نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اسلام کامل کا مدار فرما رہے ہیں۔ (کف الاذی ملحقہ حقوق الفرائض تجدید تعلیم)

غرض اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ جس کے اندر اس بات کا خیال نہ ہو کہ اس سے دوسرے کو تکلیف نہ پہنچے وہ کامل دیندار نہیں۔

اسی سے ان لوگوں کی غلطی معلوم ہوگئی جو محض نماز وغیرہ پڑھ کر اپنے کو دیندار سمجھنے لگتے ہیں حالانکہ دین کے دو جز ہیں حقوق اللہ (یعنی اللہ تعالیٰ کے حقوق) حقوق العباد (یعنی بندوں کے حقوق) تو دیندار وہ ہوسکتا ہے جو دونوں کو ادا کرتا ہو صرف اول کے ادا کرنے سے دیندار کیسے ہوسکتا ہے۔ (کف الاذی)

حسنِ معاشرت اور اسلامی تہذیب

صفائی معاملات سے بھی زیادہ ضروری ہے

حسن معاشرت کا معاملات سے بھی زیادہ خیال رکھنا ضروری ہے اس وجہ سے کہ معاملات کا اثر تو اکثر مال پر ہوتا ہے اور معاشرت کا قلب پر ہوتا ہے اور قلب پر جو اثر ہو مال کے اثر سے زیادہ گراں اور صدمہ پہنچانے والا ہوتا ہے مثلاً ایک شخص آپ کے پاس آیا اور آپ نے اس کی طرف توجہ نہ کی اس کی بات کا جواب نہ دیا اس سے اس کا دل دکھا تو اس کا اثر اس کے قلب تک پہنچایا مثلاً ماں باپ کی نافرمانی کی ان کا دل دکھایا تو یہ تکلیف معاشرت کی خرابی سے اور اس کو ضروری نہ سمجھنے سے پیدا ہوئی۔ پس ثابت ہوا کہ حسن معاشرت حسنِ معاملہ سے زیادہ ضروری ہے۔ بہر حال معاملات سے زیادہ معاشرات کا اہتمام ضروری ہے کیونکہ معاملات کی اصلاح میں تو زیادہ تر لوگوں کے مال کی حفاظت ہے اور حسنِ معاشرت میں مسلمانوں کے قلب کی حفاظت ہے اور ظاہر ہے کہ مال سے دل کا رتبہ بڑھا ہوا ہے اور نیز معاشرہ کی اصلاح میں قلوب کی حفاظت کے علاوہ لوگوں کی عزت و آبرو کی بھی حفاظت ہے اور ظاہر ہے کہ آبرو کی حفاظت ایمان کے بعد ہر چیز سے زیادہ ضروری ہے۔

حدیثِ پاک میں تینوں حقوق (یعنی جان، مال، عزت آبرو) کی حفاظت کا حکم فرمایا گیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا تمہارے خون (تمہاری جانیں) تمہارے مال اور تمہاری عزت و آبرو ایک دوسرے پر قیامت تک ایسے ہی حرام ہیں جیسے آج کے محترم دن محترم مہینے اور محترم بلد حرام ہیں۔ پس مسلمانوں کے مال کی بھی حفاظت کرو جان کی بھی حفاظت کرو آبرو کی بھی حفاظت کرو اس لئے کہ حقوق العباد میں یہ سب داخل ہیں۔

عرفاً بھی شریف آدمی مال بلکہ جان سے بھی زیادہ آبرو کو سمجھتا ہے چنانچہ جان بچانے کے لئے تو شریف آدمی مال خرچ کرتا ہے اور آبرو بچانے کیلئے تو شریف آدمی جان و مال دونوں کو قربان کر دیتا ہے۔

اور یہ معاشرت بعض اعتبار سے نماز روزہ وغیرہ سے بھی زیادہ قابلِ اہتمام ہے کیونکہ عبادات میں خلل آنے سے صرف اپنا ضرر (نقصان) ہے اور معاشرت میں خلل آنے سے

دوسروں کا ضرر ہے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرت کا بہت اہتمام فرمایا ہے۔

اس کے علاوہ دوسری حیثیت سے بھی معاشرت کی اہمیت زیادہ ہے وہ یہ کہ آج عوام وخواص تو کیا اخص الخواص بھی معاشرت کے باب کو دین میں داخل ہی نہیں سمجھتے اور عملاً بھی اس کا لحاظ بہت کم کرتے ہیں۔ (علوم العباد من علو الرشاد)

اسلامی تہذیب اور حسن معاشرت

اختیار کرنے کا فقہی حکم

اصلاح معاشرہ نہایت ضروری اور مہتم بالشان دین کا جز ہے اور جس طرح نماز روزہ وغیرہ فرض ہیں اسی طرح یہ بھی فرض ہے۔ (اضافات الیومیہ)

غرض جیسے نماز روزہ ضروری ہے ایسے ہی معاشرت کا درست کرنا بھی ضروری ہے جب اس پر عمل ہوگا اس وقت دنیا کی راحت بھی نصیب ہوگی۔ (حقوق وفرائض)

بدتہذیبی اور دوسروں کی تکلیف کا سبب بننا ناجائز ہے

دین کی بعض چیزیں تو ظاہر ہیں جیسے مار دھاڑ سے بچنا اور بعض ظاہر نہیں (لوگوں کو اس طرف توجہ نہیں) جیسے رات کو آہستہ سلام کرنا اور اس کو لوگ طاعت نہیں سمجھتے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو آہستہ اٹھتے تھے اور آہستہ ہی سے سلام کرتے تھے ایسی چیزوں کا حدیث سے صریح ثبوت ہے۔

چنانچہ حدیث میں ہے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بستر پر سے اٹھے اور آہستہ سے جوتیاں پہنیں اور آہستہ سے ہی سے دروازہ کھولا اور آہستہ ہی سے بند کیا۔

وہاں یہ الفاظ ہیں وفتح الباب رویداً واغلق الباب روید اوخرج رویداً یعنی آپ نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور آہستہ سے دروازہ بند کیا اور آہستہ سے باہر نکلے۔

حضرت عائشہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسا بے تکلفی کا تعلق تھا اور پھر وہ آپ پر عاشق بھی تھیں تو آپ کے کسی فعل سے بھی ان کو تکلیف نہ ہوتی مگر اس پر بھی حضور نے یہ رعایت کی کہ رات کو اٹھے تو سارے کام آہستہ کئے تاکہ ان کی نیند میں خلل نہ آئے۔

سو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں ناگواری کا احتمال بھی نہ ہوتا وہاں بھی ایسے امور کی رعایت

فرماتے تھےاور ہماری حالت یہ ہے کہ رات کو اٹھے تو دھڑ دھڑ کرنا شروع کر دیا کچھ پرواہ نہیں کرتے۔

یہ امور ظاہراً نا جائز نہیں اس لئے ان سے بچنے کو دین نہیں سمجھتے مگر واقع میں نا جائز ہیں۔ (حقوق وفرائض)

معاشرہ کے سلسلہ میں مسلمانوں کی بدحالی

حدیث شریف میں بنی اسرائیل کی ایک عورت کا قصہ مذکور ہے کہ اس نے ایک بلی کو باندرکھا تھا نہ چھوڑتی تھی نہ کھانے کو دیتی تھی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ میں اس کو عذاب دیا جاتا دیکھا۔ دیکھئے ایک بلی کے ستانے پر اسے عذاب ہوا اور جانور کو تکلیف پہنچانے پر وہ عذاب میں مبتلا تھی۔

ہماری حالت یہ ہے کہ عام انسان اور عام مسلمان کا تو کیا خیال کرتے ہم تو حقیقی بھائی کو تکلیف پہنچانے پر کمر بستہ ہیں۔ جائیداد دبانے کو تیار ہیں بلکہ ہم لوگوں کی معاشرت اعزہ واقارب (رشتہ داروں) کے ساتھ زیادہ خراب ہے۔

حالانکہ ہم کو جانوروں پر تک بھی رحم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ ان افعال پر ضرور ہم سے سوال ہوگا۔ شریعت نے معاشرت کے بارے میں بہت زیادہ اہتمام کیا ہے۔ (علوالعباد من علوم الرشاد)

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں (۲) دو عورتوں کا ذکر ہوا ایک کی بابت تو یہ ذکر ہوا کہ وہ نماز روزہ تو خوب کرتی ہے مگر اپنے پڑوسیوں کو تکلیف دیتی ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا **ھی فی النار** وہ تو جہنم میں جائے گی۔

اور دوسری کی بابت یہ ذکر ہوا کہ ایک عورت نماز وغیرہ تو بہت نہیں پڑھتی مگر پڑوسیوں کو تکلیف نہیں دیتی آپ نے فرمایا **ھی فی الجنۃ** کہ وہ جنت میں جائے گی۔

دیکھ لیجئے ایذاء (تکلیف) پہنچانا ایسا ہے اس لئے اس کا اہتمام نماز روزہ سے بھی زیادہ کرنا چاہیے۔ (حسن العزیز)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر مہمانوں کو صحابہ اہلِ مدینہ پر تقسیم کر دیا تھا اور تین آدمی خود رکھ لئے تھے ان میں حضرت مقداد بھی تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بکریاں بتلا دی تھیں کہ ان کا دودھ نکال کر پی لیا کرو تو یہ معمول ہو گیا تھا کہ بکریوں کا دودھ نکال کر پی لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ رکھ دیا۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریف لانے میں دیر ہو گئی مجھے شیطان نے یہ وسوسہ ڈالا کہ حضور کی آج کہیں دعوت ہو گی اب آپ کو کیا حاجت رہی ہو گی لاؤ حضور کے حصہ کا بھی پی لوں یہ خیال کر کے اس کو بھی پی لیا۔ جب پی لیا تو شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ اگر حضور نے کچھ نہ کھایا ہو اور کہیں دعوت نہ ہوئی ہو تو حضور بھوکے ہی رہیں گے اور اگر اس حالت میں بددعاء دیدی تو کیا ہوگا اس خیال میں بہت پریشان ہوئے۔

آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت دیر میں تشریف لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت تھی کہ جب تشریف لائے تو نہ تو یہ کرتے کہ سلام نہ کریں اور نہ یہ کرتے کہ بہت زور سے سلام کریں بلکہ ایسا کہ اگر جاگتے ہوں تو سن لیں اور اگر سوتے ہوں تو نیند میں خلل نہ پڑے چنانچہ حسب عادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آہستہ سے سلام کیا اور پھر نماز پڑھی اور پھر آہستہ سے برتن کھولے اور پھر مصلیٰ پر تشریف لے گئے اور دعاء کے لئے ہاتھ اٹھائے اب ان کا حال خراب ہوا کہ بس اب بددعاء کریں گے مگر بھلا حضور بددعاء کیوں فرماتے آپ نے یہ دعاء فرمائی **اللھم اطعم من اطعمنی** (اے اللہ جو مجھے کھانا کھلائے آپ اسے کھانا کھلائیے) حضرت مقدادؓ نے جب یہ دعاء سنی تو بددعاء سے تو بےفکری ہوئی۔

میرا مقصود یہ ہے کہ اس حدیث پاک میں ایک جزء یہ ہے کہ آپ سلام آہستہ کرتے تھے اس طرح کہ اگر سوتے ہوں تو جاگیں نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ جہاں سونے کا احتمال ہو وہاں ایسا کھڑ کا (ایسا شور یا ایسی حرکت) خواہ ہاتھ سے خواہ زبان سے نہ کرو کہ وہ پریشان ہوں۔ (مسلم)

اس کی ایک فرع یہ بھی ہے کہ اگر استیذان (اجازت لینے میں) سلام کرے تو اس طرح کرنا چاہیے کہ دوسرے شخص کو تکلیف نہ ہو۔ (اکف الاذیٰ آداب معاشرت)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بکریاں تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمانوں سے فرمادیا تھا کہ کھانے کے وقت بے تکلف ان کا دودھ دوہ کر پی لیا کرو اس کا انتظار نہ کیا کرو کہ جب میں خود آ جاؤں اس وقت پیو اور خود پی کر کچھ میرے لئے رکھ چھوڑا کرو۔ جب میں آیا کروں گا خود پی لیا کروں گا۔

دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس برتاؤ سے ہم لوگوں کو مہمانی کا طریقہ سکھلایا ہے چنانچہ حسب ارشاد وہ حضرات (صحابہ کرام) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہی دودھ پی لیتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب عشاء بعد تشریف لاتے بلا ان کو جگائے ہوئے خود نوش فرما لیتے اب اگر کوئی خادم ایسا کرے تو اس کو بے ادبی قرار دیا جائے ارے کیسی بے ادبی محبت ہونی چاہئے۔ جب محبوب کی خوشی اسی میں تھی تو ادب یہی تھا جیسا کہ ان حضرات نے کیا حقیقی ادب تو راحت پہنچانا اور دل خوش کرتا ہے۔ (الاضافات الیومیہ)

یہ باتیں ہلکی نہیں ہیں اور گو یہ نماز روزہ کی طرح ارکانِ اشعائرِ اسلام میں سے نہیں لیکن اس حیثیت سے کہ اخلاق کا تعلق دوسروں سے ہے اور اس طرح یہ حقوق العباد میں سے ہیں اس لئے ان میں خرابی اور کمی زیادتی کرنے سے نماز روزہ کی کوتاہی سے بھی زیادہ ان میں مواخذہ کا اندیشہ ہے کیونکہ عبادات تو اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں ان میں اگر کمی ہو تو چونکہ اللہ تعالیٰ کریم ہیں معافی کی امید ہے مگر حقوق العباد حق والے کے ہیں جو معاف کرنے ہی سے معاف ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کی رعایت بہت ضروری ہے۔ (حقوق المعاشرت)

اسلامی اخلاق اور حسن معاشرت

کی طرف سے عام لوگوں کی کوتاہی

اس زمانہ میں یہ غلطی عام ہے کہ جو دیندار لوگ ہیں وہ عقائد اور نماز روزہ اور وضع قطع لباس کا تو ضرر اہتمام کرتے ہیں مگر اخلاق و معاشرت اکثر لوگوں کی نہایت گندی ہے۔ آخر معاشرت کی درستگی بھی تو دین کا شعبہ ہے مگر اکثر مشائخ کے یہاں اس کی طرف توجہ نہیں اس

کومعمولی بات سمجھتے ہیں اور وظیفوں کوضروری سمجھتے ہیں۔

اللہ کا گناہ کرنا اتنا برانہیں (جتنا برا اخلاق ومعاشرت کا گندہ ہونا ہے) ایسے فعل سے بہت بچنا چاہیے جس سے دوسروں کا ضرر ہو لوگ نوافل اور وظائف کا اہتمام کرتے ہیں مگر اس کا اہتمام نہیں کرتے کہ دوسروں کو ضرر نہ پہنچے اور گرانی نہ ہو اس کو ہلکی بات سمجھتے ہیں حالانکہ بہت بڑی بات ہے۔ (حسن العزیز)

بعض لوگ ایسے ہیں کہ عقائد کی درستگی کے ساتھ نماز وغیرہ کا بھی اہتمام کرتے ہیں باقی معاملات وغیرہ کو چھوڑ دیا لین دین میں اس کی پرواہ نہیں کہ جائز طریقہ سے ہے یا ناجائز طریقہ سے حلال وحرام کا بالکل خیال نہیں۔

بعض لوگوں نے معاملات کو بھی درست کرلیا لیکن اخلاق وعادات کی اصلاح نہیں کرتے ایسے بھی لوگ دیکھے گئے ہیں کہ دوسروں کی اصلاح کرتے ہوئے مدتیں گزر جاتی ہیں لیکن خود ان کی عادتوں سے لوگوں کو عام طور پر تکلیف ہوتی ہے۔ اور ان کو اپنی حالت کی ذرا بھی پروا نہیں ہوتی بلکہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ ہم سے دوسروں کو کیا تکلیف پہنچی۔

بعض لوگ عقائد واعمال ومعاملات کے ساتھ اخلاق کی درستگی کا خیال رکھتے ہیں لیکن انہوں نے حسنِ معاشرت کو چھوڑ رکھا ہے بلکہ اس کو شریعت ہی سے خارج سمجھتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ تو ہمارے آپس کے برتاؤ ہیں ان سے شریعت کو کیا غرض جو برتاؤ ہم مناسب سمجھیں گے کریں گے اس میں شریعت کے دخل دینے کی کیا ضرورت۔ اس قسم کے بہت سے لوگ ہیں کہ وہ دیندار بھی ہیں ان کے اخلاق مثلاً تواضع وغیرہ درست ہیں لیکن معاشرت یعنی برتاؤ میں اکثر چھوٹی باتوں میں اس کا لحاظ نہیں رکھتے کہ ان سے دوسروں کو تکلیف نہ پہنچے۔ بعض اوقات چھوٹی چھوٹی باتوں سے تکلیف زیادہ پہنچ جاتی ہے لیکن اس طرف توجہ نہیں ہوتی۔

بعض آدمی تو اخلاق ومعاشرت کی طرح معاملات کو بھی دین سے خارج سمجھتے ہیں مگر خیر متقی لوگوں نے معاملات کا تو خیال کیا مگر معاشرت واخلاق کو تقریباً سب ہی نے بالائے طاق رکھ دیا حالانکہ حسنِ معاشرت کا معاملات سے بھی زیادہ خیال رکھنا لازمی ہے لیکن لوگوں نے عموماً اس کو دین سے خارج سمجھ رکھا ہے۔

لیکن تعجب ہے کہ قانونِ خداوندی سے اپنے معاملات ومعاشرات کو مستثنیٰ سمجھ لیا اور

گورنمنٹ کے قانون سے مستثنیٰ نہ سمجھا کبھی کسی نے گورنمنٹ سے نہ کہا ہوگا کہ تجارت وغیرہ میں آپ کو کیا دخل ہے۔آپ صرف سلطنت کے انتظامی امور میں ہم سے باز پرس کیجئے۔ باقی ہمارے ذاتی معاملات میں ہم کو لائسنس وغیرہ کا کیوں پابند بنایا جاتا ہے۔کیا کوئی شخص ایسا کہہ سکتا ہے؟ (حقوق وفرائض تسہیل المواعظ مضار المعصیۃ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ

مسلمانوں کی تو یہ حالت تھی کہ حضرت علی کی زرہ چوری ہوگئی تھی آپ نے اس کو ایک یہودی کے پاس دیکھا اس سے مطالبہ کیا اس نے نہ دی اور کہا کہ یہ تو میری ہے۔آپ باوجود یہ کہ خلیفہ تھے مگر اس کو لے کر مدعی بن کر قاضی شریح کے یہاں پہنچے قاضی صاحب نے گواہوں کو طلب کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے صاحبزادہ اور ایک آزاد شدہ غلام کو گواہی میں پیش کیا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ولدِ عادل کی گواہی باپ کے حق میں جائز تھی مگر قاضی شریح کے نزدیک جائز نہ تھی اس لئے قاضی صاحب نے صاحبزادہ کی گواہی کو رد کر دیا اور صرف ایک گواہ دعوی کو ثابت کرنے کے لئے کافی نہ تھا اس لئے زرہ یہود کو دے دی۔اللہ اکبر! ایک بادشاہِ وقت کی چیز چوری ہو جائے اور بادشاہ اس کو پہچان لے اور رعیت کا ایک ادنیٰ آدمی جو کہ مسلمان بھی نہ ہو بے تکلف اس کو اپنی ظاہر کرے۔پھر بادشاہ اپنے ہی ماتحت قاضی کے یہاں مقدمہ لے جائیں اور صاحبزادہ گواہی میں پیش کریں جو کہ اہل جنت کے سردار ہیں اور قاضی صاحب ان کو گواہی قبول نہ کریں اور زرہ یہودی کو دلوا دیں اور خلیفہ اس کو قبول کر لیں۔آخر یہ حقانیت ان کو بجز اسلام کی تعلیم کے کس نے دی تھی پس اسلام یقیناً حق ہے۔یہودی یہ حالت دیکھ کر فوراً مسلمان ہو گیا اور حضرت علیؓ سے بیعت ہو گیا اور جنگِ صفین میں شہید ہوا۔

مسلمانوں کے یہ اخلاق تھے مگر اب ہمارے اخلاق دیکھ کر مسلمانوں کو بھی دین سے نفرت ہو جاتی ہے ہمیں نماز روزہ کا تو خیال ہے مگر اخلاق وحسنِ معاشرت کا بالکل خیال نہیں ظاہر میں اخلاق چھوٹی چیز ہے مگر واقع میں یہ بہت بڑی چیز ہے کیونکہ تمام اعمال کی جڑ اخلاق ہی ہے۔جس میں جیسے اخلاق ہوتے ہیں ویسے ہی اس سے افعال سرزد ہوتے ہیں۔ (حقوق وفرائض)

اسلامی تہذیب کے حدود اور قوانین جاننے کی ضرورت

جاننا چاہیے کہ اخلاق و معاشرت کے بھی کچھ حدود اور قوانین ہیں جیسے نماز روزہ وغیرہ کے احکام ہیں جن کی کمی وبیشی سے افراط وتفریط (کوتاہی اور غلو) میں مبتلا ہوکر حقوق کی ادائیگی سے آدمی قاصر رہتا ہے۔

جس طرح چار رکعت والی نماز پانچ رکعت یا تین رکعت پڑھنے سے ادانہیں ہوتی اور عصر کی نماز ظہر کے وقت پڑھنے سے نہیں ہوتی یا جیسے رکوع میں قرأت جائز نہیں بلکہ اور گناہ ہے یا جیسے عصر تک روزہ نہیں ہوتا اور عشاء تک رزہ رکھنے سے معصیت لازم آتی ہے (اور گناہ ہوتا ہے) اسی طرح معاشرت واخلاق کے بھی حدود ہیں کہ ان میں کمی بیشی کرنے سے قبح (برائی) کا ارتکاب لازم آتا ہے۔اس لئے ان کے آداب وحدود کا جاننا ضروری ہے۔ (حقوق المعاشرت ملحقہ حقوق وفرائض)

اسلامی تہذیب کے اصول وضوابط عین مصلحت وشفقت پر مبنی ہیں

حق تعالیٰ نے جتنے ضوابط وقواعد مقرر فرمائے ہیں ان میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب بندوں کی مصلحت کے لیئے ہیں وہ ضابطہ محضہ نہیں بلکہ عین شفقت ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے اپنی شانِ حکومت کے لحاظ سے ضوابط مقرر نہیں فرمائے بلکہ بندوں کے مصالح اور منافع کے لئے متعین فرمائے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرتا تو بندوں ہی کا ضرر تھا۔ پس احکام میں بظاہر جو کچھ قواعد وضوابط ہیں ان کا مبنیٰ (اور وجہ) شفقت ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے حکیم دوا کی مقدار معین کرتا ہے وقت مقرر کرتا ہے پرہیز مقرر کرتا ہے تو ظاہر میں یہ بھی ضوابط ہیں مگر حقیقت میں یہ محض ضوابط نہیں کیونکہ اگر یہ ضوابط ختم ہوجائیں تو حقیقت میں ہلاکت واقع ہوجائے گی۔

یہ قیدیں صرف مریض کی مصلحت سے لگاتا ہے اپنی مصلحت کے لئے نہیں لگاتا۔ (اور یہ عین شفقت ہے)

اور اسی شفقت کا یہ اثر ہے کہ اللہ تعالیٰ احکام کو ایسے عنوان سے بیان فرماتا ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ بندوں کو ان کے اختیار کرنے کی رغبت اور شوق پیدا ہوجاتا ہے۔ جیسے باپ بیٹے کو نصیحت کرتے

ہوئے اس کی رعایت کرتا کہ بیٹا سمجھ لے اوراس کی سمجھ میں بات آجائے۔ (اتباع علماء ملحقہ دعوت وتبلیغ)

اسلامی تہذیب کے اصول وآداب

(۱)...... شریعت نے ہر حالت کے متعلق ضروری قواعد بتلائے ہیں اوراسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ شریعت کامل ہے۔

اخلاق کا اصول یہ ہے کہ بلا وجہ کسی کو تکلیف واذیت نہ پہنچائے بعض لوگ گھر پر آکر تقاضے پر تقاضا اور آوازیں دینا شروع کردیتے ہیں یہ بھی تکلیف کی بات ہے۔ ہر عمل میں اس کا لحاظ رہنا چاہئے اور یہی بات قاعدۂ کلیہ ہے کہ کسی کو (ہماری ذات سے) تکلیف نہ ہو۔ اس کی مثالیں اتنی کثرت سے ہیں کہ مدت تک سوچنی پڑیں گی۔ اس کے لئے ایک سہل قاعدہ بتلاتا ہوں کہ کسی کے لئے جو بھی برتاؤ کرو پہلے یہ سوچ لو کہ اگر ہمارے ساتھ کوئی یہ برتاؤ کرے تو اس کا کیا اثر ہوگا مثلاً اگر کسی کی پشت کی طرف بیٹھے تو سوچ لے کہ اگر میرے پس پشت (پیچھے) کوئی بیٹھے تو نا گوار ہوگا یا نہیں تو ایسے قول وفعل کو چھوڑ دو جس کے اثر سے تکلیف ہو۔ اس معیار کو پیش نظر کرلیں تو ہماری بہت اصلاح ہوجائے گی اوراس وقت کامل ایمان نصیب ہوگا۔ (حقوق وفرائض)

(۲) آدابِ معاشرت کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی کو کسی کی ذات سے تکلیف نہ پہنچے۔ (حسن العزیز)

(۳) عادتوں کی اصلاح کا خلاصہ بس یہ ہے کہ اس کا خیال رکھے کہ اس کے کسی قول یا فعل سے کسی کو کوئی تکلیف یا الجھن نہ ہو۔ (حسن العزیز)

(۴) اس کا زیادہ خیال رکھنا چاہیے کہ تحریر وتقریر رفتار وگفتار نشست وبرخاست (یعنی چلنا پھرنا اٹھنا بیٹھنا) ایسا ہو کہ پڑھنے والے دیکھنے والے سننے والے کو ذرا بھی الجھن نہ ہو اور کسی کی دل شکنی کا باعث نہ بنے اس میں لوگ بہت کوتاہی کرتے ہیں۔ (حسن العزیز)

(۵) اگر قصداً کسی کو ایذا پہنچائے وہ بھی برا ہے اور اگر قصد تو ایذاء کا نہ ہو مگر ایسا فعل کرے جو ایذاء (تکلیف اور ناگواری) کا سبب ہو یہ بھی برا ہے۔ (حسن العزیز)

اسلام میں اس کی یہاں تک رعایت رکھی گئی ہے کہ اگر تین آدمی ایک جگہ ہوں تو یہ جائز نہیں کو دو آدمی تنہا باتیں کریں تا کہ تیسرے آدمی کو اکیلے رہنے سے رنج نہ ہو البتہ اگر کوئی

چوتھا بھی ہوتو جائز ہے تو دیکھئے کیسی رعایت ہے اسلام کی اس تعلیم کے موافق عمل کرنے سے کسی کورنج نہ ہوگا۔ (کف الاذی ملحقہ حقوق وفرائض)

(الغرض) کسی کی کوئی حرکت یا حالت دوسروں کے لئے کسی بھی طرح کی تکلیف یا پریشانی اورنفرت (یا گرانی) کا سبب نہ بنو۔ (آداب معاشرت)

ہر شخص کے ساتھ اس کے رتبہ کے موافق برتاؤ کرو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرت کا بہت اہتمام فرمایا ایک ایک کر کے تمام (باتیں) فرمادیں۔ چنانچہ ارشاد ہے ''اذا جاء کریم قوم فاکر موہ'' کہ جب تمہارے پاس کی قوم کا سردار آئے تو اس کی تعظیم کرو تذلیل (رسوائی) نہ کرو جھگڑا نہ کرو۔ (حقوق وفرائض)

ہر شخص کو اس کے درجہ پر رکھنا ضروری ہے حدیث شریف میں ہے **نزلوا الناس منازلھم** (لوگوں کے ساتھ ان کے درجہ کے مطابق معاملہ کرو) سب کو ایک لکڑی سے ہانکنا خلافِ سنت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک معمولی سائل (مانگنے والا) آیا اس کو آپ نے چھوارے دے دیئے۔ پھر ایک سائل گھوڑے پر سوار ہو کر اچھا لباس پہنے ہوئے آیا آپ نے اس کو اکرام کے ساتھ بٹھلایا اور عزت کے ساتھ کھانا کھلایا جب وہ سائل چلا گیا کسی نے حضرت عائشہ سے پوچھا یہ بھی سائل وہ بھی سائل تھا ان میں فرق کرنے کی کیا وجہ تھی؟ فرمایا اس کا رتبہ اور ہے اور اس کا رتبہ اور ہے دونوں کے ساتھ ان کے رتبہ کے موافق ہی معاملہ کرنا چاہیے۔ (الافاضات الیومیہ)

ادب واحترام کی ضرورت

حدیث میں ہے **من لم یوقر کبیرنا فلیس منا**۔ اس حدیث میں چھوٹوں کو بڑوں کی تعظیم اور ادب نہ کرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے جو وعید ہے وہ ظاہر ہے اس لئے اس کا خیال رکھنا لازم ہے۔

حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ (جو بڑوں کی تعظیم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں) (اصلاح انقلاب)

(لیکن) اب چھوٹے اپنے بڑوں کا ادب نہیں کرتے اسی وجہ سے خیر وبرکت رخصت ہوگئی۔ (الافاضات)

ادب سے بہت نعمتیں ملتی ہیں اور بے ادبی سے نعمتیں سلب ہو جاتی ہیں۔ (وعظ اکبر الاعمال)

(اسی وجہ سے) میں بے ادبی کو معاصی سے زیادہ مضر (نقصان دہ) سمجھتا ہوں۔ (افاضات الیومیہ)

ادب واحترام کی وجہ سے مغفرت

ایک شخص جاری پانی پر (نہر پر) بیٹھا ہوا وضو کر رہا تھا اسے معلوم ہوا کہ بائیں طرف حضرت امام احمد بن حنبل وضو کر رہے ہیں اور میرا استعمال شدہ پانی ان کی طرف جا رہا ہے تو یہ ان کی بے ادبی ہے اس لیے وہ ادب کی وجہ سے دائیں طرف سے اٹھ کر امام صاحب کی بائیں جانب جا کر بیٹھ گیا۔ حق تعالیٰ نے اسی ادب کی وجہ سے اس کی مغفرت فرما دی۔ ادب بڑی چیز ہے۔ (خیر الافادات ملفوظ)

بے ادبی کا وبال

ادب کی نہایت سخت ضرورت اس کا بڑا اہتمام کرنا چاہیے کہ کوئی کلمہ بے ادبی کا زبان سے نہ نکل جائے ورنہ بعض اوقات اس کے بڑے برے نتائج ہوتے ہیں۔ (الافاضات)

میں بے ادبی کو معاصی (گناہ) سے بھی زیادہ مضر (نقصان دہ) سمجھتا ہوں۔ مشائخ اور علماء کی شان میں بے ادبی کرنے سے مجھے بہت ڈر لگتا ہے کیونکہ اس کا انجام اور نتائج بہت خطرناک ہوتے ہیں۔ (مجالس حکیم الامت)

ایک صاحبِ کیفیت نے قبلہ کی طرف تھوک دیا اس بے ادبی کی وجہ سے سب کیفیت سلب ہوگئی۔ واقعی بے ادبی بہت بری چیز ہے۔ (خیر الافادات ملفوظ)

حدیث شریف میں ایک گستاخ کا قصہ آیا ہے کہ وہ بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ سے کھانے کو فرمایا تو اس نے بے ادبی کے طور سے کہا کہ میں دائیں ہاتھ سے کھا نہیں سکتا آپ نے فرمایا اللہ کرے تو اس سے کھا ہی نہ سکے بس وہ فوراً شل ہو گیا۔ (اصلاحِ انقلاب)

ادب واحترام کی حقیقت

صرف تعظیم وتکریم حقیقی ادب نہیں لوگ تعظیم وتکریم کا اہتمام کرتے ہیں اور اس کو ادب سمجھتے ہیں مگر راحت پہنچانے کا اہتمام نہیں کرتے حالانکہ حقیقی ادب تو راحت پہنچانا اور

دل خوش کرنا ہے۔ (افاضات الیومیہ)

اصل ادب اور تعظیم تو محبت اور اتباع کا نام ہے۔ ہمارے بزرگ رسمی ادب اور تعظیم کے سخت خلاف تھے پس ایسی تعظیم نہیں کرنی چاہیے جس سے تکلیف ہو۔ (افاضات الیومیہ)

اب لوگ تعظیم و تکریم تو اہتمام کرتے ہیں اور اس کو ادب سمجھتے ہیں راحت کا اہتمام نہیں کرتے بس بڑا ادب آج کل کا یہ ہے کہ اگر کوئی اپنا بڑا کھڑا ہو تو خود بھی کھڑا ہو جائے اور جب اس سے رخصت ہو کر جانے لگے تو الٹے پاؤں چلے تاکہ کہیں پشت نہ ہو جائے حالانکہ یہ کوئی ادب نہیں ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے صحابہؓ کھڑے نہ ہوتے تھے۔ (الافاضات الیومیہ)

ایک حکایت: ایک مرتبہ میں حضرت مولانا رفیع الدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت مولانا چارپائی کے پائیں طرف تھے۔ مجھے سرہانے کی طرف بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ میں نے عذر کیا کہ حضرت سرہانے بیٹھنا بے ادبی ہے۔ فرمایا جب ہم خود کہتے ہیں تو اب بے ادبی نہیں چنانچہ پھر میں نے انکار نہیں کیا۔ (آداب المصاب بحوالہ آداب الاسلام)

ادب و بے ادبی کا معیار اور ضابطہ

ادب کا مدار عرف پر ہے یعنی کوئی فعل جو فی نفسہ مباح ہو اگر عرفاً بے ادبی سمجھا جائے گا تو شرعاً وہ فعل بے ادبی میں شمار ہوگا۔ (افاضات الیومیہ)

ادب کا مدار عرف پر ہے اس لئے زمانہ کے اختلاف سے وہ مختلف ہو سکتا ہے۔ حضرات صحابہ کرام کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مذاق کرنا ثابت ہے اور اب بزرگوں کے ساتھ مذاق کرنا خلافِ ادب سمجھا جاتا ہے۔ (انفاس عیسیٰ)

حق تعالیٰ کے لئے واحد کا صیغہ استعمال کرنا ادب کے خلاف نہیں کیونکہ اس میں عرف عام ہو گیا ہے اور ادب کا مدار عرف ہی پر ہے۔ (التبلیغ)

بد تہذیبی کی وجہ سے روک ٹوک اور سختی کرنے کی ضرورت

بعض لوگوں کو ان آداب کی تعلیم حسبِ ضرورت ذرا سخت الفاظ سے کی جاتی ہے تو وہ برا مانتے ہیں اور اس کو اخلاق کے خلاف سمجھتے ہیں۔ سو جان لینا چاہیے کہ بے تمیزی (و بد تہذیبی) کی

بات پر تشدد کرنا اور سختی سے تعلیم کرنا اخلاق کے خلاف نہیں کیونکہ حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقطہ (گرے ہوئے) مال کے بارے میں پوچھا کہ اگر کوئی آوارہ بکری ملے تو کیا کیا جائے۔ آپ نے فرمایا لے لینا چاہیے ورنہ کوئی اور یا بھیڑیا کھالے گا۔

پھر ایک شخص نے اونٹ کے بارے میں بھی یہی سوال کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناخوش ہوئے اور تیزی سے جواب دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بے تمیزی (وبدتہذیبی) پر غصہ کرنا جائز ہے۔ (حقوق المعاشرت)

اگر سختی کرنا بداخلاقی ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی نہ صادر ہوتی جن کے بارے میں ارشاد ہے۔ **انک لعلیٰ خلق عظیم**. یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اخلاق کے اعلیٰ مقام پر ہیں۔ (حسن العزیز)

اسلامی تہذیب کی عملی تعلیم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی تعلیم بھی فرمائی ہے چنانچہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے کہ ایک ناواقف مسلمان بغیر اطلاع اور بغیر اجازت کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ میں گھس آیا۔ آپ نے بعض صحابہ سے فرمایا کہ اس کو باہر لے جاؤ اور استیذان (اجازت لے کر داخل ہونے کا) طریقہ بتلا کر کہو کہ اس طریقہ سے اندر آئے۔ یہ سب تو موٹی اور فطری باتیں ہیں۔ (الافاضات الیومیہ)

عملی تعلیم کی ضرورت کیوں

عملی فساد میں اصلاح بھی عملی ہونی چاہیے۔ محض قولی اصلاح کافی نہیں عملی اصلاح کی ضرورت ہے۔ (حسن العزیز)

حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بلا اجازت کے حاضر ہو گیا تو آپ نے اس کو لوٹا دیا اور ایک شخص کو حکم دیا کہ اس کو (اجازت لے کر داخل ہونے کا) طریقہ بتلا دو۔ پھر اس طریقہ سے آئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عملی تعلیم بھی سنت ہے۔ انبیاء (یعنی موٹی عقل والے) کو اس کے بغیر یاد نہیں رہتا۔ (ملفوظات جدید ملفوظات)

عملی تعلیم کا ایک اور واقعہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اپنے قول وعمل ہی سے اس کی تعلیم نہیں دی بلکہ اپنے ساتھیوں کی کم توجہی پر ان کو آداب کے مطابق عمل کرنے پر مجبور بھی فرمایا ہے اور ان سے کام لے کر بتلایا۔ مثلاً ایک صحابی ایک ہدیہ لے کر بغیر سلام کئے اور بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لئے ہوئے داخل ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باہر واپس جاؤ اور ''السلام علیکم'' کیا میں حاضر ہو جاؤں؟ یہ کہہ کر پھر آؤ۔ (آداب معاشرت)

اسلامی تہذیب کے مقاصد اور دنیوی واخروی فوائد

شریعت کی غرض یہ ہے کہ رضائے خداوندی حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان صحیح تعلق پیدا ہو لیکن یہ حق تعالیٰ کی عنایت ہے کہ اس نے احکام اس طور پر مقرر فرمائے ہیں کہ ان پر تمدنی مصالح بھی مرتب ہو ہی جاتے ہیں۔ یعنی حق تعالیٰ نے ان میں خاصیت یہ رکھی ہے اور خاصیت کے مرتب ہونے کے لئے قصد کی ضرورت نہیں بلکہ وہ بلا قصد ہی مرتب ہو جاتی ہے۔

الغرض احکام شرعیہ سے مقصود تو محض آخرت ہوتی مگر مرتب ہوتے ہیں مصالح دنیا بھی۔

اب ان مصالح کی تعین جو اس حدیث کے متعلق ہیں ترجمہ سے ہوگی کہ دنیوی ثمرات بھی اس پر کیا کیا مرتب ہوتے ہیں تو فرماتے ہیں۔

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده. (مسلمان کی صفت یہ کہ نہ اس کی زبان سے کسی کو تکلیف پہنچے نہ اس کے ہاتھ سے یہ حاصل ہے ترجمہ کا) اس سے اندازہ ہوا ہوگا کہ اس پر آخرت اور دنیا دونوں ہی کے مصالح کا ترتب ہوتا ہے مگر ایک کا قصداً اور دوسرے کا لزوماً یعنی آخرت کا ترتب تو مقصود ہے اور دنیا کا ترتب لازم ہے۔

آخرت کا مقصود ہونا خود عنوان سے ظاہر ہے کہ مسلمان وہ ہے کہ جس کے اندر یہ صفت ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صفت کے حاصل کرنے سے مقصود اسلام کی تکمیل ہے اور اسلام ایسی شئی ہے کہ اس کے متعلق فرماتے ہیں۔ **ان الدین عنداللہ الاسلام. ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منه.**

(یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول دین اسلام ہے۔ اس کے سوا کوئی دین ان کے یہاں مقبول نہیں۔)

تو اسلام کے مقصود یہ ہوا کہ مسلمان کی اس سے مقبولیت ہو اور یہی مطلب ہے اسلام کے قبول ہونے کا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان کا مقبول ہونا ظاہر ہے کہ اخروی ثمرہ ہے پس آخرت کا ثمرہ ہونا ظاہر ہے۔

اور دنیا کا فائدہ بھی دیکھ لیجئے کہ جب تعلیم اس بات کی ہے کہ کسی کو تکلیف نہ پہنچاؤ تو ظاہر ہے کہ ایسا شخص جو اس تعلیم پر عمل کرے گا وہ کسی کو تکلیف نہ پہنچائے گا اور اس سے لوگوں کو نفع پہنچے گا تو اس کو بھی لوگوں سے نفع ہوگا کیونکہ یہ دوسروں کو نفع پہنچانے کی وجہ سے لوگوں کو محبوب ہوگا اور جب ان کو اس سے محبت ہوگی تو وہ اس کے ساتھ احسان کریں گے اور چونکہ **الانسان عبدالاحسان** (انسان احسان کا بندہ ہے) تو اس کو بھی لوگوں سے محبت ہوگی اور جانبین سے محبت ہونا ہی اتحاد و اتفاق کا مدار ہے۔ تو ادنی درجہ کا نفع یہ ہوگا کہ آپس میں اتفاق پیدا ہو جائے گا اور اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ اتحاد و اتفاق پر ہی دنیا کی برکتوں کا مدار ہے چنانچہ جن قوموں میں اتفاق ہے ان میں دنیا کی برکتیں مشاہدہ میں ہیں اگرچہ ان کا اتفاق اصول شرعیہ کے اعتبار سے ناکافی ہے۔

اور دنیا کی برکتیں اسی قدر رہوں گی جس قدر اتفاق ہوگا اور اتفاق کی تعلیم اسلام سے زیادہ کہیں نہیں۔ (کف الاذیٰ ملحقہ حقوق وفرائض)

اسلامی تہذیب کی خصوصیت

اسلامی معاشرت جو بھی اختیار کریگا راحت وسکون کی زندگی بسر کریگا

معاشرت اس کو نہیں کہتے کہ تکلفات بھی ہوں اور تکبر کے سامان بھی ہوں کیونکہ تکبر اور تکلف تو معاشرت کی جڑیں اکھاڑتا ہے۔ اس لئے کہ متکبر دوسروں سے بڑا بن کر رہتا ہے پھر دوسروں کے ساتھ مساوات اور ہمدردی کہاں رہی۔

اسلام میں معاشرت کی تعلیم اس طرح دی گئی ہے کہ جس سے انسان میں تواضع پیدا

ہواور تجربہ کرلیا جائے کہ بغیر تواضع کے ہمدردی اور اتفاق پیدا نہیں ہوسکتا اور یہی معاشرت کی جڑ ہے۔ (تفصیل الدین)

(اسلامی معاشرت) پر عمل کرنے سے قومی اتفاق باقی رہتا ہے کیونکہ اتفاق کی جڑ صفائی قلب ہے اور صفائی قلب اس وقت تک باقی رہتی ہے کہ جب ایک سے دوسرے کو تکلیف نہ ہو۔

(مثال کے طور پر) مسئلہ استیذان (یعنی اجازت لے کر داخل ہونا اس حکم) پر عمل نہ کرنے سے بسا اوقات تکلیف ہوتی ہے اور تکلیف جوجب تکدر (دل کو گندا کرنے والی شئے) ہے اور تکدر نفاق اور اختلاف کو پیدا کرتا ہے اور جب اس مسئلہ پر عمل کیا جائے گا تو ہرگز یہ نوبت نہ آئے گی کیونکہ فرض کیجئے ایک شخص نے آپ سے اجازت چاہی آپ نے بے تکلف کہہ دیا کہ میں اس وقت کام میں ہوں یا آرام کرنا چاہتا ہوں چنانچہ جو تو میں اس مسئلہ کو برت رہی ہیں وہ اسی کی بدولت دیکھ لیجئے کس قدر آرام میں ہیں۔ (ضرورۃ العلم بالدین)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرتی زندگی

تاریخ شاہد ہے اور احادیث میں صحیح طریقہ سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس موٹا جھوٹا ہوتا تھا۔ آپ کے مکانات سب کچے تھے آپ اپنے پاس کچھ نہ رکھتے تھے یہ نہیں کہ آپ کے پاس مال نہ آتا تھا نہیں بعض جنگوں میں اتنا مال آیا کہ اس کا شمار نہ ہوسکتا تھا۔ بکریوں سے جنگل کے جنگل بھر گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب بکریاں ایک اعرابی (دیہاتی) کو اس کے سوال کرنے پر (اس کی ضرورت کی وجہ سے) عطا فرمادیں اور اونٹ اس قدر تھے کہ آپ نے کسی کو (۱۰۰) سو اور کسی کو (۲۰۰) دوسو عنایت فرمائے۔ جب بحرین کا جزیہ آیا تو اتنا روپیہ تھا کہ مسجد کے اندر سونے کا ڈھیر لگ گیا مگر آپ نے تھوڑی دیر میں سب کا سب صحابہؓ کو تقسیم کردیا اور اپنے واسطے ایک درہم بھی نہ رکھا۔

تو کیا بڑائی چاہنے والا یہ گوارا کرسکتا ہے کہ خود تو خالی رہے اور مخلوق کو مالا مال کردے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت یہ تھی کہ راستہ میں جب چلتے تھے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنے سے آگے چلنے کا حکم کرتے تھے اور خود پیچھے چلتے۔

بعض دفعہ کوئی صحابی سواری پر سوار ہوتے اور آپ ان کے ساتھ پیدل چلتے وہ اترنا

چاہتے اور آپ منع فرمادیتے۔

اکثر آپ اپنا سودا بازار سے خود لے آیا کرتے تھے۔ اگر کوئی شخص کسی کام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے امداد لینا چاہتا تو آپ کا ہاتھ پکڑ کر جہاں چاہتا لے جاتا اور آپ اس کا کام کر دیتے تھے۔

گھر میں آ کر آپ اپنے گھر کا کام بھی کرتے تھے۔ کبھی بکری کا دودھ خود نکال لیا۔ کبھی جوتہ اپنے ہاتھ سے گانٹھ لیا کبھی آٹا گوندھ دیا۔

آپ بعض دفعہ زمین پر بیٹھ جاتے۔ بوریا پر لیٹ جاتے تھے۔ جس سے آپ کے پہلو پر نشان ہو جاتے تھے۔

بعض دفعہ کسی یہودی کا آپ پر قرض ہوتا اور وہ تقاضا کرنے میں سختی کرتا برا بھلا کہتا اور حضرات صحابہ کو یہودی پر غصہ آتا اور وہ اس کو دھمکانا چاہتے تو آپ صحابہ کو منع فرماتے اور یہ ارشاد فرماتے کہ حق دار کو کہنے سننے کا حق ہے۔ (محاسن الاسلام)

اسلامی تہذیب وتمدن

ہم مسلمان کیسی راحت میں ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری سب مصلحتوں کی رعایت فرما کر ایسی جامع ومانع تعلیم ہم کو فرمائی ہے جس میں نقصان کا نام ونشان نہیں بلکہ راحت ہی راحت ہے۔

(مثلاً) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو سر منڈانے سے روک دیا ہے بس اس کے بعد کسی تجربہ کی ضرورت نہیں۔

اسی طرح ہر معاملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایسی تعلیم فرمائی ہے۔ جس میں تمام مصلحتوں کی رعایت ہے۔ ہم کو منافع حاصل ہونے اور نقصان دہ طریقوں سے بچنے کی دولت پہلے ہی سے حاصل ہے ہمیں ٹھوکریں کھانے کی کچھ ضرورت نہیں۔

بحمد اللہ آج تک کسی نے کسی شرعی تعلیم میں کوئی مضرت ثابت نہیں کی بلکہ سائنس دانوں کے کلام سے روز شب (رات دن) اسلامی تعلیمات کے فوائد ومنافع ہی ثابت ہوتے جاتے ہیں۔

(اے مسلمانو!) تم کیوں دوسری قوموں کے دستِ نگر بنتے ہو کس لئے ان کی تقلید

کے در پے ہو۔ آخر تمہارے گھر میں کیا نہیں ہے؟

واللہ تمام قوموں نے اسلام ہی سے تہذیب وتمدن سیکھا ہے اور ان کو اس کا اقرار ہے۔

اسلام میں تمام اسباب راحت کی تعلیم موجود ہے بلکہ اسباب کا جیسا سبب اسلام میں بتایا گیا ہے کسی مذہب میں (بھی) نہیں بتلایا گیا۔

شریعت نے دنیا وآخرت دونوں کی راحت کا طریقہ بتلایا ہے لیکن راحت دنیا کے طریقۂ تعلیم کا یہ مطلب نہیں کہ شریعت نے صنعت وحرفت کے طریقے بتلائے ہیں بلکہ صنعت وتجارت وغیرہ کا جو بھی منتہیٰ (اور مقصد) ہے شریعت نے اس کی تعلیم دی ہے یعنی دنیا کا لب لباب (اصل مقصد) راحت ہے کیونکہ تمام اسباب عیش سے راحت ہی مطلوب ہے سو راحت کا طریقہ شریعت سے بہتر کسی نے نہیں بتلایا۔

صاحبو! آپ نے مہذب ومتمدن مسلمان دیکھے نہیں ہیں بے تہذیبوں کو دیکھ کر آپ نے اسلامی تہذیب کو بدنام کیا ہے۔ اللہ کا شکر ہے دنیا میں ایسے لوگ بھی ابھی موجود ہیں جو اسلامی تہذیب سے آراستہ ہیں مگر وہ مشہور کم ہیں۔ اکثر گمنامی میں پڑے ہوئے ہیں پھر اسلامی تعلیم تو دنیا بھر کے سامنے موجود ہے اس کو دیکھ کر ہر شخص کو اسلامی تعلیم اور تہذیب وتمدن کا اندازہ ہو سکتا ہے گو ایک مسلمان بھی مہذب نہ ہو۔ (التبلیغ وعظ الاستماع والاتباع)

کھانا کھانے میں اسلامی تہذیب کا نمونہ

کھانے پینے میں اسلامی معاشرت سنیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان سے بھی اور کر کے بھی دکھایا ہے۔ فرماتے ہیں **انا آکل کمایاکل العبد.**

میں تو اس طرح کھانا کھاتا ہوں جس طرح غلام کھایا کرتا ہے۔ آپ کی عادت تھی کہ جھک کر اور رغبت کے ساتھ جلدی جلدی کھاتے تھے۔

مگر ہم لوگوں کی حالت یہ ہے کہ نہایت ناز وانداز سے کھاتے ہیں۔ یہ ساری باتیں اس وقت تک ہیں جب تک حقیقت منکشف نہیں ہوتی اور اگر حقیقت کھل جائے اور معلوم ہو جائے کہ احکم الحاکمین کے دربار سے ہم کو یہ چیز کھانے کو ملی ہے اور وہ ہم کو دیکھ رہے ہیں پھر خود بخود یہ طرز اختیار کرنا پڑے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے۔

ہم لوگ یہ بات نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دیکھتے تھے۔ (تفصیل الدین)

میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ اگر جارج پنجم (یا بادشاہ وقت) وزیر اعلیٰ یا گورنر) آپ کو امرود دے کر اپنے سامنے کھانے کا حکم دیں تو میں دریافت کرتا ہوں کہ اس کھانے کے لئے آپ میز کرسی کے منتظر ہوں گے؟ ہرگز نہیں اور اگر (بادشاہ یا وزیر اعلیٰ) کے اس دیئے امرود کی ایک قاش (پھانک) آپ کے ہاتھ سے گر جائے تو کیا اس کو زمین پر پڑا رہنے دیں گے اور بوٹ جوتہ سے فوراً سرکا دیں گے یا فوراً اٹھا کر کھالیں گے شاید صاف بھی نہ کریں۔

بتلایئے اس وقت کیا عمل کریں گے؟ یقیناً آپ فوراً اٹھا کر کھالیں گے تو یہاں بھی اس طریقہ سے عمل کیوں نہیں کیا جاتا۔ کیا نعوذ باللہ حق تعالیٰ کی عظمت (بادشاہ اور وزیر) سے بھی کم ہے ان کی دی ہوئی نعمتوں کے ساتھ اتنا بھی معاملہ نہیں کرتے۔

اور ایک سوال اس کے متعلق یہ ہے کہ اگر (بادشاہ یا وزیر) اس امرود کے کھانے کا حکم دیں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا تو آپ بتلائیں اس کو رغبت کے ساتھ کھائیں گے یا بلا رغبت کے کھائیں گے۔ ظاہر ہے کہ غایت درجہ کی رغبت کا اظہار کر کے کھائیں گے اور رغبت و پسندیدگی کے اظہار کے لیے اس کو اور جلدی جلدی کھائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

كان رسو ل الله صلى الله عليه وسلم يا كل اكلاً ذريعاً (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم رغبت کے ساتھ جلدی جلدی کھایا کرتے تھے)

اگر کوئی جاہل کہے کہ جلد بازی متانت و سنجیدگی کے خلاف ہے تو ہوا کرے مگر عشق تو خلاف نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ کا مشاہدہ تھا اس لئے ایسی صورت سے کھاتے تھے کہ بے رغبتی کی صورت ظاہر نہ ہو۔ حاصل یہ کہ بڑے کے مشاہدہ کے وقت تکبر نہیں رہتا اس لئے ایسے افعال ہی نہیں پیدا ہوتے جو تکبر پر دلالت کریں چاہے کھانا کھانے میں ہو یا مجلس میں جگہ دینے میں۔ (حقوق و فرائض)

اسلامی و غیر اسلامی تہذیب کا فرق

اور اسلامی معاشرت کی خوبی اور مسلمانوں کی بدحالی

درحقیقت آزادی شریعت کی معاشرت میں ہے کیونکہ اس میں ماذونات (جن باتوں

کی اجازت ہے) زیادہ اور ممنوعات وقیود (یعنی جو باتیں منع ہیں اور جن میں پابندیاں ہیں) وہ کم ہیں۔ برخلاف جدید معاشرت کے کہ اس میں سراسر تنگی ہی تنگی ہے۔ یہ لوگ اس وقت تک کھانا نہیں کھا سکتے جب تک کہ میز کرسی نہ ہو اور ہم لوگ پلنگ پر کھالیں بستر پر کھالیں بوری پر کھالیں ہمارے لیے کوئی قید نہیں بتلائیے آزادی کی حالت کون سی ہے؟

واللہ اس لباس سے زیادہ کیا جیل خانہ ہوگا جس میں کرسی کے آنے تک انسانوں کو مجرموں کی طرح کھڑا رہنا پڑے۔

حیرت کی بات ہے کہ آپ رات دن وسعت پکارتے ہیں اور علماء کو رائے دیتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ معاشرت میں تنگی نہ ہونی چاہیے اور طرزِ عمل یہ ہے کہ آپ نے ایسی معاشرت اختیار کر رکھی ہے جس میں سراسر تنگی ہے۔ آپ خود ہی تو ایک قاعدہ بناتے ہیں کہ وسعت ہونی چاہیے اور خود ہی اس کو توڑتے ہیں۔

جب اسلام میں معاشرت علی وجہ اتم (پورے طور سے) موجود ہے تو پھر دوسرے سے کیوں لیتے ہو؟ غیرت کا مقتضیٰ تو یہ تھا کہ اسلامی معاشرت ناقص بھی ہوتی جب بھی آپ دوسروں کی معاشرت نہ اختیار کرتے۔ اپنا پرانا کمبل دوسروں کی شال سے عزیز ہوا کرتا ہے نہ یہ کو دوشالے موجود ہوں اور تم اس کو اتار کر دوسروں کا پھٹا ہوا کمبل اوڑھتے ہو؟ (تفصیل الدین)

اسلام میں تو معاشرت ایسی ہے کہ کہیں بھی اس کی نظیر نہیں پھر کیا ضرورت ہے کہ ہم دوسروں کی معاشرت لیتے پھریں۔

دیکھئے شریعت کے احکام کو آپ نے چھوڑا اور دوسری قوموں نے ان کی خوبیاں دریافت کر کے ان کو اختیار کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج آپ بہت سے احکام کو اسلامی احکام نہیں سمجھتے بلکہ انگریزوں یا کسی دوسری قوم کی خصوصیات اور ان کی معاشرت سمجھتے ہیں اور ان سے لے کر عمل کرتے ہیں۔

مثلاً شریعت کا حکم یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے مکان خلوت (تنہائی کے مکان) میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک کہ صاحب مکان سے اجازت نہ لے لے۔ تجربات اور واقعات سے اس کی خوبی معلوم کر کے تمام متمدن قوموں نے اس پر عمل

شروع کردیا لیکن مسلمان اس کو یورپ کی معاشرت اوران کی خصوصیات سمجھتے ہیں۔ان کو یہ خبر نہیں کہ یہ حکم شریعت مطہرہ کا ہےاوردوسروں نے یہیں سے لیا ہے۔

اسی طرح اور دوسرے بہت سے مسائل ہیں کہ وہ ہمارے اسلام نے بتلائے تھے اور آج ہم نے ان کو چھوڑ دیا ہے اور دوسری قوموں نے ان پر عمل کیا ہے اوراب اگر ہم ان پر عمل کرتے ہیں تو دوسروں سے اخذ کر کے اوران کی چیز سمجھ کر عمل کرتے ہیں۔ (ضرورۃ العلم بالدین ملحقہ دین ودنیا)

جدید تہذیب کا ثمرہ

ایک صاحب میرے پاس مسجد میں تشریف لائے مگر کوٹ پتلون بوٹ جو تازیب تن تھا آ کر فرش کے باہر کھڑے ہو گئے وہ اس کے منتظر رہے کہ میں اٹھ کر ان کے پاس آ کر ان سے گفتگو کروں۔ دیکھئے یہ کون سی تہذیب ہے کہ جائیں تو خود ملنے کے لئے اوراس کے منتظر رہیں کہ یہ خود اٹھ کر ہمارے پاس آئے۔ یہ بھی تکبر کی فرع ہے۔

ایک اور صاحب میرے پاس مدرسہ میں تشریف لائے جن کا تمام جسم متصل واحد (ایک سا) تھا لکڑی کی طرح بندشوں میں کھینچا ہوا تھا وہ بھی تھوڑی دیر تو کھڑے رہے شاید کرسی کے منتظر ہوں گے مگر وہاں کرسی کہاں آخر مجبور ہو کر بیٹھنا چاہا تو دھم سے زمین پر گر پڑے اوراٹھنا بھی دشوار ہوا۔

اس فرعونی وضع کا جس میں کوئی راحت بھی نہیں۔ سبب تکبر ہی ہے کہ جہاں جائیں ان کے لئے کرسی منگائی جائے اور تا کہ ہر وقت فرعون کہلاتے رہیں۔ جھکنے کی بھی توفیق نہ ہو حتیٰ کہ کھانے کے وقت بھی جھکنا نہ پڑے اسی واسطے میز کرسی پر کھانا کھاتے ہیں حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں غلاموں کی طرح کھانا کھاتا ہوں۔ (حقوق وفرائض)

پرانی چیزیں بڑی آرام کی ہیں

فرمایا پرانی چیزیں بڑے آرام کی ہیں مثلاً یہ فرش ہے اس پر اگر دس کی جگہ گیارہ بارہ تیرہ آدمی بھی بیٹھ جائیں تب بھی تنگی نہیں ہوتی اوراگر کرسیاں ہوں تو ایک آدمی بھی زائد نہیں بیٹھ سکتا۔

اسی طرح بزرگوں کی پرانی باتیں دین ودنیا دونوں کی راحت کو جامع ہوتی ہیں آج

کل لوگوں کی باتیں چکنی چپڑی تو ضرور ہوتی ہیں لیکن ان میں نور نہیں ہوتا۔ (الافاضات الیومیہ)

ملاقات اور اندر داخل ہونے سے پہلے اجازت لینے کی ضرورت

مسئلہ استیذان کی تفصیل

معاشرت میں شریعت کی ایک تعلیم یہ بھی ہے کہ استیذان (اجازت لینے) کا حکم دیا ہے کہ بغیر اجازت کے کسی کے مکان کے اندر قدم نہ رکھو۔ (التبلیغ)

اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ دو موقع ہوتے ہیں ایک وہ موقع کہ قرائن (اور اندازہ) سے معلوم ہو کہ وہاں آنے کی عام اجازت ہے۔ ایسی جگہ تو بلا اجازت جانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

اور ایک وہ موقع ہے کہ کوئی آرام کے لئے بیٹھا ہو وہاں کسی کو آنے کی اجازت نہ ہو (اور اجازت نہ ہونا اس طرح معلوم ہوگا کہ) یا تو کسی کو بٹھلا دیا ہو یا کواڑ بند ہوں' یا پردے پڑے ہوں۔ اس وقت یہ بے تمیزی ہے کہ اندر گھس جائے پہلے اطلاع کرنا اور اجازت لینا چاہئے۔

استیذان کا (یہ طریقہ) شریعت ہی نے سکھایا ہے۔ قرآن کے اندر کھلا حکم ہے اور اس ایسی آزادی ہے کہ **ان قیل لکم ارجعوا فارجعوا**۔

یعنی اگر تم سے کہہ دیا جائے کہ اس وقت واپس جاؤ تو تم واپس چلے جاؤ۔

(حقوق وفرائض' کف الاذی)

استیذان کی حقیقت اور اس میں عام کوتاہی

معاشرت کے بعض اجزا کے متعلق تو بعض لوگوں کو یہ بھی خبر نہیں کہ یہ شریعت کا حکم ہے بھی یا نہیں بلکہ اکثر لوگ اس کو اسلام سے خارج سمجھتے ہیں جیسے استیذان کا مسئلہ۔ اس کو بہت سے لوگ نئی بات سمجھتے ہیں اور اگر کوئی شخص یہ قانون مقرر کر دے کہ جب کوئی ملنے آئے تو پہلے اطلاع کر دے تو اس کو بدنام کرتے ہیں کہ اس نے انگریزوں کا طریقہ اختیار کر لیا حالانکہ استیذان کا مسئلہ اسلام ہی سے سب نے سیکھا ہے۔ چنانچہ یہ حکم قرآن میں موجود ہے۔ حدیث میں موجود ہے اور سلف کا طرز عمل بھی یہی تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس پر عمل کر کے دکھلایا۔ البتہ اس کی

حقیقت سمجھ لیجئے کیونکہ جس طرح آج کل نوجوانوں نے طرز اختیار کیا ہے یہ انہوں نے اسلامی حکم کی اتباع کے لئے نہیں بلکہ اس میں بھی وہ دوسری قوموں کا اتباع کرتے ہیں۔

تو سن لیجئے کہ اسلام میں استیذ ان (اجازت لینے کے لئے) کارڈ بھیجنے کی ضرورت نہیں اور نہ ہر جگہ ہر مکان کے لئے اجازت مانگنے کی ضرورت ہے بلکہ جب قرائن سے یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص خلوت (تنہائی) میں بیٹھا ہے مثلاً دروازہ بند کر رکھے ہیں یا پردے پڑے ہوئے ہیں یا زنانہ مکان ہے تو اس وقت استیذ ان (اجازت لینے) کی ضرورت ہے اور اگر مردانہ مکان ہے اور دروازہ بند نہیں اور نہ پردے پڑے ہوئے ہیں تو بلا استیذ ان (اجازت لئے بغیر) اندر جانا جائز ہے مگر یہ کہ قرائن سے معلوم ہو جائے کہ اس وقت کسی ضروری کام میں مشغول ہے جس میں دوسروں کے آنے سے خلل ہوگا (تو ایسے وقت بھی اور جہاں استیذ ان کی ضرورت ہے وہاں استیذ ان کا یہ طریقہ ہے کہ پہلے جا کر سلام کرو۔ ''السلام علیکم'' پھر اپنا نام بتلا کر کہو کہ میں اندر آ سکتا ہوں؟ اگر وہ اجازت دے تو چلے جاؤ ورنہ تین دفعہ اس طرح کہہ کر لوٹ آؤ (تفصیل الدین ملحقہ دین و دنیا)

اجازت لینے کا طریقہ

حدیث میں ایک قانون مقرر کیا گیا ہے وہ یہ کہ تین دفعہ پکارو اگر کچھ جواب نہ ملے تو واپس ہو جاؤ۔

اور استیذ ان (اجازت لینے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر یہ احتمال ہو کہ سوتے ہوں گے تو اس طرح اجازت لو کہ اگر جاگتا ہو تو سن لے اور اگر سوتا ہو تو آنکھ نہ کھلے اور اس کی دلیل حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ (کف الاذیٰ)

صحیح مسلم میں حضرت مقدادؓ سے ایک طویل قصہ میں مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان تھے اور آپ ہی کے یہاں مقیم تھے۔ عشاء کے بعد اگر لیٹ رہتے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو چونکہ مہمانوں کے سونے اور جاگنے دونوں کا احتمال ہوتا تھا اس لئے سلام تو کرتے تھے کہ شاید جاگ رہے ہوں اور ایسا آہستہ سلام کرتے

کہ اگر جاگتے ہوں تو سن لیں اور اگر سوتے ہوں تو آنکھ نہ کھلے۔ (آداب معاشرت)

میں کہتا ہوں کہ اس کی ایک فرع یہ بھی ہے کہ اگر استیذان (اجازت لینے) میں سلام کرے تو اس طرح کرنا چاہئے کہ دوسرے شخص کو تکلیف نہ ہو۔ (کف الاذیٰ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے بھی اس حکم کو ظاہر فرمایا ہے چنانچہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن عبادہ کے گھر تشریف لے گئے اور تین دفعہ فرمایا "السلام علیکم ادخل؟" (اندر آجاؤں) حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تینوں دفعہ اس خیال سے خاموش رہے کہ اچھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بار بار سلام فرمائیں تو ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت زیادہ نصیب ہو۔ جب تیسری دفعہ کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام نہ کیا تو وہ گھر سے نکل کر دوڑے اور دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لئے جا رہے ہیں جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو مزید برکت حاصل کرنے کے لئے خاموش ہو رہا تھا آپ واپس کیوں چلے گئے۔ فرمایا کہ مجھ کو یہی حکم ہے کہ تین دفعہ سے زیادہ استیذان نہ کروں۔ غرض پھر آپ واپس تشریف لے آئے۔

اگر آج کوئی ایسا قانون مقرر کردے کہ اجازت لے کر آؤ اور تین دفعہ میں جواب نہ ملے تو واپس ہو جاؤ تو لوگ اس کو فرعون اور مغرور سمجھیں گے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اور حضرات سلف کا یہی طریقہ تھا اور تین دفعہ اجازت مانگنے پر اجازت نہ ملے تو وہ بخوشی واپس ہو جاتے تھے بالکل گرانی نہ ہوتی تھی۔ دیکھئے یہ صورت کیسی آسان ہے اور اس میں کس قدر مصلحتیں ہیں۔ مگر افسوس ہم لوگ اس کی قدر نہیں کرتے۔ ہماری شریعت ہر طرح سے مکمل ہے۔ (دین و دنیا وعظ تفصیل الدین)

اجازت لینے کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحابی کے یہاں مدینہ سے قبا تشریف لے گئے جو دو تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ وہاں پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مکان پر تین دفعہ "السلام علیکم ادخل" فرمایا یعنی کیا میں داخل ہو سکتا ہوں؟) یہ صحابی ہر

دفعہ سلام کا جواب آہستہ سے دیتے رہے زور سے جواب نہ دیا تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بار بار سلام فرمائیں اور آپ کی دعا سے برکت حاصل ہو(کیونکہ سلام ایک دعا ہی ہے) تین بار سلام کرنے کے بعد بھی جب اندر سے اجازت کا جواب نہ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینہ کی طرف لوٹنے لگے۔ دو میل جیسے آئے تھے ویسے ہی واپس چلے اور کسی قسم کا ملال وغیرہ کچھ ظاہر نہ کیا۔ یہ ہے مساوات کہ رسول بھی قانون پر عمل کرنے میں اپنے کو سب کا مساوی (برابر) سمجھتے ہیں۔ (تفصیل قصہ کتب حدیث میں مذکور ہے۔التبلیغ وعظ الیسیر للیسیر)

بعض لوگ گھر پر آ کر تقاضے پر تقاضا اور آوازیں دینا شروع کر دیتے ہیں یہ بھی تکلیف دینا ہے۔ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثر ھم لایعقلون۔

ترجمہ:۔ بیشک جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں ان میں اکثروں کو عقل نہیں۔ (حقوق وفرائض)

صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور تین دفعہ اسی طرح (سلام کر کے) واپس ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خادم سے فرمایا کہ میں نے ابوموسیٰ کی آواز سنی تھی ان کو بلا لاؤ۔ اس نے باہر آ کر دیکھا تو وہ واپس ہو چکے تھے آ کر عرض کیا تو فرمایا جہاں ہوں وہیں سے بلا لاؤ۔ جب وہ واپس تشریف لائے تو پوچھا کہ آپ واپس کیوں ہو گئے تھے؟ فرمایا کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی حکم فرمایا ہے کہ تین دفعہ سلام واستیذان کے بعد جواب نہ آئے تو واپس ہو جاؤ۔ (تفصیل الدین)

استیذان یعنی اجازت لے کر داخل ہونے کے مصالح وفوائد

استیذان (آنے کی اجازت چاہنا) یہ مسئلہ ایسا ہے کہ اس کے اندر بھی بڑی مصلحتیں ہیں۔ اس مقام کو شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے خوب لکھا ہے۔ ھو ازکیٰ لکم کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس سے ملاقات صاف رہتی ہے دل میں کدورت نہیں رہتی ورنہ اگر جا کر سونے والوں کو جگایا اور استیذان (اجازت لینے میں) اس کو تکلیف ہوئی یا تقاضا کر کے جا گھسے تو دل مکدر (خراب اور گندہ) ہو جاتا ہے اور ملاقات میں صفائی باقی نہیں رہتی۔ھو ازکیٰ لکم جو اس حکم کی

حکمت بیان کرنے کے لئے آیا ہے اس کی تفسیر یہ ہے کہ ملاقات صاف رہے گی۔ (تفصیل الدین)

اسی طرح اور احکام کو بھی اگر عمل میں لائیں تو کدورت ہو ہی نہیں سکتی تو شریعت نے ہر حکم کو ایسا رکھا کہ اس پر عمل کرنے سے آپس میں کدورت نہیں ہوسکتی اور ہر ایک کو دوسرے سے راحت پہنچے گی جس کی وجہ سے آپس میں محبت ہوگی اور اتفاق پیدا ہوگا۔

کامل اتفاق کی تعلیم اسلام نے دی ہے اگر اس کے احکام پر سب لوگ عمل کریں تو ضرور اتفاق ہوگا اور اتفاق ہی جڑ ہے تمدن کی۔ تو یہ تعلیم بھی ایسی خوبی کی حامل ہے کہ اس پر عمل کرنے سے دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی ہوگی۔ اصل مقصود تو حق تعالیٰ کی رضامندی ہے (لیکن اس کے نتیجہ میں) جنت بھی حاصل ہوگی اور تمدن کے مصالح بھی مرتب ہوں گے۔ (کف الاذیٰ)

آداب ملاقات

حاضری دینے اور ملاقات سے پہلے چند ضروری ہدایات

۱...... کسی کے پاس جانے میں اس کا خیال رکھے کہ اطلاع کر کے جائے (یعنی پہلے پروگرام معلوم کر کے اجازت کے بعد جائے)۔ (حقوق المعاشرت)

۲...... جہاں جانا چاہے پہلے وہاں کا قانون (اور دستور و معمول) معلوم کر لینا چاہئے۔ (الافاضات)

۳...... آدمی کو چاہئے کہ جہاں جائے اس کے اوقات کی تحقیق کر لیا کرے۔ مشرق، مغرب، شمال، جنوب کہیں بھی جائے سب کے ساتھ یہی معاملہ کرنا چاہئے یعنی ہر جگہ معمولات کی تحقیق کر لینا چاہئے۔ (حسن العزیز)

۴...... آدمی کو چاہئے کہ جب کسی کے پاس جائے تو اس کے حقوق کا پورا خیال رکھے۔ (الافاضات الیومیہ)

لوگ اپنی فرصت کا تو لحاظ کرتے ہیں مگر یہ نہیں سوچتے کہ آیا یہ وقت ان کی فرصت کا بھی ہے یا نہیں۔ (حقوق المعاشرت)

۵...... کوئی شخص کسی کے پاس ایسے وقت ملاقات کے لئے نہ جائے جس میں اس

نے خلوت (تنہا رہنے کا) قصد کیا ہو کیونکہ اس پر گرانی ہوگی۔ (کمالات اشرفیہ)

۶..... کسی کے پاس جاؤ تو سلام سے یا کلام سے یا سامنے بیٹھنے سے غرض کسی طرح اس کو اپنے آنے کی اطلاع کر دو اور بغیر اطلاع کے آڑ میں یا کسی ایسی جگہ مت بیٹھو کہ اس کو تمہارے آنے کی خبر نہ ہو کیونکہ شاید وہ کوئی ایسی بات کرنا چاہے جس پر تم کو مطلع نہ کرنا چاہتا ہو تو بغیر اس کی رضامندی کے اس کے راز پر مطلع ہونا بری بات ہے بلکہ اگر کسی بات کے وقت یہ احتمال ہو کہ تمہاری بے خبری کے گمان میں وہ بات ہو رہی ہے تو تم فوراً وہاں سے جدا ہو جاؤ یا اگر تم کو سوتا سمجھ کر ایسی کوئی بات کرنے لگے تو فوراً اپنا بیدار ہونا ظاہر کر دو۔ البتہ اگر تمہارے یا کسی اور مسلمان کے نقصان پہنچانے کی کوئی بات ہو رہی ہو تو اس کو ہر طرح سن لینا درست ہے تاکہ نقصان سے حفاظت ممکن ہو۔ (آداب زندگی)

۷..... جب کسی کے پاس ملنے یا کچھ کہنے جاؤ اور اس کو کسی کام کی وجہ سے فرصت نہ ہو مثلاً قرآن شریف کی تلاوت کر رہا ہے یا وظیفہ پڑھ رہا ہے یا قصداً تنہائی میں بیٹھا کچھ لکھ رہا ہے یا سونے کے لئے آمادہ ہے یا قرائن (وانداز) سے اور کوئی ایسی حالت معلوم ہو جس سے غالباً اس شخص کی طرف متوجہ ہونے سے اس کا حرج ہوگا یا اس کو گرانی و پریشانی ہوگی تو ایسے وقت میں اس سے سلام کلام نہ کرو یا تو چلے جاؤ اور اگر کوئی بہت ضروری بات ہو تو مخاطب سے پہلے پوچھ لو کہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں پھر اجازت کے بعد کہہ دو۔ اس سے تنگی نہیں ہوتی یا فرصت کا انتظار کرو جب اس کو فارغ دیکھو مل لو۔ (آداب زندگی)

۸..... اور جب کسی کے انتظار میں بیٹھنا ہو تو اس طرح مت بیٹھو کہ اس شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ تم اس کا انتظار کر رہے ہو اس سے خوامخواہ اس کا دل پریشان ہو جاتا ہے اور اس کی یکسوئی میں خلل پڑتا ہے بلکہ اس سے دور اور اس کی نگاہ سے پوشیدہ ہو کر بیٹھو۔ (آداب زندگی)

بزرگوں کی خدمت میں جانے میں بعض لوگوں کی زبردست غلطی اور ضروری تنبیہ

بعض لوگ بزرگوں کی خدمت میں جانے میں اپنی فرصت کا تو لحاظ رکھتے ہیں مگر یہ

نہیں سوچتے کہ آیا یہ وقت ان کی بھی فرصت کا ہے یا نہیں۔ چاہے وہ وقت آرام ہی کا ہو مگر ان کو اسی وقت تکلیف دی جاتی ہے۔

اور اکثر لوگ بزرگوں کے پاس جاتے ہیں اور ان کو کسی کام میں مشغول پاتے ہیں تو یہ چاہتے ہیں کہ ان کو اپنی طرف متوجہ کریں تو ایسی حرکتیں کرتے ہیں جس سے دل بٹ جائے۔ کرتے کیا ہیں بعض لوگ تو السلام علیکم کہہ کر پکارتے ہیں یاد رکھو جو شخص قرآن مجید پڑھتا ہو یا ذکر شغل میں مشغول ہو اس کو سلام مت کرو جا کر دیکھو وہ کس حالت میں ہے اگر وہ سلام کا موقع ہو تو سلام کرو ورنہ چپکے سے اس طرح بیٹھو کہ ان کو تمہارے آنے کی خبر بھی نہ ہو۔

اور بعض لوگ کیا کرتے ہیں کہ حلق سے کام لیتے ہیں یعنی کھانستے ہیں مطلب یہ ہے کہ ہم آئے ہیں وظیفہ چھوڑ کر ہم سے باتیں کرو۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جو شخص مشغول مع اللہ کو (یعنی جو شخص ذکر و تلاوت میں لگا ہو) اس کو اپنی طرف مشغول کرے اس کو اسی وقت اللہ تعالیٰ کی ناراضگی لاحق ہو جاتی ہے۔

اور بعض لوگ ہاتھ کی آہٹ سے کام لیتے ہیں بعض لوگ پیروں کو زمین پر مارتے ہیں جو شخص مشغول ہو اس کو جب معلوم ہوتا ہے کہ کوئی میرا منتظر ہے اس کا دل بٹ جاتا ہے اور دل پر بوجھ ہوتا ہے۔

اور بعض لوگ جو ادب سے کام لیتے ہیں وہ چپکے سے ایک جگہ بیٹھ جاتے ہیں مگر بیٹھتے ہیں ایسی جگہ کہ اس مشغول شخص کی نظر بار بار پڑے۔

یاد رکھو اگر انتظار کرنا ہو تو ایسی جگہ بیٹھو جہاں اس کو خبر بھی نہ ہو اور جب دیکھو اب فارغ ہو گئے ہیں اس وقت ملاقات کرو۔ ہاں خدانخواستہ اگر کوئی مرتا ہو یا کنویں میں گرتا ہو تو اس وقت وظیفہ تو الگ رہا فرض نماز کا توڑ دینا واجب ہے مگر غضب تو یہ ہے کہ معمولی بات کے لئے آکر حرج کراتے ہیں۔

میں صبح کے وقت اپنی مصلحت سے جنگل (سیر و تفریح کے لئے) جاتا ہوں بعض حضرات وہاں بھی پہنچتے ہیں۔ (یہ بڑی تکلیف دہ بات ہے)

بعض حضرات ایک اور حرکت کرتے ہیں وہ وہ ہیں جو ذرا بزرگ ہیں وہ یہ کرتے

ہیں کہ بیٹھ تو جاتے ہیں الگ ہی لیکن قلب سے اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں یاد رکھو اگر کسی کا شیخ صاحب کشف نہ ہو تو اس کا کچھ حرج نہیں اور اگر وہ صاحب کشف ہے تو اس کو ادراک ہوگا کہ کوئی شخص میری طرف متوجہ ہے اس کو اس سے تکلیف ہوگی۔ (اس لئے یہ طریقہ بھی غلط ہے)۔ (وعظ التہذیب ملحقہ حقوق وفرائض)

عام لوگوں کی زبردست غلطی اور ضروری تنبیہ

یہ بھی لوگوں میں اکثر مرض ہے کہ (ملاقات کیلئے) یا تو دوپہر کو آئیں گے یا عشاء کے بعد کہ تنہائی کا وقت ہے۔ تنہائی کو تو دیکھتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ اس سے کہیں دوسرے کو تکلیف نہ ہو۔ اس کی راحت میں خلل نہ ہو۔

سب سے بہتر یہ ہے کہ پہلے مزاج دیکھ لے بلکہ دریافت کر لے کہ آپ کو کس وقت ملنے میں سہولت ہے۔

مگر افسوس کہ ہم لوگوں میں تکلف بھر گیا ہے ہماری کسی بات میں سادگی نہیں ہے بس اپنی فرصت کا وقت دیکھ کر آئیں گے اور وہاں جا کر گھنٹے لگا دیں گے اور کچھ کہنا بھی نہیں ہوتا۔ یوں ہی ادھر ادھر کی باتیں کرنے کا جا بیٹھتے ہیں انگریزوں کے یہاں لوگ جاتے ہیں تو وہ پوچھتے ہیں کہ کیا کہنا ہے اور ہمارے یہاں اگر یہ بات پوچھی جائے تو بہت برا مانتے ہیں کہ ہم سے پوچھتے ہیں کہ کیا کہنا ہے کہنا کیا ہوتا بیٹھنے کے لئے آئے ہیں اور اگر کہا جاتا ہے کہ جایئے آرام کیجئے میں بھی سوتا ہوں تو کہتے ہیں کہ تکلیف کی کیا بات ہے، ہم بیٹھے ہیں آپ آرام کیجئے۔ حالانکہ ایسی حالت میں راحت نہیں ہوتی کیونکہ بعض لوگوں سے لحاظ ہوتا ہے تو ان کے سامنے آرام نہیں کر سکتے تو ایسے لوگوں کے دیر تک بیٹھنے سے گرانی اور تکلیف ہوتی ہے۔

یہی راز ہے مریض کی عیادت کے متعلق حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ **فلیخفف الجلوس** (کہ تھوڑی دیر بیٹھے) کیونکہ دیر تک بیٹھنے سے مریض کو تکلیف ہوگی۔ بعض لوگ تو ایسے بے حس ہوتے ہیں کہ وہ کسی طرح اٹھتے ہی نہیں۔

ایک مرتبہ میں سفر میں عشاء کے بعد آرام کرنے کے لئے لیٹا تو چند لوگ آ کر بیٹھ گئے اور باتیں شروع کر دیں جب بہت دیر ہوگئی تو میں نے کہا آرام کیجئے مگر پھر بھی نہیں

مانے آخر مجھے بے مروتی کرنی پڑی۔ میں نے کہا مجھے اس سے تکلیف ہوتی ہے تو کہنے لگے تکلیف کی کیا بات ہے میں نے کہا یہ وقت مباحثہ کا نہیں ہے کہ تکلیف کی کیا بات ہے۔

ایک صاحب عین دوپہر کے وقت حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس آئے تھے حضرت کو سخت تکلیف ہوتی تھی مگر خوش اخلاقی اور لحاظ کی وجہ سے کچھ نہ فرماتے۔ حضرت کی نیند ضائع ہوتی۔ ایک مرتبہ دوپہر کو آئے آنکھوں میں نیند تھی بیٹھے ہوئے جھوم رہے تھے مگر کچھ فرماتے نہ تھے اگلے دن پھر وہی صاحب تشریف لائے حضرت نے تو اس روز بھی کچھ نہ کہا مگر حافظ ضامن صاحب نے خبر لی۔ اس شخص کو سختی سے ڈانٹا کہ تمہیں شرم نہیں آتی خود تو رات بھر جورو کی بغل میں پڑے سوتے رہتے ہو اور اللہ والے جو رات کو جاگتے ہیں اور دوپہر کو ذرا ان کے آرام کا وقت ہوتا ہے اس وقت تم ان کو پریشان کرنے آجاتے ہو۔ خبردار جو آئندہ اس وقت آئے تو ٹانگیں ہی توڑ دوں گا۔

حضرت حافظ صاحب کی یہ سختی ضرورت کی وجہ سے تھی بعض اوقات اخلاق کی اصلاح بجز سیاست اور سختی کے نہیں ہوتی۔ اب لوگ کہتے ہیں کہ بعض بزرگ سخت مزاج ہوتے ہیں تو وہ سخت مزاج نہیں ہوتے مگر ان کو سخت مزاج کر دیا جاتا ہے۔

ساری خرابی یہ ہے کہ کسی کو اس بات کا خیال نہیں ہوتا کہ کسی کو تکلیف ہوگی۔ (الغرض لوگوں میں یہ مرض عام ہے کہ) بزرگوں کے یہاں جانے میں ایسی بے احتیاطی کرتے ہیں کہ ان کو تکلیف ہوتی ہے۔ مثلاً جانے کے وقت اپنی فرصت کا تو لحاظ کرتے ہیں مگر یہ نہیں سوچتے کہ آیا یہ وقت ان کی فرصت کا بھی ہے یا نہیں۔ چاہے وہ وقت آرام کا ہو مگر ان کو اسی وقت جا کر تکلیف دی جاتی ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ اتنی دیر بیٹھتے ہیں کہ ان کے آرام کا سارا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ ان جانے والے صاحب کا تو کوئی نقصان نہ ہوا مگر اگلے آدمی کو جو اذیت پہنچتی ہے وہ کس مد میں ہے یہ تو نہایت بے تمیزی اور حماقت ہے۔ اگر اتفاق سے (کبھی کسی شدید ضرورت سے) ایسے وقت جانا ہو تو نہایت اختصار کرنا چاہئے تھوڑی دیر بیٹھے جہاں تک ہو سکے مجلس کو مختصر کرنا چاہئے تاکہ تکلیف نہ ہو خلاصہ یہ کہ باہمی معاشرت میں اس کا خیال رہے کہ سب کو راحت اور نفع پہنچے اور کسی کو مضرت اور تکلیف نہ پہنچے۔ کوئی بات ایسی نہ کرنی چاہئے جس سے دوسرے کو

تکلیف ہو۔شریعت کی یہی تعلیم ہے مگر ہم کو خبر نہیں اور ان امور میں سلیقہ اہل اللہ کی صحبت سے (اوران کی اصلاحی باتوں کو سننے اور پڑھنے) سے حاصل ہوتا ہے۔ (کف الاذیٰ حقوق المعاشرت)

پہلی مرتبہ ملاقات کرنے اور حاضری دینے کا طریقہ

ا...... ابتدائی ملاقات کا طریقہ یہ ہے کہ پہنچنے کے بعد جلد ہی ملاقات کر لینی چاہئے لیکن اسلام ومصافحہ کے وقت اس کا لحاظ کر لینا چاہئے کہ (وہ بزرگ جن کی خدمت میں حاضری دی ہے) باتوں میں مشغول نہ ہوں اور ہاتھ بھی مصافحہ کے لئے خالی اور وہ آرام نہ فرما رہے ہوں وغیرہ وغیرہ۔غرض موقع ومحل دیکھ کر ملاقات کر لینا بہر حال ضروری ہے۔اگر مشغول دیکھیں تو بیٹھ جانا چاہئے۔انتظار میں کھڑا نہ رہنا چاہئے کیونکہ یہ تقاضے کی صورت ہے جس سے قلب پر بار ہوتا ہے۔

اگر حاضری سے پہلے خط وکتابت ہو چکی ہو (جس میں حاضر ہونے کی اطلاع یا اجازت کا ذکر ہو) تو سب سے اخیر والا خط بھی پیش کر دیا جائے (انفاس عیسیٰ)

کسی ضرورت سے کوئی حاجت لے کر کہیں جائے تو موقع پا کر فوراً اپنی بات کہہ دے انتظار نہ کرائے۔بعض آدمی پوچھنے پر تو کہہ دیتے ہیں کہ صرف ملنے آئے ہیں اور جب وہ بے فکر ہو گئے اور موقع بھی نہ رہا تو اب کہتے ہیں کہ ہم کو کچھ کہنا ہے اس سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ (آداب زندگی)

۳......اگر کہیں جائے اور صاحب خانہ سے کوئی حاجت یا فرمائش کرنا ہو تو اس کو جاتے ہی ظاہر کر دو تا کہ اس شخص کو (اس کام کو) پورا کرنے کا وقت ملجائے۔بعض آدمی عین رخصت ہونے کے وقت فرمائش کرتے ہیں تو اس میں صاحب خانہ کو بہت تنگی پیش آتی ہے۔وقت تھوڑا ہوتا ہے کیونکہ مہمان جانے کو تیار ہے اور اس تھوڑے وقت میں اس کام کی اس کو مہلت نہ ہو وہ خود کسی ضروری کام میں مشغول ہو پس نہ تو اس کام کا حرج گوارا ہوتا ہے اور نہ اس کی درخواست کا رد کرنا گوارا ہوتا ہے۔اس سے اس کو بہت تنگی پیش آتی ہے تو ایسا کام کرنا جس سے دوسرے شخص کو تنگی ہو جائز نہیں۔ (آداب زندگی)

۴......میزبان سے کسی ایسی چیز کی فرمائش نہ کرو جس کا پورا کرنا مشکل ہو۔کسی بزرگ سے تبرک مانگنے میں بھی اس کا لحاظ رکھو کہ وہ چیز ان بزرگ سے بالکل زائد ہو۔ (آداب زندگی)

مہمان اگر اپنا تعارف نہ کرائے تو میزبان کو خود دریافت کرلینا چاہئے

جب کوئی نیا آدمی آتا تو فطری طور پر یہ خیال ہوہے کہ کون ہے کہاں سے آیا ہے، آنے کی کیا غرض ہے (اس لیے) ہر شخص کو چاہیے کہ جب وہ کسی نئی جگہ جائے جو اس کا انتظار نہ کرے کہ میزبان مجھ سے دریافت کرے گا تب میں اپنا تعارف کراؤں گا۔ بلکہ ملاقات کے وقت خود ہی اپنا ضروری تعارف کرادے۔ اور جس غرض سے آنا ہوا ہے اس کو ظاہر کردے۔ البتہ میزبان کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ ان باتوں کے ظاہر کرنے کا وقت اور موقع دے۔ مثلاً ملاقات کے وقت اپنا شغل چھوڑ دے۔ (افاضات الیومیہ)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں پہلے ضابطہ تھا کہ جب کوئی نیا شخص آئے تو بغیر سوال کیے ہو خود بتادے کہ میں فلاں ہوں، فلاں جگہ سے آیا ہوں، اور فلاں مقصد سے آیا ہوں لیکن جب حضرت والا کی نظرِ مبارک سے یہ حدیث گزری کہ **بالداخل وهشة فتلقونه بمرحبا**۔ (للدیلمی) ''آنے والے کو اجنبیت کی وجہ سے ایک قسم کی حیرت زدگی یعنی بدحواسی ہوتی ہے اس کو آؤ بھگت کے ساتھ لیا کرو۔'' تاکہ اس کی طبیعت کھل کر مانوس ہو جائے۔

حضرت (تھانویؒ نے) فرمایا کہ یہ حدیث میری نظر سے اس وقت گزری جبکہ میری عمر ۷۱ رسال کو پہنچ گئی اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کی برکت سے مجھے توفیق عطاء فرمائی کہ اب آنے والے سے میں خود اس کا مقام اور اس کے آنے کی غرض اور اس کا مشغلہ پوچھ لیا کرتا ہوں، اس سے ضروری حالت معلوم ہو جاتی ہے اور وہ مانوس ہو جاتا ہے۔ (معرفت الٰہیہ افادات شاہ عبدالغنی صاحبؒ)

متفرق ضروری آداب

۱- اگر کسی سے ملنے جاؤ تو بغیر اطلاع واجازت اس کے مکان میں مت جاؤ۔ اگرچہ وہ مکان مردانہ ہی ہو اور تین بار پکارنے سے اجازت نہ ملے تو واپس چلے جاؤ البتہ اگر کوئی شخص عام مجلس میں بیٹھا ہے اس کے پاس جانے کے لیے اجازت لینے کی حاجت نہیں۔ (تعلیم الدین)

۲- عام بیٹھک (مجلس) میں اگرچہ بلا اطلاع کے جانا جائز ہے مگر خاص خلوت کے اوقات میں وہاں بھی نہ جانا چاہیے شاید تکلیف ہو یا گرانی ہو۔ (حقوق المعاشرت)

۳- پکارنے پر (اجازت لیتے) وقت اگر مکان والا پوچھے کون؟ تو یوں نہ کہو کہ میں ہوں بلکہ اپنا نام بتاؤ کہ مثلاً زید ہے۔ (تعلیم الدین)

۴- اپنے گھر کے اندر بھی بے پکارے اور بے بلائے مت جاؤ شاید کوئی بے پردہ ہو۔ (تعلیم الدین)

بعض لوگ اپنے گھروں میں بے پکارے چلے جاتے ہیں بڑی گندی بات ہے نہ معلوم گھر کی عورتیں کس حال میں ہیں یا محلّہ کی کوئی عورت گھر میں موجود ہو اس لئے اجازت لے کر گھر میں داخل ہونا چاہیے۔ (افاضات الیومیہ)

۵- جب کسی سے ملنا ہو کشادہ روئی (یعنی خندہ پیشانی) سے ملو بلکہ تبسم (یعنی ظاہری خوشی اور بشاشت) کے ساتھ ملنا مناسب ہے۔ (تعلیم الدین)

۶- جب نئی جگہ جاؤ تو یہ چند باتیں پہنچتے ہی کہہ دینی چاہیے کہ کون ہوں کہاں سے آیا ہوں، کیوں آیا ہوں۔ (افاضات الیومیہ)

۷- جس سے ملنے جاؤ اگر وہ کسی کام میں لگا ہو تو جاتے ہی اس سے اپنی بات مت شروع کر دو بلکہ موقع کا انتظار کرو جب وہ تمہاری طرف متوجہ ہوں تب کرو۔ (آداب المعاشرت جدید اضافہ شدہ)

۸- بہتر یہ ہے کہ پہلے موقع و مزاج دیکھ لیں بلکہ دریافت کر لیں کہ آپ کو کس وقت ملنے میں سہولت رہے گی (مجھے یہ کام ہے)۔ (کف الاذی)

۹- ہم لوگوں کی معاشرت نئے طرز کی ہو گی ہے اگر مہمان سے قیام کی مقدار پوچھی جائے تو اس کو خلاف تہذیب سمجھا جاتا ہے۔ (حسن العزیز)

ایک سبق آموز واقعہ

ایک مال دار صاحب کلکتہ سے دیوبند اور دیوبند سے ایک مولوی صاحب کو ساتھ لے کر تھانہ بھون حاضر ہوئے۔ مولوی صاحب نے ان صاحب کی غیر موجودگی میں حضرت سے عرض کیا کہ یہ بہت بڑے مال دار شخص ہیں کلکتہ میں مسلمانوں کے اندر ان کی ایک ممتاز ہستی ہے۔ حضرت والا سے بعض ضروری باتوں کے متعلق مشورہ کی غرض سے کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت والا نے فرمایا کہ ان سے تو جب گفتگو ہو گی ان کو مشورہ دیا ہی جائے گا مگر ان سے پہلے بغرض خیر خواہی آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ آپ کو ان کے ساتھ آنے کی کون سی

ضرورت تھی۔ جب کلکتہ سے دیو بند تک خود آ گئے تو تھانہ بھون آنا کون سا مشکل تھا۔

میں اہلِ علم کے لئے ایسی باتوں کو پسند نہیں کرتا۔ یہ اہلِ دنیا خصوصاً مالدار اہلِ دین اور اہل علم کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس لئے اہلِ علم کو ہرگز ان کی چاپلوسی نہیں کرنی چاہیے۔ منہ بھی نہیں لگانا چاہیے (اگر معلوم ہو جائے کہ یہ اہلِ علم کی تحقیر ہے)

اب آپ کے ساتھ ہونے کی وجہ سے مجھ کو ان کی بعض رعایتیں کرنی پڑیں گی۔ آپ کے ساتھ نہ ہوتے تو جو وقت کی مصلحت وضرورت سمجھتا وہ ان کے ساتھ برتاؤ کرتا۔ آئندہ ایسی بات کا آپ کو خیال رکھنا چاہیے جو آپ کو مشورہ دے رہا ہوں اس میں بڑی مصلحت اور حکمت ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت)

مہمانوں کو ضروری ہدایات وتنبیہات

اطلاع کے مطابق وقت مقررہ پر ضرور پہنچ جانا چاہیے۔

بعض مہمان یہ کوتاہی کرتے ہیں کہ اپنے آنے کی اطلاع تو دے دی مگر اس مقررہ وقت پر پہنچتے نہیں وہ بے چارہ اسٹیشن پر آیا ہوا انتظار کر رہا ہے۔ کرایہ دیا، وقت صرف کیا، کھانا پکوایا اور یہ نواب صاحب ذرا سی رائے بدلنے سے یا کسی دوسرے میزبان کے اصرار سے رک گئے۔

بعض اوقات وہ کئی کئی وقت اس طرح تکلیف اٹھاتا ہے اور ان کو یہ بھی توفیق نہیں ہوتی کہ وقت مقررہ آنے سے پہلے دوبارہ اس کو اطلاع کر دیں خوب یاد رکھو یہ سب باتیں اسلام کے خلاف ہیں۔ لوگ ان باتوں کو سرسری سمجھتے ہیں۔ حدیث میں ہے **المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده۔**

ترجمہ:۔ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

مشکل یہ کہ آج کل بزرگی تسبیح پڑھنے کا نام رہ گیا کسی کی راحت وکلفت کی پرواہ ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس خاص کوتاہی میں بہت سے ثقہ (بزرگ) اور اہل علم بھی مبتلا ہیں۔ (اصلاح انقلاب)

ناوقت پہنچنے کی صورت میں اپنے کھانے کا خود انتظام کرنا چاہیے یا کھانا کھا کر جانا چاہیے

بعض لوگ یہ کوتاہی کرتے ہیں کہ میزبان کو اپنے آنے کی اطلاع کیے بغیر بے وقت پہنچ جاتے

ہیں کہ اس وقت اس کو کھانا تیار کرانے میں کلفت ہوتی ہے اور اگر (گاڑی) پہنچنے کا وقت ہی بے وقت ہو تو چاہیے کہ کھانے کا انتظام پہنچنے کے وقت اپنے طور سے کرلیں اور فارغ ہو کر وہاں جائیں اور جاتے ہی اطلاع کر دیں۔ (اصلاح انقلاب) (کہ ہم لوگ کھانا کھا کر آئے ہیں کھانے کی زحمت نہ فرمائیں)

کافی لوگ اچانک کسی کے یہاں جائیں تو کھانے کا انتظام خود کر کے جانا چاہیے

دہلی کے جلسہ میں جانے کے لیے بارہ یا پندرہ حضرات تیار تھے (حضرتؒ نے) فرمایا کہ سب لوگ مولانا ہی کے ذمہ جا کر پڑیں گے (ان کے اوپر کافی بار ہوگا اور انتظام کرنے میں وہ بڑے پریشان ہو گے) اس کا اچھا طریقہ یہ ہے کہ کھانا یہاں سے تیار کر کے لے چلیں اور وہاں پہنچ کر اس کی اجازت لے لیں (پھر سب لوگ مل کر کھالیں) (حسن العزیز)

اسلامی تہذیب حصہ اوّل

آداب سلام

۱......آپس میں سلام کیا کرو اس سے آپس میں محبت بڑھتی ہے۔

۲......سلام میں جان پہچان والوں کو تخصیص مت کرو جو مسلمان مل جائے اس کو سلام کرو۔

۳......سوار ہونے والے کو چاہیے کہ پیدل والے کو سلام کرے اور چلنے والا بیٹھنے والے کو اور تھوڑے آدمی زیادہ آدمی کو اور کم عمر والا زیادہ عمر والے کو۔

۴......جو شخص پہلے سلام کرتا ہے اس کو زیادہ ثواب ملتا ہے۔

۵......اپنے گھر جا کر گھر والوں کو سلام کیا کرو۔

۶......اگر کئی لوگوں میں سے ایک شخص سلام کرے تو سب کی طرف سے سلام کافی ہے۔ اسی طرح کئی لوگوں میں ایک شخص جواب دے دے تو کافی ہے۔ (تعلیم الدین)

سلام کرنے اور جواب دینے کا طریقہ

۱......سلام اس طرح کیا کرو ''**السلام علیکم**'' اور جواب اس طرح دیا کرو

''وعلیکم السلام'' (آداب المعاشرت جدید بہشتی زیور)

۲...... جو کوئی دوسرے کا سلام لائے تو یوں جواب دو۔ ''وعلیکم وعلیهم السلام''

۳...... جب آنے والا سلام کرے تو جواب دینے والے کو چاہیے کہ قولاً (یعنی زبان سے) جواب دے۔ (سر یا ہاتھ کے اشارہ پر اکتفا نہ کرے) اور احسان کا بدلہ اچھا اس وقت ہوتا ہے جب کہ احسان سے کچھ زائد ہو۔ یعنی جواب سلام سے اچھا ہونا چاہیے۔ اگر اس نے ''السلام علیکم'' کہا ہے تو جواب دینے والا ''وعلیکم السلام ورحمة الله'' کہے بلکہ وبرکاته بڑھادے تو اور بھی اچھا ہے۔ (مجالس الحکمۃ)

۴...... دریافت کیا گیا کہ خطوط کے اندر جو سلام لکھا ہوا آتا ہے مثلاً لکھتے ہیں السلام علیکم تو اس کے جواب میں وعلیکم السلام لکھنا چاہیے یا السلام علیکم لکھ دینا کافی ہے؟ فرمایا فقہا نے دونوں کو کافی لکھا ہے۔

سلام کا جواب اتنی زور سے دینا چاہیے کہ سلام کرنے والا جواب سن سکے

سوال:۔ سلام کا جواب اگر آہستہ دیا جائے کہ سلام کرنے والا نہ سن سکے تو جواب ادا ہو گیا یا سنانا بھی ضروری ہے؟

جواب:۔ اعلام (یعنی سلام کرنے والے کا جواب پر مطلع کرنا) ضروری ہے اگر قریب ہو تو سنانے کے ذریعہ سے اور اگر دور ہو رہے یا گونگا ہو تو زبان کے جواب کے ساتھ ہاتھ سے اشارہ بھی کرے۔ (امداد الفتاویٰ تسہیل)

بجائے سلام کے آداب یا سلام مسنون لکھنا

۱...... فرمایا بجائے سلام کے آداب کہنا یا لکھنا بدعت ہے کیونکہ یہ تغیر مشروع ہے۔ (یعنی شریعت کو بدلنا ہے) البتہ بعد سلام کے اس قسم کے ادب کے کلمات لکھنے کا مضائقہ نہیں۔ (کمالات اشرفیہ۔ حسن العزیز)

۲......اگر خط میں کوئی یہ لکھے کہ ''بعد سلام مسنون عرض ہے'' تو چونکہ شریعت میں یہ صیغہ سلام کا نہیں بلکہ السلام علیکم ہے۔ اس لئے صیغہ سے سلام کا جواب دینا واجب نہ ہوگا۔ سلام کا جواب جب ہی واجب ہوگا جب اصل صیغہ سے سلام ہو۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ (الافاضات الیومیہ)

خطوط میں لکھے ہوئے سلام کا حکم

۱......خطوط میں جو سلام لکھا ہوا آتا ہے اس کا جواب دینا واجب ہے خواہ خط میں لکھے یا زبانی جواب دے دے۔ (ملفوظات اشرفیہ حسن العزیز)

۲......بعض بچوں کی طرف سے خطوں میں جو سلام لکھا ہوا آتا ہے تو عام طور سے عادت یہ ہے کہ اس سلام کے جواب میں صرف دعا لکھ دیتے ہیں مگر میرے نزدیک اس سے جواب ادا نہیں ہوتا۔ اس لیے سلام اور دعا دونوں لکھتا ہوں۔

۳......لیکن اگر وہ سلام بچے نے نہ لکھوایا ہو یا کسی بڑے نے اس کی طرف منسوب کر دیا ہو تو اس کا جواب ہی واجب نہیں۔ (افاضات الیومیہ)

۴......میں بچوں کے خط میں دعا بھی لکھ دیتا ہوں ان کی دل جوئی کے لئے مگر پہلے سلام بھی لکھ دیتا ہوں کیونکہ یہ سنت ہے۔ سلام کو نہیں چھوڑتا عبارت کی ترتیب یہ ہوتی ہے ''السلام علیکم بعد دعاء کے واضح ہو''۔ (الحق)

۵......اگر کسی سے وعدہ کرلے کہ تمہارا سلام پہنچاؤں گا تو سلام پہنچانا واجب ہو جاتا ہے ورنہ نہیں۔

استیذان یعنی اجازت لینے میں اختیار ہے

خواہ کسی زبان ومحاورہ میں ہو لیکن سلام کے الفاظ نہیں بدلنا چاہیے

استیذان (یعنی اجازت لینے) کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے باہر کھڑے ہو کر سلام کرے پھر اجازت مانگے خواہ عربی میں مانگے یا اردو میں، خواہ دلی کی زبان میں یا لکھنؤ کی زبان میں مگر ایسا لفظ ہو جس سے دوسرے کو معلوم ہو جائے کہ اجازت مانگ رہا ہے۔

مگر سلام کے الفاظ شریعت کے خلاف نہ ہوں کیونکہ یہ تغییر مشروع ہے جو کہ بدعت

ہے۔ جیسے بعض جگہ آداب وتسلیمات کا رواج ہے (یا بہت سے لوگ گوڈ مورننگ یا ٹاٹا وغیرہ کہتے ہیں یہ سب غیر اسلامی طریقہ اور غلط ہے) (آداب المعاشرت جدید۔کمالات اشرفیہ)

سلام وکلام میں بھی ہمارے بھائیوں نے دوسروں کا طریقہ اختیار کرلیا ہے گویا شریعت کی معاشرت کو بالکل چھوڑ دیا کوئی ٹوپی اتار کر سلام کرتا ہے کوئی انگریزی لفظوں میں سلام کرتا ہے کوئی آداب کہتا ہے۔ (تفصیل الدین ملحقہ دین ودنیا)

سلام کرنے کا لب ولہجہ اور انداز

۱......شریعت نے صیغہ سلام یعنی (السلام علیکم) کے لفظ میں چھوٹے بڑے میں کچھ تفریق وتفصیل نہیں رکھی۔ ہاں لہجہ میں فرق ہونا چاہیے کیونکہ یہ عظمت وادب میں داخل ہے جس کی شریعت میں تعلیم ہے۔

جس کی ایک فرع یہ بھی ہے کہ چھوٹا بڑے کے سامنے دبی ہوئی آواز اور نیاز مندانہ لہجہ سے بولے اور سلام ہی پر یہ موقوف نہیں ہے بلکہ ہر قسم کے کلام میں اس کا خیال رکھے۔
(وعظ اوج قنوج ملحقہ حقیقت تصوف وتقویٰ)

۲......چھوٹوں کے سلام میں بھی بڑوں کے لیے وہی لفظ وصیغہ سلام (یعنی السلام علیکم) ہے ہاں لہجہ میں فرق ہونا چاہیے کہ چھوٹے نیاز مندی کے لہجہ میں سلام کریں اور بڑے ان کو حقیر نہ سمجھیں۔ (اوج قنوج حسن العزیز)

۳......باپ کو بیٹا ایسے لہجہ میں سلام کرے کہ سلام کے لہجہ سے معلوم ہو جائے کہ سلام کرنے والا بیٹا ہے۔ اس میں کون سے حرج اور کون سی تحقیر کی بات ہے۔

۴......بعض لوگ کچھ ایسی ادا سے اور ایسے لب ولہجہ سے سلام کرتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا محبت ٹپکی پڑتی ہے۔ بعض اوقات کسی کے فقط سلام کرنے سے عمر بھر کے لیے محبت ہوگئی۔ (آداب المعاشرت اضافہ شدہ)

متفرق آداب

۱......جب مجلس جمی ہوئی ہو اور گفتگو ہو رہی ہو تو سلام نہیں کرنا چاہیے۔ بعض لوگ بیچ میں

السلام علیکم کہہ کر لٹھ سا مار دیتے ہیں جس سے گفتگو کا سارا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور تمام مجمع پریشان ہو جاتا ہے۔ یہ آداب مجلس کے خلاف ہے اس سے دوسروں کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ (حسن العزیز)

۲...... اگر مجلس میں کوئی خاص گفتگو ہو رہی ہو تو نئے آنے والے کہ یہ چاہیے کہ خواہ مخواہ سلام کر کے اپنی طرف متوجہ کر کے سلسلہ گفتگو میں مزاحم نہ ہو بلکہ یہ کرنا چاہیے کہ چپکے سے نظر بچا کر بیٹھ جائے۔ پھر موقع پا کر سلام وغیرہ کر سکتا ہے۔ (آداب المعاشرت جدید)

۳...... جب گفتگو میں کوئی مشغول ہو تو آنے والے کو چپکے بیٹھ جانا چاہیے یہ نہیں کہ بیچ میں سلام کر کے لٹھ سا مار دیا اور مصافحہ کرنے لگے۔ یہ بدتہذیبی کی بات ہے اور تکلیف کا سبب ہے۔ (کمالات اشرفیہ)

۴...... ایک سمجھ دار آدمی یہاں آتے ہی چپکے بیٹھ جاتے ہیں سلام بھی نہیں کرتے ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ تم بڑے بدتہذیب ہو کر بلا سلام کئے آ کر بیٹھ جاتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ تم بڑے بدتہذیب ہو کہ کام کے وقت سلام کر کے حرج کرتے ہو فقہا نے ایسے وقت اوقات میں سلام کرنے کو مکروہ فرما دیا ہے۔ (آداب المعاشرت جدید)

سلام کرنے میں ہاتھ اٹھانا یا جھک کر سلام کرنا

فرمایا سلام کے وقت جو اکثر لوگوں کی عادت ہاتھ اٹھانے کی ہے اس کا ترک کرنا میرے نزدیک ضروری ہے کیونکہ سلام کے ادا ہونے میں تو ہاتھ اٹھانے کو کوئی دخل نہیں بس ہاتھ اٹھانا محض تعظیم کے لئے ہے اور غالباً اس کی اصل یہ ہے کہ بعض سلاطین نے اپنے سلام کے لئے سجدہ تجویز کیا تھا۔ چند روز تک تو وہ سجدہ اپنی اصلی ہیئت پر رہا۔ پھر چونکہ ہر وقت زمین پر جھکنے میں ایک گونہ تکلف تھا اس لئے کفِ دست (یعنی ہاتھ کی ہتھیلی) کو زمین کے قائم مقام کر کے اس پر پیشانی رکھنا اور کچھ جھکنا شروع کر دیا چنانچہ یہ رسم آج تک اسی ہیئت سے باقی ہے اور ناپسندیدہ ہے۔

البتہ اگر مخاطب دور ہو کہ وہاں تک سلام کی آواز پہنچنا مشکوک ہو تو اعلام (اطلاع) کے لئے ہاتھ سے اشارہ کر دینا جائز ہے لیکن پیشانی پر لگانے کی کوئی وجہ نہیں۔ (دعوات عبدیت مقالات حکمت)

سلام ومصافحہ کے وقت جھکنے کا حکم

فرمایا ابھی ایک صاحب نے (مصافحہ کے بعد) ہاتھ چومے تھے۔ میں تو بیٹھا تھا اور وہ کھڑے تھے بالکل رکوع کی سی صورت ہوگئی تھی۔ رکوع کی ایسی صورت بنانا فی نفسہ تو جائز نہیں حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ **قلنا یا رسول اللّٰہ اینحنی بعضنا البعض قال لاینحنی.** صحابہ نے عرض کیا کہ ہم لوگ ملنے کے وقت آپس میں جھک بھی جایا کریں؟ فرمایا **لاینحنی** جھکو نہیں۔ اور یہ امر تشبہ بانحناء (یعنی جھکنے کے مشابہ) ہے گو انحناء فی نفسہ اس ممانعت میں داخل نہیں کیونکہ اس قصد سے نہیں لیکن صورت میں اس کے مشابہ ہے۔ غرض انحناء تو ہے گو لازم کے درجہ میں سہی ملتزم کے درجہ میں نہ سہی۔ (حسن العزیز)

پیر چھونا اور پکڑنا

ایک صاحب نے حضرت والا کے پیر پکڑنا چاہے۔ مزاحاً فرمایا کہ پاؤں پکڑنے کی رسم پہلوانوں کی ہے کہ وہاں پاؤں پکڑ کر دوسرے کو گراتے ہیں اس لئے **من تشبہ بقوم فھو منھم** میں داخل ہونے کی وجہ سے یہ (طریقہ) قابل ترک ہے (نیز یہ تو ہندوؤں کا طریق ہے) (حسن العزیز)

کسی کے آنے کے وقت بطور تعظیم کے کھڑا ہونا

لاتقوموا کما تقوم الاعاجم (یعنی عجمیوں کی طرح تم لوگ نہ کھڑے ہوا کرو) اس کے متعلق تمام علماء کا قول ہے کہ اس میں کھڑے رہنے کی ممانعت ہے۔ (کھڑے ہونے کی ممانعت نہیں) مگر بعض علماء کا قول یہ بھی ہے کہ کھڑے ہونے سے بھی ممانعت ہے۔

کثرت سے علماء اسی طرف گئے ہیں کہ تعظیماً کھڑا ہونا جائز ہے جس کے جواز کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تھے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کھڑی ہوجاتی تھیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں تو خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوجاتے تھے۔ گو اس کا جواب بھی ہوسکتا ہے کہ یہ قیام تعظیم سے نہ تھا جوشِ محبت سے تھا بہرحال مسئلہ اجتہادی ہے لیکن یہ تو یقینی بات کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے پسند نہ فرماتے تھے۔ اگر وہ ناپسندیدگی شرعی نہ ہو تو طبعی

تو ضرور تھی جس سے بے تکلفی کا پسند ہونا معلوم ہوتا ہے۔ (الافاضات الیومیہ)

قدوم (یعنی کسی کے آنے کے وقت) کھڑا ہو جانا اکثر علماء کے نزدیک جائز ہے۔گو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے اس کو بھی پسند نہیں فرمایا۔ (الافاضات الیومیہ)

باقی یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے کیوں نہیں پسند فرمایا؟ اس کی وجہ تواضع اور سادگی اور بے تکلفی تھی چنانچہ مرقاۃ میں مصرح ہے۔ (امدادالفتاوی)

قیامِ تعظیمی کے جواز وعدمِ جواز کا ضابطہ

ا......قیام کی چند قسمیں ہیں ایک محبت کا۔ وہ ایسے شخص کے لئے جائز ہے جس سے محبت کرنا جائز ہے۔

۲......دوسری قسم قیام تعظیمی ہے اس میں اگر تعظیم دل سے ہے تو وہ شخص اس تعظیم کے قابل ہونا چاہیے ورنہ اگر تعظیم کے قابل نہیں مثلاً کافر ہے تو اس قسم کی (یعنی دل کی تعظیم کے ساتھ) جائز نہیں۔

۳......اور اگر تعظیم صرف ظاہر میں ہے اور وہ کسی مصلحت سے ہے مثلاً یہ خیال ہے کہ اگر تعظیم نہ کریں گے تو یہ شخص دشمن ہو جائے گا۔ یا یہ کہ خود اس کی دل شکنی ہوگی یا اس شخص کی ہدایت پر آنے کی امید ہے یا یہ اس شخص کا محکوم ونوکر ہے یا ایسی ہی اور کوئی مصلحت ہے تو جائز ہے۔

۴......اور اگر نہ وہ قابل تعظیم ہے نہ کوئی مصلحت وضرورت ہے تو ممنوع ہے۔

۵......احادیث میں جو اس کی ممانعت آئی ہے وہ اس صورت میں ہے کہ ایک شخص بیٹھا رہے اور سب کھڑے رہیں۔

اعاجم میں یہی عادت ہے یہ ممنوع اور حرام ہے۔ (امدادالفتاوی)

خلاصہ کلام

کسی بزرگ یا معزز (عزت والے شخص) کے آتے وقت بطور تعظیم کے کھڑے ہونے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ مگر اس کے بیٹھنے سے (خود بھی) بیٹھ جانا چاہیے۔ یہ کفار کی مشابہت ہے کہ سردار بیٹھا رہے اور سب حشم وخدم کھڑے رہیں یہ تکبر کا شعبہ ہے۔ البتہ جہاں زیادہ بے

تکلفی ہواور بار بار اٹھنے سے ان بزرگ کو تکلیف ہوتی ہو تو نہ اٹھے۔ (تعلیم الدین)

سلام کرنے کی بابت اہلِ علم کی کوتاہی

مجھے علماء سے شکایت ہے کہ ہم لوگ اپنے کو بڑا سمجھتے ہیں۔ عوام کو سلام کرنے سے ہم کو عار آتی ہے بلکہ اس کے منتظر رہتے ہیں کہ پہلے دوسرے ہم کو سلام کریں۔ ہم عوام کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں حالانکہ مناسب یہ تھا کہ ہم ان کے ساتھ شفقت کا معاملہ کرتے۔ بتلایئے اگر ایک تندرست آدمی بیمار کو دیکھے تو اس کو مریض کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ اس کو دیکھ کر رحم آتا ہے۔ ایسے ہی مناسب یہ تھا کہ علماء عوام پر رحم کرتے اور ان سے شفقت برتتے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہی ہے۔ ہم خود اپنے آپ ہی کو کہتے ہیں کہ ہم ابتداء بالسلام (یعنی پہلے سلام نہیں) کرتے اور اس کا منشاء وہی اپنے آپ کو بڑا سمجھنا ہے یا راستہ میں علو (برتری) چاہتے ہیں کہ جدھر نکل جائیں نظریں ہم پر اٹھ جائیں۔ یہ سب بڑا ابنتا اور کبر ہی ہے۔ (العبد الربانی ملحقہ حقوق و فرائض۔ السوق لاہل الشوق)

ذکر و عبادت اور تلاوت قرآن کے وقت سلام کرنا

بعض اوقات سلام کرنا منع بھی ہے مثلاً عبادت کے وقت خواہ وہ ذکر ہو یا قرآن یا نماز ایسے وقت میں سلام کرنا ممنوع ہے۔ کیونکہ ایسے وقت سلام کرنا خدا تعالیٰ کی طرف سے ہٹا کر اپنی طرف مشغول کرنا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص حاکم کے پاس بیٹھا ہوا اس سے باتیں کر رہا ہو اور ایک شخص اس کو اپنی طرف مشغول کر رہا ہو۔ تو کیا یہ خلافِ ادب نہ ہوگا۔

کن مواقع میں سلام نہیں کرنا چاہیے

قاعدہ کلیہ: فقہاء نے جو مواقع سلام نہ کرنے کے تجویز کئے ہیں ان میں یہ دیکھنا چاہئے کہ امر مشترک کیا ہے (اسی سے قاعدہ کلیہ سمجھ میں آجائے گا)۔

سو اکثر مواقع میں امر مشترک یہی ہے کہ جس موقع پر سلام کرنے سے قلب مشوش ہو جائے (یعنی دل پریشان ہو جائے) اس موقع پر سلام نہ کرو۔ اور اگر کسی ایسے موقع پر سلام کیا تو اس کا جواب دینا واجب نہیں۔

۱......انہیں مواقع میں سے یہ بھی ہے کہ جب کوئی پانی پی رہا ہو یا کھانا کھا رہا ہو تو اس وقت سلام نہ کرو۔ اب دیکھئے یہ بھی کوئی بہت بڑا شغل تھا۔ لیکن اتنی سی تشویش سے بھی دوسرے کو بچانے کا حکم فرمایا گیا ہے چنانچہ ایسے مواقع پر اگر کوئی سلام کرے تو فقہا اس کو مکروہ کہتے ہیں۔ میں نے غور کیا تو یہ راز معلوم ہوا کہ ممکن ہے اس وقت گلے میں لقمہ ہو اور سلام کا جواب دینے میں اٹک جائے۔ پھندا پڑ جائے اور مر جائے۔

۲......اسی طرح اگر کوئی وظیفہ پڑھتا ہو۔

۳...... یا قرآن پڑھتا ہو تو ایسی حالت میں بھی ان کا فتویٰ ہے کہ سلام نہ کرو اور یہ ایسی باتیں (اور احکام) ہیں کہ ان کے لئے تعلیم کی حاجت نہیں کیونکہ یہ امور طبعیہ ہیں اگر طبیعت سلیم ہو تو وہ خود تجویز کر لے گی کہ کس موقع پر کیا کرنا چاہئے۔ (الافاضات الیومیہ)

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ کے ساتھ (ذکر و عبادت میں) مشغول ہونے والے کو اپنی طرف مشغول کرے اس کو اسی وقت اللہ تعالیٰ کی ناراضگی لاحق ہوتی ہے بڑی زیادتی کرتے ہیں وہ لوگ جو مشغول باللہ کو اپنی طرف متوجہ کریں۔ اور یاد رکھنا چاہئے کہ جب اس کے ممانعت کی علت قلب کا حق غیر (یعنی اللہ کے علاوہ) کے ساتھ مشغول ہونا ہے تو جیسے ذکر کے وقت سلام کرنا ممنوع ہے ایسے ہی کوئی ایسی حرکت کرنا جس سے دل بٹ جائے ممنوع ہے۔ مثلاً اس کو آگاہ کرنے کے لئے (کہ میں آیا ہوں) کھنکھارنا، کھانسنا یا اس کے پیچھے بیٹھ جانا سب ممنوع ہے۔ اس سے دوسرے آدمی کی طبیعت پریشان ہوتی ہے۔ اکثر لوگ بزرگوں کے پاس جاتے ہیں اور ان کو مشغول پاتے ہیں تو یہ چاہتے ہیں کہ ان کو اپنی طرف متوجہ کریں تو ایسی حرکتیں کرتے ہیں جس سے دل بٹ جائے بعض لوگ تو السّلام علیکم پکار کر کہتے ہیں۔

یاد رکھو جو شخص قرآن مجید پڑھتا ہو یا ذکر و شغل میں مشغول ہو اس کو سلام مت کرو۔ جا کر دیکھو کہ وہ کس حالت میں ہیں اگر سلام کا موقع ہو تو سلام کرو۔ ورنہ چپکے سے اس طرح بیٹھ جاؤ کہ ان کو تمہارے آنے کی بھی خبر نہ ہو۔

ہاں اگر شدید ضرورت آ پڑے تو اس وقت ذکر کو چھوڑ کر دوسرا کام کرنا یہ اور بات ہے مثلاً نابینا کنویں میں گرنے لگے تو ایسے وقت میں تو نماز توڑ کر بھی اس کو بچانا ضروری ہے۔

(وعظ التہذیب وحقوق المعاشرت ملحقہ حقوق وفرائض)

کونسی مشغولی کے وقت سلام کرنیکی ممانعت ہے

مشغولی کی تین قسمیں

فقہاء نے لکھا ہے کہ جس وقت کوئی دوسری طرف مشغول ہوتو اس وقت سلام نہ کرے اور مشغولی کی تین صورتیں لکھی ہیں یاتو معصیت (یعنی کسی گناہ) میں مشغول ہو۔ یااطاعت (عبادت) میں یا کسی حاجت طبعیہ میں۔ تینوں صورتوں میں منع کیا ہے۔ اول میں اہانت کے لئے۔ دوسری اور تیسری صورت میں حرج کی وجہ سے۔ بعض اوقات کھانا منہ میں ہوتا ہےاور یہ شخص اس کواتارنا چاہتا ہے اتنے میں کسی نے کہا "السلام علیکم" اور طبعی بات ہے کہ جواب کا تقاضا سلام سننے کے ساتھ ہی فوراً ہوتا ہےتواگرایسی حالت میں جواب دیاتو بعض اوقات لقمہ منہ میں اٹک جاتا ہے۔

بس خلاصہ یہ ہے کہ جوشخص مشغول ہواس کوسلام نہ کرنا چاہئے چپکا جا کر بیٹھ جائے۔ (حسن العزیز)

فقہاء نے فہرست لکھ دی ہے جن حالات میں سلام کرنا مکروہ ہے ان میں یہ بھی ہے کہ جوطبعی یا دینی کام میں مشغول ہو۔ چنانچہ کھانا کھاتے میں سلام کومکروہ لکھا ہے اور باتیں کرنے کی اجازت دی ہے۔ (حسن العزیز)

مسجد یا مکان میں کوئی نہ ہوتو سلام کرے یانہ کرے

ایک شخص نے سوال کیا کہ اگر مسجد میں کوئی نہ ہوتو سلام کرے یانہ کرے؟ فرمایا کرے۔ اسی طرح خواہ گھر اکیلا ہی ہواس میں بھی سلام کرے کوئی انسان نہیں تو ملائکہ تو ہوتے ہیں۔ (حسن العزیز)

استنجاء خشک کرتے وقت سلام وجواب

سوال:۔ استبراء کرتے وقت سلام کا جواب دینا یا خود سلام کرنا چاہئے یانہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حائضہ عورت بھی سلام کرتیں اور سلام کا جواب دیتی تھیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قطرات کا آنا سلام کے واسطے منع نہیں۔

الجواب:۔ درمختار میں باب مفسدات الصلوٰۃ میں ان مقات کوشمار کیا ہے جن میں سلام کرنا مکروہ ہے۔ مگراس حالت میں یہ شمار نہیں کرائی اور غور کرنے سے اس کے علاوہ بھی

ممانعت کی کوئی دلیل نہیں معلوم ہوتی ہے (اس لیے جائز ہے) ظاہراً یہ رسم بلاسند پڑگئی ہے (کہ اس حالت میں سلام کرنے اور جواب دینے کو غلط سمجھتے ہیں۔) (امداد الفتاویٰ)

بھیک مانگنے والے سائل کے سلام کا جواب

فقہاء نے عجیب عجیب جزئیات لکھی ہیں، لکھا ہے کہ اگر سائل (بھیک مانگنے والا) آکر سلام کرے اور پھر بھیک مانگے اس کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں اس لیے کہ اس کا مقصود سلام کرنا نہیں بلکہ مانگنا ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت)

اگر وعدہ کرلیا تو سلام پہنچانا واجب ہے

فرمایا اگر کسی سے وعدہ کرے کہ تمہارا سلام پہنچادوں گا تو پہنچانا واجب ہوجاتا ہے ورنہ نہیں۔ (کلمۃ الحق)

عام مجلس عام مشغولی کے وقت سلام کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں

ایک سوال کے جواب میں فرمایا عام مجلس میں کسی شغل (کام) میں بھی ہوں تو بھی ایسے وقت میں سلام کرنا جائز ہے۔ اور یہ (یعنی خطوط کے جواب لکھنا) تو کوئی ایسا شغل بھی نہیں۔ اس میں تو میں خود بولتا ہوں۔ اس لئے اس میں سلام کرنا درست ہے۔ (کلمۃ الحق)

جن موقعوں پر سلام کرنا مکروہ ہے

فرمایا فقہاء نے بعض مواقع میں سلام کرنے کو مکروہ لکھا ہے۔ (ان میں سے چند مواقع یہ ہیں)۔

۱...... معصیت میں (یعنی جو شخص کسی معصیت میں مبتلا ہو) جیسے شطرنج کے کھیل وغیرہ۔

۲...... نجاست میں جیسے بول براز میں (یعنی پیشاب پاخانہ کے وقت)

۳...... حاجات میں جیسے کھانا کھانے یا پانی پینے میں۔

۴...... طاعات جیسے نماز، تلاوت قرآن شریف وغیرہ کی مشغولی میں۔

حضرت یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مع اللہ کو (جو طاعات وعبادات میں مشغول ہونے والے شخص کو) اپنی طرف مشغول کرے (شدید ضرورت اور مجبوری کے بغیر

تو) اس پر فوراً وبال پڑتا ہے اس لئے جب کوئی ذکر وغیرہ میں مشغول ہو اس وقت بھی سلام نہ کیا جائے۔ (کلمۃ الحق)

غیر مسلم سے سلام اور اسکے سلام کا جواب

فرمایا جب کوئی غیر مسلم سلام کرتا ہے تو میں ''جناب'' کہہ دیتا ہوں۔ دل میں یہ سمجھ لیتا ہوں کہ جنابت سے مشتق ہے (جس کا مطلب ہے کہ ناپاک) کیونکہ وہ کافی غسل نہیں کرتے۔ اور کبھی ''سلام'' کہتا ہوں تو یہ ارادہ ہوتا ہے کہ اللہ تم کو کفر سے سلامتی بخشے۔ اور (اگر کبھی آداب کہنا پڑے تو) آداب کے یہ معنیٰ مراد لیتا ہوں کہ آپاؤں داب) اور اگر غیر مسلم (کے سلام کے جواب میں) اشارہ ہی کردے تب بھی کافی ہے۔ (کلمۃ الحق)

سلام کے وقت ماتھے پر ہاتھ رکھنا!
مصافحہ کے بعد سینہ پر ہاتھ رکھنا

بعض لوگ سلام علیکم کرتے وقت ماتھے پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں یا جھک جاتے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ مصافحہ کر کے سینہ پر رکھتے ہیں یہ سب خلافِ شرع اور بے اصل ہے۔ (اغلاط العوام)

آداب مصافحہ

۱...... مصافحہ کرنے سے دل صاف ہوتا ہے اور گناہ معاف ہوتے ہیں۔ (تعلیم الدین)

۲...... مصافحہ آنے کے وقت کرنا چاہیے یا جانے کے وقت۔ (الافاضات)

۳...... مصافحہ ایسے وقت مت کرو کہ دوسرے کے ہاتھ ایسے کام میں مصروف ہوں کہ ہاتھ خالی کرنے میں اس کو خلجان (پریشانی اور حرج) ہوگا۔ اگر ایسا ہو تو) سلام پر کفایت کرو۔ اسی طرح مشغولی کے وقت میں بیٹھنے کیلئے اجازت کے انتظار میں مت رہو بلکہ خود بیٹھ جاؤ۔

۴...... جو آدمی تیزی سے جا رہا ہو راستہ میں اس کو مصافحہ کے لئے مت روکو شاید اس کا کوئی حرج ہو جائے۔ اسی طرح ایسے وقت میں اس کو کھڑا کر کے بات مت کرو۔

۵...... بعض آدمی مجلس میں پہنچ کر سب سے الگ الگ مصافحہ کرتے ہیں اگرچہ سب

سے تعارف نہ ہو جس میں بہت وقت صرف ہوتا ہے اور پوری مجلس مشغول اور پریشان رہتی ہے۔ مناسب یہ ہے جکہ جس کے پاس قصد (ارادہ) کر کے آئے ہو اس کے مصافحہ پر اکتفاء کرو۔ البتہ اگر دوسرے سے بھی تعارف (جان پہچان) ہو تو مضائقہ نہیں۔

۶......محبت سے معانقہ کرنے میں مضائقہ نہیں البتہ شہوت کے ساتھ حرام ہے۔
(تعلیم الدین آداب زندگی)

مصافحہ کے قواعد وضوابط

ان من تمام تحیتکم المصافحة. آیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مصافحہ متمم سلام ہے اور سلام کے لئے کچھ قواعد مقرر ہیں تو مصافحہ کے لئے جو کہ اس کا تابع ہے بدرجہ اولیٰ ہوں گے۔ مثلاً لکھا ہے کہ اذان کے وقت سلام نہ کرو اور بھی مواقع ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ مشغولی کے وقت سلام نہ کرنا چاہیے۔ اس لیے معلوم ہوا کہ مشغولی کے وقت مصافحہ بھی نہ کرنا چاہیے۔ (آداب المعاشرت)

الغرض جیسے سلام کے لئے کچھ قواعد مقرر ہیں مصافحہ کے لئے بھی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مشغولی کے وقت مصافحہ نہ کرو اور نہ اس میں اتنا غلو کرو کہ تکلیف کا باعث ہو جائے۔ (حسن العزیز)

مصافحہ کرنے میں دوسرے کی راحت کا خیال

فرمایا جمعہ کے روز باہر کے لوگ آتے ہیں۔ مصافحہ کی بھر مار ہوتی ہے بڑے بے ڈھنگے پن سے لوگ مصافحہ کرتے ہیں۔ بعض لوگ ادب کی وجہ سے مصافحہ کے لئے تازہ وضو کر کے آتے ہیں۔ بعض کے ہاتھ مانند برف کے ٹھنڈے ہوتے ہیں۔ میرے تو ہاتھ سن پڑ جاتے ہیں۔ بڑا ادب تو یہ ہے کہ اس کا اہتمام کرے کہ دوسرے کو راحت پہنچے۔ (افاضات الیومیہ)

مصافحہ کیا فرض ہے؟ واجب ہے؟ جس کی وجہ سے کسی مسلمان کو تکلیف پہنچائی جائے؟ مصافحہ مستحب ہے اور تکلیف نہ پہنچانا فرض ہے۔ اس کا بالکل بھی خیال نہیں۔ لوگ یہ بات ہی بھول گئے کہ کسی مسلمان کو اپنے سے تکلیف نہ پہنچے اور یہ تکلف پہنچانا گناہ ہے۔ (افاضات الیومیہ)

عید کے موقع پر مصافحہ ومعانقہ کرنے اور عید مبارک کہنے کا حکم

ایک صاحب نے سوال کیا کہ عید کے دن ''عید مبارک'' جو ملنے کے وقت کہتے ہیں اور مصافحہ کرنا کیسا ہے؟

فرمایا کہ عید مبارک کہنا تو درست ہے فقہاء نے بھی لکھا ہے۔ باقی مصافحہ سو اول ملاقات (یعنی ملاقات کے شروع میں) باتفاق علماء جائز ہے اور وداع (یعنی رخصتی کے وقت) باختلافِ علماء مشروع ہے اور عید کا مصافحہ ان دونوں سے الگ ہے اس لئے بدعت ہے۔

اور معانقہ اور بھی قبیح (برا) ہے۔ لوگوں کی حالت یہ ہے کہ نماز عید سے پہلے تو باتیں کر رہے تھے نماز ختم ہوئی اور مصافحہ کرنے لگے۔ (حسن العزیز)

نماز کے بعد کا مصافحہ بدعت ہے۔ (افاضات الیومیہ)

سوال:۔ عیدین میں مصافحہ و معانقہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ قاعد کلیہ ہے کا عبادات میں حضرت شارع علیہ السلام نے جو ہیت و کیفیت معین فرمادی ہے اس میں تغیر و تبدل کرنا جائز نہیں اور مصافحہ چونکہ سنت ہے اس لئے عبادات میں سے ہے تو حسبِ قاعدہ مذکورہ اس میں ہیت و کیفیت منقولہ سے تجاوز (یعنی جو ہیت و کیفیت منقول ہے اس سے آگے بڑھنا جائز نہ ہوگا اور شارع علیہ السلام سے صرف پہلی ملاقات کے وقت بالاجماع یا رخصتی کے وقت بھی اختلاف کے ساتھ منقول ہے۔ (یعنی رخصتی کے وقت میں اختلاف ہے) اور بس۔ اب اس کیلئے ان (۲) دو وقتوں کے سواء اور کوئی موقع و تجویز کرنا تغییر عبادت ہے (یعنی عبادت کو بدلنا ہے) جو ممنوع ہے۔ لہٰذا مصافحہ بعد عیدین یا بعد نماز پنجگانہ مکروہ بدعت ہے۔ شامی میں اس کی تصریح موجود ہے۔ (امداد الفتاوی شامی باب الاستبراء)

مصافحہ کے بعد ہاتھ چومنے کی رسم

مصافحہ کے بعد ہاتھ چومنے کی رسم کو موقوف کرنا چاہیے۔ گو جائز سہی لیکن سنت تو نہیں ہے۔

(اور اس کے ممنوع ہونے کی دلیل یہ ہے کہ) حدیث میں ہے کہ کسی کے سامنے اس کی تعریف مت کرو۔ ایک شخص نے دوسرے کی مدح کی تھی آپ نے فرمایا۔ **ویلک قطعت عنق اخیک**۔ ارے بھلے مانس تو نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی۔ اب دیکھو اس کی علت کیا ہے؟

اس تعریف کی ممانعت کی علت یہی ہے کہ اس سے عجب (خود پسندی) اور ناز پیدا ہوتا ہے تو میں دیکھتا ہوں کہ وہی اثر اس فعل میں ہے۔ خواہ مخواہ یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم بڑے ہیں جبھی

توہمارے ساتھ ایسابرتاؤ ہوتا ہے اور جس طرح تعریف کرنا اس اثر کے سبب سے ممنوع ہے لیکن کبھی کسی مصلحت سے جائز ہو جاتی ہے۔اسی طرح ہاتھ چومنا ہے کہ اس اثر کے سبب سے اس کی بھی ممانعت ہونی چاہیے البتہ کسی عارضی مصلحت کی وجہ سے اجازت ہو جائیگی۔(حسن العزیز)

مصافحہ کے بعد ہاتھ چومنا یا پیر میں ہاتھ لگا کر چہرے پر ملنا

مصافحہ کے بعد جو ہاتھ چومنے کی رسم ہے اس کو موقوف کر دینا چاہیے کیونکہ اصل سنت تو مصافحہ ہے۔ہاتھ چومنا گو جائز سہی لیکن سنت تو نہیں۔ہاں اس کی بنیاد شوق ہے۔ اس لئے اگر شوق ہے تو مضائقہ نہیں لیکن یہ وجدانی بات ہے کہ کسی وقت شوق کا غلبہ ہوتا ہے اور کسی وقت نہیں ہوتا۔جب نہ ہوا تو اس وقت (بھی ہاتھ چومنا) تصنع ہے اور تصنع (بناوٹ وتکلف) اکابر طریقت کے نزدیک برا ہے۔(کمالات اشرفیہ)

اور پیر میں ہاتھ لگا کر ہاتھ کو چہرے پر ملنے میں قواعد سے تفصیل معلوم ہوتی ہے کہ اگر ممسوح (یعنی جس شخص کے پیر چھوے جارہے ہیں وہ) متبرک متقی ہوا اور چھونے والا متبع سنت صحیح العقیدہ ہو تو جائز ہے۔ورنہ ناجائز۔(امدادالفتاوی) واللہ اعلم۔

ایک صاحب نے حضرت کے پیر پکڑنا چاہے مزاحاً فرمایا کہ پاؤں پکڑنے کی رسم پہلوانوں کی ہے کہ وہاں پاؤں پکڑ کر دوسرے کو گراتے ہیں۔اس لئے **من تشبه بقوم فهو منهم** میں داخل ہونے کی وجہ سے (یہ طریقہ) قابل ترک ہے۔(نیز یہ تو ہندوؤں کا طریقہ ہے اس لئے بھی قابل ترک ہے۔(حسن العزیز) مرتب

مصافحہ کے ساتھ کوئی ہدیہ دینا

بعض لوگ جو مصافحہ کرتے ہیں روپیہ ہاتھ میں دے دیتے ہیں یہ طریقہ پسندیدہ نہیں۔کیوں کی مصافحہ سنت ہے اور اس سنت اور عبادت کو ایسی چیز کے ساتھ ملوث کرنا اور جمع کرنا جو صورت میں دینا ہے ٹھیک نہیں۔(مقالات حکمت)

انگوٹھوں میں رگِ محبت ہے یہ حدیث موضوع ہے

مصافحہ کی ترکیب میں مشہور ہے کہ انگوٹھوں کو دبا دے یہ بے اصل ہے اور یہ حدیث

موضوع ہے کہ انگوٹھوں میں رگِ محبت ہے۔ (حسن العزیز)

مہمانی ومیزبانی کا بیان مہمان کے حقوق وآداب

۱......مہمان کی خاطر مدارات کرو۔ ایک روز کسی قدر تکلف کا کھانا کھلا دو۔ تین دن تک اس کا حق مہمانی ہے۔

۲......ہر شخص کو اسکے رتبہ کے موافق اس کی قدر ومنزلت کرو سب کو ایک لکڑی سے مت ہانکو۔

۳......اپنے دوستوں اور رفیقوں سے اچھی طرح پیش آؤ۔ (تعلیم الدین)

۴......جو مہمان ہو اس کا ضرور خیال کرنا چاہیے اور کوئی بات ایسی نہ کرنی چاہیے جس سے مہمان کی دل آزاری ہو۔

۵......مہمان کے سامنے کسی سے غصہ ہونا بھی آداب مہمانی کے خلاف ہے۔ (حسن العزیز)

۶......مہمان کو گھر سے دروازہ تک پہنچانا سنت ہے۔ (تعلیم الدین)

میزبان کے حقوق اور مہمان کی ذمہ داری

مہمان کا اکرام اور خاطر مدارات میزبان پر تو لازم ہیں ہی ساتھ ہی ساتھ مہمان پر بھی کچھ حقوق ہیں۔

۱......منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ میزبان جس جگہ بٹھائے وہیں بیٹھ جائے۔ بعض اوقات کسی جگہ بٹھانے میں میزبان کی کوئی خاص مصلحت پردہ وغیرہ کی ہوتی ہے۔

۲......اور آداب مہمانی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کسی ایسی چیز کی فرمائش نہ کرے جس کا مہیا ہونا مشکل ہو اگر چہ کم ہی درجہ کی اور آسان چیز ہو۔ کیونکہ بعض اوقات میزبان کو پریشانی ہوتی ہے وہ چیز نہیں ملتی۔

۳......اور آداب مہمانی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کھانے میں کسی چیز سے پرہیز ہو تو پہلے ہی اطلاع کر دے عین وقت پر دسترخوان پر بیٹھ کر کہنا بڑی ہی بے تمیزی کی بات ہے۔ (مجالس حکیم الامت)

۴......جس کے یہاں مہمان ہو اس کو اپنے معمولات (پرہیز وغیرہ) کی پہلے ہی اطلاع کر دو۔ دسترخوان پر بیٹھ کر اپنے معمولات (پرہیز وعادت) بیان کرنا تہذیب کے

خلاف ہے۔ (انفاس عیسیٰ)

مہمان کے لئے ضروری ہدایات وآداب

۱...... اگر کسی کے یہاں جاؤ اور تم کو کھانا کھانا منظور نہ ہو خواہ اس وجہ سے کہ کھا چکے ہو یا روزہ ہو یا اور کسی وجہ سے کھانے کا ارادہ نہ ہو تو فوراً جاتے ہی اس کی اطلاع کر دو کہ میں اس وقت کھانا نہ کھاؤں گا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ انتظام کرے اور انتظام میں اس کو پریشانی بھی ہو پھر کھانے وقت یہ اطلاع کر دو (کہ میں کھانا نہیں کھاؤں گا) تو اس کا یہ اہتمام وطعام ضائع ہوگا۔

۲...... مہمان کو چاہیے کہ کسی کی دعوت میزبان کی اجازت کے بغیر قبول نہ کرے۔

۳...... مہمان کو چاہیے کہ جہاں جائے میزبان سے اطلاع کر دے۔ تا کہ اس کو کھانے کے وقت تلاش کرنے میں پریشانی نہ ہو۔ (آداب زندگی)

۴...... مہمان کو چاہیے کہ اگر مرچ کم کھانے کا عادی ہو یا پرہیزی کھانا کھاتا ہو تو پہنچتے ہی میزبان سے اطلاع کر دے۔ بعض لوگ جب کھانا دستر خوان پر آجاتا ہے اس وقت نخرے کرتے ہیں۔ (آداب زندگی)

۵...... مہمان کو چاہیے کہ اگر پیٹ بھر جائے تو تھوڑا سالن روٹی ضرور چھوڑ دے تا کہ گھر والوں کو یہ شبہ نہ ہو کہ مہمان کو کھانا کم ہو گیا اس سے وہ شرمندہ ہوتے ہیں۔ (آداب زندگی)

۶...... اگر کوئی کریم دعوت کرے اور مختلف قسم کے کھانے ہوں تو مہمان کو چاہیے کہ سب قسم کے کھانے کھائے۔ ہاں اگر بیمار ہو تو جو چیز مضر ہو وہ نہ کھائے اور وہ طبیب کی اتباع سے۔ (الفصل للوصل)

۷...... مہمان کو میزبان کے نوکروں (خادموں) سے تحکم (یعنی حاکمانہ) لہجہ میں پانی نہیں مانگنا چاہیے بلکہ اخلاق کے ساتھ کہنا چاہیے کہ ذرا پانی دیجئے گا۔ تھوڑا پانی عنایت فرمائیے گا۔ (حسن العزیز)

بعض ضروری اصلاحات

۱...... مہمان سے یہ پوچھنا کہ کہاں ٹھہرے ہو عرف کے خلاف ہے۔ مگر نہ پوچھنے میں مجھ کو تکلیف ہوتی ہے کہ بعض دفعہ کھانے کا انتظام کرایا بعد میں معلوم ہوا کہ وہ دوسرے صاحب کے مہمان ہیں۔ اسی واسطے میں چاہتا ہوں کہ خود کہہ دیا کریں کہ ہم فلاں جگہ

ٹھہرے ہیں تا کہ میری فکر دور ہو جائے۔ اگر وہ نہ کہیں تو کیا میں بھی دریافت نہ کروں۔

لیکن یہ ایسی جگہ کے لئے ہے یا شخص کے لئے جس کے قیام وطعام یعنی ٹھہرنے کی مختلف جگہیں ہوسکتی ہوں ہر ایک کے لئے ہر جگہ کے لئے یہ حکم نہیں۔ (مرتب)

۲۔۔۔۔۔ آج کل لوگوں کی معاشرت نئے طرز کی ہوگئی ہے۔ اگر مہمان سے ٹھہرنے کی مقدار پوچھی جائے کہ کب تک ٹھہرنا ہے تو اس کو خلافِ تہذیب سمجھا جاتا ہے۔ (حسن العزیز)

مولانا مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جہاں جاتے فوراً کہہ دیتے کہ میں تمہارا مہمان ہوں ایک دن ٹھہروں گا یا دو دن۔ (حسن العزیز)

مہمان ومیزبان سے متعلق مختلف ضروری باتیں

ا۔۔۔۔۔ قاعدہ کلیہ ہے کہ آدمی جہاں جاتا ہے اور وہیں قیام کرتا ہے تو وہ مصلحتیں مرتب ہوتی ہیں ورنہ نہیں بعض لوگ یہاں آتے ہیں اور ادھر ادھر ٹھہر جاتے ہیں مجھے تو ان کے آنے کی قدر نہیں ہوتی۔ (حسن العزیز)

۲۔۔۔۔۔ مہمان کو زیبا نہیں کہ میزبان کے گھر جم ہی جائے کہ وہ تنگ آجائے۔ (تعلیم الدین)

مہمان بھی اگر غیر ضروری باتیں کرنے لگیں جس سے اپنے کام کا وقت ضائع ہونے لگے، یا طبیعت تنگ ہونے لگے تو ایسے وقت کسی حیلہ بہانہ سے یا بغیر کسی حیلہ کے اٹھ جانا چاہئے۔ مروت میں آکر اپنا دینی نقصان ہرگز گوارا نہ کرنا چاہئے۔ بس آہستہ آہستہ اسی طرح عادت ہو جائے گی اپنی بھی اور مہمانوں کی بھی۔ (انفاس عیسیٰ)

کسی سے فرمائش کرنے کا ادب

کسی کے گھر مہمان جائے تو اس سے کسی چیز کی فرمائش نہ کرے بعض دفعہ چیز تو ہوتی ہے معمولی مگر وقت کی بات ہے۔ گھر والا اس کو پورا نہیں کرسکتا۔ بلا وجہ اس کو شرمندگی ہوگی۔

اور اگر صاحب خانہ سے کچھ فرمائش کرنا ہو مثلاً کسی بزرگ سے کوئی تبرک لینا ہو تو ایسے وقت اس کو ظاہر کرو اور درخواست کرو کہ اس شخص کو اس کے پورا کرنے کا وقت بھی ملے۔ بعض آدمی عین وقت پر رخصت کے وقت فرمائش کرتے ہیں تو اس میں صاحب خانہ (میزبان) کو

بہت تنگی پیش آتی ہے ایسا کام کرنا جس سے دوسرے کو تنگی پیش آئے جائز نہیں۔

اور تبرک مانگنے میں اس کا بھی لحاظ رکھو کہ وہ چیز ان بزرگ سے بالکل زائد ہو (لیکن اس کا علم بہت مشکل ہے کہ یہ چیز ان کی ضرورت سے زائد ہے) اس لئے سہل طریقہ یہ ہے کہ کوئی چیز اپنے پاس سے یہ کہہ کر ان کو دے دو کہ آپ استعمال کر کے ہم کو دے دیجئے۔ (آداب زندگی)

بعض مہمانوں کی زبردست عام غلطیاں

۱...... بعض لوگ یہ کوتاہی کرتے ہیں کہ اطلاع کئے بغیر بے وقت کھانا کھائے بغیر پہنچ جاتے ہیں کہ اس وقت میزبان کو کھانا تیار کرانے میں تکلیف ہوتی ہے اگر بے وقت پہنچیں تو کھانے کا انتظام اپنے طور سے کرلیں اور فارغ ہو کر (یعنی کھانا کھا کر) جائیں اور جاتے ہی اطلاع کر دیں۔

۲...... بعض مہمان ایسا کرتے ہیں کہ کھانا کھا کر پہنچے مگر جاتے ہی اس کو یہ اطلاع نہیں کی کہ میں کھانا کھا چکا ہوں اس وقت میرے لئے انتظام نہ کیا جائے۔ وہ بیچارہ نہ تو علم غیب پڑھا ہوا ہے اور نہ لحاظ کی وجہ سے یہ پوچھ سکتا ہے کہ آپ کھانا تو نہیں کھا چکے۔ غرض اس نے احتمال کی وجہ سے کھانا تیار کیا اور جب ان کے سامنے کھانا آیا تو آپ نے نہایت بے رحمی سے ایک جملہ میں اس کے تمام انتظام کا خون کر دیا کہ میں تو کھانا کھا چکا تھا۔ بندہ خدا پہلے کس نے منہ بند کر دیا تھا۔ پہلے ہی کہہ دینا چاہئے تھا۔

۳...... بعض مہمان ایسا کرتے ہیں کہ کھانا کھانے بیٹھے تو اس وقت فرماتے ہیں کہ میں گوشت نہیں کھاتا۔ میں تو مرچیں نہیں کھاتا۔ ظالم اگر پہلے ہی اس کو اطلاع دے دی جاتی تو کیا مشکل تھا۔ اب وہ مظلوم فکر میں پڑ گیا۔ کہیں پڑوس سے بھیک مانگتا پھرتا ہے۔ کہیں گھر میں گھی شکر تلاش کرتا ہے۔

۴...... بعض مہمان ایسا کرتے ہیں کہ میزبان کو اطلاع کئے بغیر کہیں چل دیئے۔ اب وہ تلاش کرتا پھرتا ہے اور گھر بھر بھوکا بیٹھا ہے۔ یا تو وقت گزار کر آئے تب سب کا روزہ کھولا گیا۔ یا آ کر یہ کہہ دیا کہ مجھ کو فلاں شخص نے اصرار کر کے کھلا دیا تھا۔ میں نے انکار بھی کیا مگر اس نے مانا ہی نہیں۔ اس بدتہذیب کو یہ خبر نہیں کہ کسی کی ایسی دلجوئی کرنا کب جائز ہے جس سے دوسرے کی دل شکنی (اور اس کو) تکلیف ہو اور وہ بھی ایسے شخص کو جس کا حق مقدم اور ثابت ہو۔

۵......بعض آدمی ایسا کرتے ہیں کہ دوسرے کی دعوت قبول کر لی اور میزبان سے اجازت لینا دور کی بات ہے اس کو اطلاع بھی نہیں کی۔

۶......بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ رخصت ہونے کا ارادہ کر لیا مگر میزبان کو نہیں بتلایا۔ اب عین وقت پر آرڈر سنا دیا کہ میں اس گاڑی سے جاؤں گا۔ سواری کا انتظام کر دو۔ اس کی مہمانی کا سامان اور سارا انتظام بھی ضائع ہو گیا اور بعض اوقات اچانک سواری کا انتظام کرنے میں پریشانی ہوتی ہے۔ غرض یہ سب پریشان کرنے کی باتیں ہیں۔ جن سے بچنا واجب ہے۔

۷......بعض مہمان اپنے طور سے خود کھانے کا انتظام کرتے ہیں مگر میزبان کو اطلاع نہیں کرتے۔ میزبان بیچارہ انتظام کر کے کھانا تیار کرتا ہے لیکن مہمان صاحب وقت پر کہہ دیتے ہیں کہ میرے پاس کھانا موجود ہے یا کھانا کھا لیا ہے۔ اس سے میزبان کو کس قدر تکلیف ہوتی ہے اور اس کا کتنا نقصان ہوتا ہے۔ (حسن العزیز)

اگر کھانا ساتھ موجود ہو تو کیا کرنا چاہئے

فرمایا جب سفر کو جاتا ہوں اور سہارنپور کچھ قیام کرنا ہوتا ہے اور اسی عرصہ میں کھانے کا وقت ہو تو پہنچتے ہی اطلاع کر دیتا ہوں کہ کھانا ہمارے ساتھ موجود ہے یا یہ کہ فلاں جگہ کھائیں گے اور اگر کھانا ساتھ ہو تو میزبان کے گھر بھجوا دیتا ہوں کہ اس کو رکھ لیا جائے اور اپنے یہاں کا کھانا بھیج دیا جائے یا دونوں کو ملا جلا کر استعمال کیا جائے۔ اس سے انہیں بھی تکلیف نہیں ہوتی ورنہ جلدی میں اگر کھانا تیار کیا جائے تو سخت پریشان ہو اور اس طرح کھانا ساتھ لے جانے سے میزبان کی توہین بھی نہیں ہوتی کیونکہ میزبان کا کھانا بھی تو استعمال میں آتا ہے۔ (کمالات اشرفیہ)

مسافر و مہمان کا حق

فرمایا ایک ہوتا ہے ضیف یعنی مہمان جو صرف محبت کے طور پر ملاقات کے لئے آیا ہو اس کا حق یقینی طور پر اس شخص پر ہے جس کی ملاقات کے لئے یہ آیا ہے اور ایک ہوتا ہے مسافر ابن السبیل یعنی آیا تھا کسی اور کام کو۔ کہا کہ لاؤ ملاقات بھی کرتے چلیں سو یہ ابن السبیل (مسافر) ہے اس کا حق سب جیران (پڑوسیوں) پر علی سبیل الکفایہ ہے۔ (یعنی سب پر حق واجب ہے)

کوئی ایک ادا کرے دے گا تو سب بری ہو جائیں گے ورنہ سب گنہگار ہوں گے۔ (مقالات حکمت)

مہمان اور مسافر کا فرق

فرمایا کہ افسوس ہے کہ لوگوں کے اخلاق خراب ہو گئے ہیں۔ بعض لوگ آتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ خاص آپ سے ملنے کو آیا ہوں اور کوئی دوسرا کام نہ تھا حالانکہ اپنے کسی دنیوی کام کے لئے آتے ہیں میں اپنا مہمان سمجھ کر مہمانوں کا سا برتاؤ کرتا ہوں۔ بعد میں قصداس کے خلاف ظاہر ہوتا ہے سخت رنج ہوتا ہے۔ لوگ صاف بات نہیں کہتے اخلاق بگڑ گئے۔ معاملات میں صفائی نہیں رہی۔

اور اس کے ظاہر کرنے کی ضرورت اس وجہ سے ہے کہ مسئلہ یہ ہے کہ مہمان کا اور حکم ہے اور ابن السبیل (یعنی مسافر) کا اور حکم ہے۔

مہمان کی مدارات (مہمان نوازی) تو خاص شخص کے ذمہ ہوتی ہے۔ (جس کے پاس ملاقات کیلئے گیا ہے) اور جو اپنے کام کے لئے آئے اور ٹھہر جائے وہ ابن السبیل (مسافر) ہے اس کی مہمانی سب کے ذمہ ہے۔

مہمانی کا مستحق کون شخص ہے

فرمایا ہم نے (علاقہ واطراف کے) لوگوں سے کہہ رکھا ہے کہ جو کوئی جمعہ کے دن آئے گا وہ ہمارا مہمان نہیں وہ تو جمعہ کی نماز کے لئے آتا ہے۔ نیز جمعہ کے دن قریب کے مقامات سے بڑی کثرت سے لوگ آتے ہیں۔ میرے کوئی لنگر خانہ تھوڑی ہے کہ گھر سے بھوکے چلے آؤ اور یہاں آ کر کھا جاؤ اور آئے ہیں اپنے کام کے لئے کسی پر کیا احسان ہے اور اس میں ان کو کچھ دقت نہیں کہ گھر سے کھانا کھا کر چلا کریں۔

ہاں جو لوگ دور سے آتے ہیں اور وہ میرے ہی پاس آتے ہیں وہ کسی دن بھی آئیں میرے مہمان ہیں۔ (مجالس الحکمۃ)

بغیر خلوص کے بدنامی کے ڈر سے مہمان نوازی کرنیکا حکم

عرض کیا گیا کہ خلوص کے خلاف محض تکلف کے ساتھ کسی کی مہمانی وغیرہ کرنا کیسا ہے؟

فرمایا کہ تحصیل جاہ (یعنی عزت بڑھانے نام اونچا کرنے) کے لئے تو حرام ہے اور اگر دفع مذلت کے لئے ہو (یعنی) اس وجہ سے تاکہ ذلت وبدنامی نہ ہو) تو مواخذہ نہیں (یعنی جائز ہے) مگر شرط یہ ہے کہ حیثیت سے زیادہ نہ ہو کہ مقروض تک ہو جائے۔ (حسن العزیز)

مہمانی اور دعوت کسے کہتے ہیں

دعوت وہ ہے جس میں تکلف کیا جائے۔ کچھ وقت ضائع ہو۔ میزبان بھی پریشان ہو اور مہمان بھی۔ (میزبان کو پریشانی انتظام کرنے کی ہوتی ہے خواہ وہ پریشانی فکری وذہنی ہو اور مہمان کو بھی کچھ پریشانی آمدورفت یا کم از کم انتظار کی ہوتی ہے)۔

اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہو (بغیر کسی تکلف واہتمام کے) سب نے مل کر کھالیا یہ دعوت تھوڑی ہے۔ (حسن العزیز)

مہمان کے واسطے ایثار کرنے اور کھانا کھلانے کی فضیلت

حضرت ابوطلحہؓ کا قصہ!

ایثار کا ذکر اس آیت میں ہے۔ ویؤثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصہ.

اس میں حق تعالیٰ نے بعض صحابہ رضی اللہ عنہ کی یعنی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی تعریف فرمائی ہے کہ اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگرچہ خود بھوکے رہیں۔

ان کا یہ قصہ ہوا تھا کہ ایک بار یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمانوں کو اپنے گھر لے گئے تھے اور اپنی بیوی سے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں ان سے کوئی چیز بچانا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ گھر میں تو آج صرف اتنا ہی کھانا ہے جو صرف بچوں کو کافی ہوسکتا ہے تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر تم بچوں کو تو بہلا پھسلا کر سلا دینا (کیونکہ) بچوں کو بھوک نہ تھی اور اس بات کو ماں باپ خوب سمجھ سکتے ہیں کہ اس وقت بچے کو بھوک ہے یا محض کھانا دیکھ کر حرص کرنے لگے گا تو حضرت ابوطلحہؓ کو قرائن سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ بچوں کو بھوک نہیں ہے وقت پر اچھی طرح کھا چکے ہیں اور رات کو نہ کھانے سے انہیں تکلیف نہ ہوگی۔ الغرض حضرت ابوطلحہ نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ تم بچوں کو بہلا

پھسلا کر سلا دینا اور ہم دونوں بھی نہ کھائیں گے جو کچھ کھانا تیار ہے سب مہمانوں کے سامنے رکھ دینا مگر وہ مہمان ایسے ہیں کہ ہمارے بغیر کچھ کھائیں گے نہیں تو تم یہ کام کرنا کہ جس وقت مہمان گھر میں آئیں اسی وقت چراغ گل کر دینا پھر میں کہہ دوں گا کہ چراغ گل ہو گیا (یعنی بجھ گیا) اور روشن کرنے کا سامان اس وقت دشوار ہے (کیونکہ اس زمانہ میں ماچس نہ تھی) اس لئے اندھیرے ہی میں کھانا کھا لیجئے ہم بھی ان کے دکھانے کو ساتھ بیٹھ جائیں گے اور منہ چلاتے رہیں گے تاکہ وہ سمجھیں کہ یہ کھا رہے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا کہ دونوں میاں بیوی خود بھوکے رہے اور مہمانوں کو کھلا دیا۔ یہ ایثار ہے جس پر حق تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی۔ (التبلیغ خیر الارشاد)

گنجائش ہو تو مہمان کو وہی کھانا کھلانا چاہئے جو اس کو مرغوب ہو

خدا جانے یہ کیا رواج ہے کہ مہمان کے لئے کھانا اپنے مذاق اپنی خواہش کے مطابق پکاتے ہیں حالانکہ موٹی سی بات ہے کہ جب کھانے سے مہمان کا خوش کرنا مقصود ہے تو اس کی منشاء کے موافق کھانا ہونا چاہئے۔ ورنہ اس کی خوشی نہ ہوئی۔ اپنی خوشی ہوئی۔ اس کو تابع بنایا اور خود متبوع بنے۔

کھانے میں کھانے والے کے معمول کو دیکھنا چاہئے۔ اگر اپنا ذوق وشوق نہ مانے تو اس کے پورا کرنے کی صورت یہ بھی تو ہے کہ اپنی خوشی کے کھانے بھی پکائے جائیں اور اس کے مذاق (ومنشاء) کا کھانا بھی ضرور ہونا چاہئے۔ ورنہ بعض وقت وہ بالکل معذور رہتا ہے۔ فرض کرو کسی کو چاول نقصان دیتے ہیں تو یہ کون سی انسانیت ہے کہ چاول بھی اس کو ضرور کھلائے جائیں۔ اگر اس کو چاول سے نقصان ہوا تو یہ کون سی مہمانی ہوئی مگر رسوم اس قدر غالب ہو گئے ہیں کہ اس کی کچھ پرواہ نہیں۔

میرے نزدیک مہمان کو وہی چیز کھلانا چاہئے جو اس کو مرغوب ہو لیکن ایسا کیا نہیں جاتا (لوگ اپنی پسند ہی کا کھانا پکاتے ہیں) بہتر طریقہ یہ ہے کہ اگر کوئی خاص کھانا پکانا ہو تو پہلے اس

سے معلوم کرلے جس کی دعوت کرنا ہے پھر اس کی ہدایت کے مطابق پکائے۔ (حسن العزیز)

حق احترام وحق پڑوس

ایک مرتبہ سفر میں ٹرین پر سوار ہوا۔ ایک انگریز بھی سوار ہوا۔ جب کھانا کھانے کا وقت آیا میں نے ان کے دوست کے ذریعہ سے دریافت کیا کہ آپ کھانا کھائیں گے؟ انگریز نے کہا مجھ کو کیا عذر ہے ہم نے کھانا بازار سے خریدا تھا۔ اس میں کچھ کھانا پتوں پر بھی تھا ہم نے اس کو برتن تو دیئے نہیں کہ کون دھوتا پھرے گا۔ پتوں ہی پر رکھ کر دے دیا۔ اس نے بڑی خوشی سے لے کر کھالیا۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت برتن میں کھانا کیوں نہیں دیا؟ فرمایا کہ حق جوار (یعنی پڑوس ہونے کا) حق ادا کیا کیونکہ اس وقت پڑوسی تھا۔ حق احترام ادا نہیں کیا اس لئے کہ اسلام سے محروم تھا۔ سٹیشن پر آ کر اتر گیا اور بہت شکریہ ادا کیا۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت برتن میں کھانا دے دیتے تو اور زیادہ شکریہ ادا کرتا۔ فرمایا کہ یہ بھی تو ممکن تھا کہ بالکل نہ کرتا۔ برتن میں کھانا دینے سے اپنے کو بڑا سمجھتا کہ ہمارا احترام کیا گیا پھر شکریہ کی ضرورت ہی کیا۔ (الافاضات الیومیہ)

مہمان کو کھانا کھلانے کے آداب

(۱) کھانے پینے کی چیز کسی کے پاس لے جاؤ تو ڈھانک کرلے جاؤ۔ (تعلیم الدین)

(۲) میزبان کے ہاتھ شروع میں پہلے دھلائے جائیں اور کھانا بھی پہلے میزبان کے سامنے رکھا جائے۔

(۳) میزبان کھانا پہلے خود شروع کردے۔ اس سے مہمان بے تکلف ہو جاتا ہے۔

(۴) میزبان کو چاہئے کہ مہمانوں کو کھاتے ہوئے ہرگز نہ گھورے بس سرسری نگاہ سے اتنا معلوم کرتا رہے کہ کہاں کس چیز کی ضرورت ہے باقی نہ اس سے یہ کہے کہ آپ کم کھا رہے ہیں کیونکہ جب مہمان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ میزبان میرے لقمے دیکھ رہا ہے تو اس سے بالکل نہیں کھایا جاتا۔ (انفاس عیسیٰ)

(۵) کھانے پر مہمان سے تکلف کے ساتھ اصرار نہ کرنا چاہئے۔

(۶) دستر خوان پر سالن کی ضرورت ہوتو کھانے والے کے سامنے سے وہ برتن مت اٹھاؤ (جس میں وہ کھانا کھا رہا ہے اور دوسرے برتن میں لے آؤ۔ (آداب زندگی)

(۷) میزبان مہمان کے اوپر مسلط ہو کر نہ بیٹھے بلکہ اس کو آزاد چھوڑ دے کہ جس طرح چاہے کھائے بعض لوگ مہمان کے کھانے کو دیکھتے ہیں کہ کس طرح کھا رہا ہے اس سے مہمان کو تکلیف ہوتی ہے۔ (وعظ اصل العبادۃ)

میزبان کو مہمان کے سامنے کھانا رکھ کر بالکل غفلت کر لینا چاہئے تاکہ وہ آزادی سے کھا سکے۔ مہمان کو کھاتے ہوئے تکنا آداب میزبانی کے خلاف ہے اس پر شرم دامن گیر ہوتی ہے اور پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھا سکتا۔ بس سرسری طور پر دیکھتا رہے کہ کھانے میں کمی تو نہیں اور کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔ (افاضات الیومیہ)

مہمان سے کھانا کھانے پر اصرار نہیں کرنا چاہئے

بعض لوگ راحت آرام کی پرواہ نہیں کرتے۔ کھانے پر اصرار کرتے ہیں کہ اور کھالو۔ سفر میں مجھ کو اکثر اتفاق ہوا کہ مجھ سے کھانے کے لئے اصرار کیا گیا۔ میں نے کہا اگر مجھ کو کوئی تکلیف ہو گئی تو مجھ ہی کو بھگتنا پڑے گا آپ کا کیا بگڑے گا۔ کیا آپ تکلیف کو بٹالیں گے؟ زیادہ سے زیادہ آپ نمک سلیمانی یا کوئی چورن لا دیں گے پھر کوئی کچھ نہیں بولتا تھا۔ (الافاضات الیومیہ)

امام مالکؒ کی مہمان نوازی

امام شافعیؒ امام مالکؒ کے مہمان ہوئے۔ کھانے کے وقت خادم نے اطلاع کی کھانا تیار ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا لے آؤ۔ وہ ہاتھ دھلانے کے لئے پانی لایا اور پہلے امام شافعیؒ کے ہاتھ دھلانے چاہے۔ امام مالکؒ نے کہا کہ پہلے ہمارے ہاتھ دھلاؤ۔ اسی طرح کھانا رکھتے وقت فرمایا پہلے ہمارے سامنے رکھو اس کے بعد خود پہلے کھانا شروع کر دیا۔

یہ ترتیب اس وقت کی رسم کے خلاف ہے۔ لیکن اس میں ایک بہت بڑے دقیقہ (باریکی) پر امام صاحب کی نظر گئی اس لئے کہ مہمان کو پیش قدمی کرتے ہوئے شرم دامن گیر ہوتی ہے۔ خصوصاً کھانا کھانے میں ابتدا (پہل) کرتا ہوا مہمان شرماتا ہے۔ اس لئے آپ نے یہ ترتیب مہمان کو بے تکلف کرنے کے لئے اختیار فرمائی تھی۔ (انفاس عیسیٰ)

مہمان کو کیسا کھانا کھلانا چاہئے

ا۔مہمان کی خاطر مدارات کرو۔ایک روز کسی قدر تکلف کا کھانا کھلا دو۔تین دن تک اس کا حق مہمانی ہے۔

۲۔حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی مالدار مہمانوں کو معمولی کھانا اور غریبوں کو عمدہ کھانا کھلاتے تھے۔کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ بھائی مہمان کو ایسا کھانا کھلانا چاہئے جو عموماً وہ نہ کھاتا ہو۔(مجالس حکیم الامت)

۳۔فرمایا تھانہ بھون میں ایک درزی نے میری اور ایک مولوی صاحب کی دعوت کی مگر جب مجھ سے نہ چلا تو میں نے کہا کہ بھائی کچھ روٹی بھی ہے۔اس نے کہا کہ صاحب روٹی تو نہیں ہے۔میں نے اس سے کہا کہ بھائی تم نے یہ نئی چیز بغیر پوچھے کیوں پکا ڈالی۔ساگ پکا لیتے یا اگر نئی چیز پکانے کا ارادہ تھا تو پوچھ کر پکاتے۔یا نئی اور پرانی دونوں چیزیں پکاتے۔(حسن العزیز)

حضرت امام شافعیؒ کی حکایت

امام شافعیؒ ایک بے تکلف شخص کے مہمان ہوئے۔میزبان کی عادت تھی کہ غلام (نوکر) کو کھانے کی فہرست لکھوا دیتے کہ اس وقت یہ پکے گا۔امام شافعیؒ نے ایک مرتبہ وہ فہرست غلام سے لے کر ایک کھانا جو ان کو مرغوب تھا بڑھا دیا وہ کھانا بھی تیار کیا گیا جب کھانا آیا تو میزبان نے نیا کھانا دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیوں پکایا گیا ہے ہم نے تو یہ نہیں لکھا تھا۔اس نے کہا یہ کھانا مہمان صاحب نے بڑھا دیا ہے۔میزبان بہت خوش ہوئے حتیٰ کہ اس کے صلہ میں کہ اس نے مہمان کے حکم کی تعمیل کی اس کو آزاد کر دیا۔(حسن العزیز)

مہمانوں کی خاطر داری اور دعوت کرنے میں تکلف کے حدود

ہم کو اسلامی سادگی پر رہنا چاہئے اگر کسی مہمان کو خاطر کچھ تکلف بھی کیا جائے تو اس میں بھی اسلامی اعتدال کا لحاظ ضروری ہے۔مبالغہ نہ کیا جائے اسی میں ہماری عزت ہے مگر آج کل مسلمان یورپ کی تقلید میں اپنی عزت سمجھتے ہیں ان کا طرز معاشرت ان کا طریق تمدن اختیار کر کے ترقی کرنا چاہتے ہیں۔

ان پر مصیبت یہ ہے کہ دعوت بھی کریں گے تو ایسی کہ بغیر قرض لئے نہ ہو سکے بھلا گھر کا معمولی کھانا کس طرح کھلا دیں جب تک رنگ برنگ کے کھانے دستر خوان پر نہ ہوں دعوت ہی نہیں کرتے۔ بس سب سے اچھی عادت یہ ہے کہ جو گھر میں ہو وہ کھلا دیا اور اگر اہتمام و تکلف کرنا ہو تو اس کیلئے) شرط یہ ہے کہ حیثیت سے زیادہ نہ ہو کہ مقروض تک ہو جائے۔ (مطاہر الاموال)

بعض لوگ مہمانداری میں اس قدر تکلف کرتے ہیں کہ بجائے آرام کے اور تکلیف ہو جاتی ہے۔ مجھے بہت دفعہ ایسا واقعہ پیش آیا کہ کھانے کے اندر زیادہ تکلف ہونے کی وجہ سے کھانا نہیں کھایا گیا۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ بعض دفعہ خفیہ طور پر پکوریاں منگا کر کھائیں۔ یہی وجہ ہے مسلمانوں میں بے لطفی کی کیونکہ لطف کا بڑا ذریعہ راحت ہے اور جب ہر وقت کدورت ہوتی رہے تو پھر لطف کہاں (کف الاذیٰ ملحقہ حقوق و فرائض)

تکلفات کی وجہ سے تکلیف اور پریشانی

فرمایا کسی کی دعوت کرے تو وقت پر جو کچھ میسر ہو سکے کھلا دے۔ اگر وقت پر باسی روٹی مل جائے تو وہ کھلاؤ اور زردہ اور قورمہ سے اچھی ہے۔ بعض جگہ تو اس قدر تکلف ہوتا ہے کہ ایک جگہ دعوت ہوئی صبح کو چائے پلائی اس میں اس قدر تکلف کیا کہ بیس روپے (فی آدمی) لگ گئے۔ پھر کھانے میں اتنا بکھیڑا کیا کہ عصر کے وقت کھانا ملا۔ بھلا ان باتوں سے کیا نفع۔ خوب سمجھ لیجئے کہ دین کے چھوڑنے سے دنیا کی بھی تکلیف ہوتی ہے اور عقل بھی مسخ ہو جاتی ہے۔

آج ایک صاحب نے میری دعوت کی بارہ بجے تک میں نے کھانے کا انتظار کیا اتفاق سے اس وقت بھوک بھی زیادہ نہیں لگی تھی آخر ڈیڑھ بجے کے بعد میں نے اپنے گھر جا کر کھانا کھا لیا۔ ڈھائی بجے کے بعد وہاں سے کھانا آیا تو میں نے واپس کر دیا اور کہلا بھیجا کہ میں کھانا کھا چکا ہوں تھوڑی دیر کے بعد وہ صاحب خود آئے اور معذرت کرنے لگے اس کے بعد انہوں نے کھانا بھیجا تو میں نے رکھ لیا۔ فرمایا کہ جب کسی کی دعوت کرے تو وقت پر جو کچھ میسر ہو سکے کھلا دے۔ اب بتلایئے اتفاق سے آج رات کو بھی دعوت ہے تو یہ صبح کا کھانا تو شام کو کھایا جائے گا اور شام کا کھانا کل صبح کو کھانا چاہئے۔ ایسی دعوت میں کیا لطف ہے۔ (ملفوظات دعوات عبدیت)

اللہ والوں کی بے تکلف میز بانی و مہمانی

مولانا مظفر حسین صاحب کی حکایت

مولانا مظفر حسین صاحبؒ جہاں جاتے فوراً کہہ دیتے کہ میں تمہارا مہمان ہوں ایک دن ٹھہروں گا یا دو دن۔ ایک دفعہ یہ بزرگ مولانا گنگوہیؒ کے مہمان ہوئے صبح کو مولانا نے ناشتہ کے لئے کہا۔ آپ رامپور جانے والے تھے اس لئے آپ نے کہا کہ کھانا تیار ہونے میں دیر لگے گی میری منزل کھوٹی ہوگی (یعنی بہت دیر ہو جائے گی) ہاں اگر رات کا کھانا رکھا ہوا ہو تو لا دو۔ مولانا نے ماش کی دال اور باسی روٹی لا دی۔ آپ نے دال روٹی پر الٹ کر پلے میں باندھ لی اور رخصت ہو گئے۔ جب رامپور پہنچے تو حکیم ضیاء الدین صاحب سے کہا مولوی رشید احمد صاحب بڑے اچھے آدمی ہیں۔ حکیم الدین صاحب سے کہا بزرگ ہیں۔ فرمایا میں ان کے بزرگ ہونے کی تعریف نہیں کر رہا ہوں میں تو کہہ رہا ہوں کہ وہ بہت اچھے آدمی ہیں اگر خود نہیں سمجھتے ہو تو پوچھ لو۔ انہوں نے کہا اچھا حضرت فرمایئے۔ آپ نے کہا دیکھو کیسے اچھے آدمی ہیں انہوں نے مجھے کھانے کے لئے کہا میرے کہنے پر جو کھانا رکھا ہوا تھا بلا تکلف لا دیا۔ اس واسطے میں اچھا کہہ رہا ہوں کہ وہ بڑے اچھے آدمی ہیں۔ (حسن العزیز التبلیغ)

چند مہمان ایک ساتھ آئیں تو سب کیساتھ یکساں معاملہ کرنا چاہیے

جب دو ساتھی شخص مہمان آئے ہیں تو کھانے کے معاملہ میں ان کے ساتھ ایک ساتھ برتاؤ کرتا ہوں۔ مجھے یہ نا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک کے ساتھ کچھ معاملہ کیا جائے اور دوسرے کے ساتھ کچھ۔ دونوں کے ساتھ یکساں برتاؤ مناسب ہے۔ (الافاضات الیومیہ)

معزز اور مخصوص مہمان کا ایک ادب

میزبان اگر کسی نئے اجنبی آدمی کو کسی مہمان کے ساتھ کھانے میں شریک کرنا چاہیے تو مہمان سے اس کے کھانے کی اجازت لے لے۔ کیونکہ مہمانوں کی طبیعتیں مختلف ہوتی

ہیں۔ ممکن ہے اس وجہ سے وہ کھانا بھی بار ہو جائے۔ (حسن العزیز)

مختلف جنس اور مختلف خیال قسم کے لوگوں کو

ایک ساتھ دستر خوان پر کھانا کھلانے سے احتیاط کرنا چاہیے۔

فرمایا میرا ایک یہ بھی معمول ہے کہ اگر متعدد (کئی) مہمان ہوں اور ان میں پہلے سے کوئی تعلق نہ ہو تو ان کو ایک جگہ جمع کر کے کھانا نہیں کھلاتا۔ اگر خود بھی ساتھ کھاتا ہوں تب جمع کر لیتا ہوں کیونکہ اس وقت میں خود ان کے لئے واسطہ ہو جاتا ہوں اور مجھ سے سب کو واسطہ ہے۔ مہمانوں کے بارے میں یہ بات کبھی نہ سنی ہوگی۔

یہ معمول اس لئے ہے کہ کھانے میں مختلف لوگوں کے جمع ہونے سے آپس میں بے تکلفی نہ ہونے کی وجہ سے انقباض (کچھاؤ) ہوتا ہے۔ دل کھول کر فراغت سے کھانا نہیں کھایا جاتا۔ مختلف طبیعتیں مختلف رنگ کی ہوتی ہیں کہ جب تک بے تکلفی نہ ہو کھانے میں حجاب ہوتا ہے۔

ادب کا تقاضہ یہ ہے کہ دستر خوان پر ایک جنس کے لوگ ہوں اگر غیر جنس (مختلف خیال کا کوئی) ہوتا ہے تو طبیعت منقبض ہوتی ہے (یعنی) پیچھے ہٹتی ہے) کھانے کی مجلس بے تکلف ہونا چاہیے۔ اس لئے میزبان کو چاہیے کہ نئے آدمی کو کسی مہمان کے ساتھ شریک کرنا چاہے تو مہمان سے اجازت لے لے ممکن ہے وہ غیر جنس ہو اور کھانا بھی بار ہو جائے۔ (حسن العزیز۔ آداب المعاشرت جدید)

ایک اہم ہدایت

جو شخص (دعوت) کھانے کے لئے جا رہا ہو یا بلا گیا ہو اس کے ساتھ اس مقام تک مت جاؤ (جہاں کھانا کھلایا جا رہا ہے) کیونکہ صاحبِ خانہ شرما کر کھانے کی تواضع کرتا ہے (یعنی شرما حضوری میں اس کو بھی پوچھ لیتا ہے) اور اندر سے دل نہیں چاہتا اور بعض لوگ فوراً قبول کر بھی لیتے ہیں تو صاحب خانہ کی بلا رضامندی کے اس نے کھانا کھایا اور اگر قبول نہ کیا تو صاحب خانہ کی سبکی (توہین) ہے۔ پھر صاحب خانہ کا اول وہلہ میں (یعنی اچانک) پس و پیش یہ بھی مستقبل ایذاء ہے۔ (اس لئے بہتر یہی ہے کہ کسی غیر آدمی کو جس کی دعوت نہ ہو صاحب خانہ کے سامنے اور مجلس دعوت تک جانا ہی نہیں چاہیے۔ (آداب زندگی)

مہمانوں کی آمد زیادہ ہواور گنجائش کم ہوتو کیا کرنا چاہیے

میرے ایک دوست نے مجھے لکھا کہ (۳۰) تیس روپے میری تنخواہ ہے اور مہمان بکثرت آتے ہیں۔ تنخواہ میں خرچ پورا نہیں ہوتا میں بہت پریشان ہوں۔ میں نے لکھا کہ عرف کو طاق میں رکھو جو تمہارا کھانا ہے وہ سب کے سامنے رکھ دیا کرو اور کہہ دیا کرو کہ بس یہی کھانا ہے۔ سب مل کر کھالو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا بس سب نے آنا چھوڑ دیا۔ (احکام المال التبلیغ)

اتفاقاً اگر مہمانوں کا کھانا گھٹ جائے

میرے یہاں کا قصہ ہے کہ ایک دفعہ میرے یہاں سالن کم ہوگیا۔ گھر کے لوگوں نے بھائی کے یہاں سے چھپا کر سالن منگایا کہ مہمان کو خبر نہ ہو کہ یہ دوسری جگہ سے آیا ہے۔ جب کھانے بیٹھے تو میں نے صاف کہہ دیا کہ یہ بھائی کے یہاں سے آیا ہے اور میں نے گھر میں کہا کہ ہم کو جو دوستوں سے محبت ہے اللہ کے واسطے ہے پھر اس میں شکایت کی کیا گنجائش۔ دوسرے ہماری شان ہی کیا ہے جو گھٹ جائیگی۔ (ذکر الرسول التبلیغ)

مہمان کو حق نہیں کہ دستر خوان سے کھانا کسی فقیر

کو دیدے یا کسی کو کھانے کے لئے پوچھے

۱......فقہا نے لکھا ہے کہ اگر سائل (فقیر) آکر سوال کرے تو مہمان کو دستر خوان سے دینا جائز نہیں۔

۲......اگر کھانے کی چند مجلسیں ہوں تو اپنی مجلس میں اگر کھانے کی کمی پڑ جائے تو اپنے سامنے سے دے سکتا ہے اور اگر دوسری مجلس میں ضرورت پڑے تو دینا جائز نہیں ہے۔ (جدید ملفوظات)

۳......اگر کسی مہمان کے واسطے پان آئیں تو اس کو یہ جائز نہیں کہ اپنے پاس بیٹھنے والوں کو بھی کھلا دے اور فرمائش کر کے ان کے لئے پان منگائے۔ اس سے میزبان کو بعض اوقات ناگواری ہوتی ہے۔ (ترجیح الآخرت التبلیغ)

مہمان کیلئے جائز نہیں کہ کسی کو کھانے میں شریک کرے

خواص کی زبردست غلطی

خواص (پڑھے لکھے لوگوں) تک کی یہ حالت ہے کہ جب وہ کسی کے یہاں مہمان

ہوتے ہیں تو کھانے کے وقت دوسروں کو بلا بلا کر کھانے میں شریک کرتے ہیں۔ اول تو دوسرے لوگوں کو چاہیے کہ کھانے کے وقت خود ہی وہاں سے الگ ہو جائیں لیکن اگر وہ الگ نہ ہوں تو مہمان کو ہرگز جائز نہیں کہ وہ سب کو بلا کر شریک کرے۔ آخر تم کو کیا حق ہے کہ دوسرے کے دستر خوان پر اس کی اجازت کے بغیر لوگوں کو بٹھلاؤ۔ رہا یہ کہ میزبان اس سے خوش ہوتا ہے۔ اس کو ناگوار نہیں ہوتا یہ بالکل غلط ہے کیونکہ ہر شخص اپنے مہمانوں کے انداز سے کھانا پکاتا ہے جب زیادہ آدمی بیٹھ جائیں گے تو ضرور اس کو ناگوار ہوتا ہے اور اگر اس کو ناگوار نہ ہو تو اس کے گھر والوں کو ناگوار ہوگا۔ کیونکہ ان کو اپنے لیے از سرِ نو انتظام کرنا ہوگا۔ مگر خواص کو اس کی پرواہ نہیں ہوتی وہ دستر خوان پر بیٹھ کر ساری مجلس کو شریک کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حاضرین کو نہ بلانا اور تنہا کھانا کھانا شرم کی بات ہے۔

افسوس! ان کو اللہ سے شرم نہیں آتی۔ اگر ایسی یہ شرم ہے تو ان کو بازار سے دام خرچ کر کے کھانا منگانا چاہیے۔ پھر اختیار ہے کہ جتنے آدمیوں چاہو بلا لو۔ مگر انشاء اللہ جس دن ایسا کرنے کے لیے کہا جائے گا اس دن سے ایک کو بھی نہ بلائیں گے۔ (التبلیغ ترجیح الآخرۃ آداب تقریر)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا معمول!

فرمایا میری عادت یہ ہے کہ جب میں سفر کرتا ہوں تو اپنے ساتھ صرف ایک آدمی کو لے لیتا ہوں اور داعی (بلانے والے) کو پہلے سے اس کی اطلاع کر دیتا ہوں تا کہ وہ آزاد رہے۔ داعی پر صرف میرا اور اس آدمی کا بار ہوتا ہے۔ پھر بعض دفعہ راستہ میں بعض لوگ محبت کی وجہ سے ساتھ ہو لیتے ہیں تو میں ان سے صاف کہہ دیتا ہوں کہ آپ اپنا انتظام خود کریں۔ جہاں میرا قیام ہوگا وہاں آپ قیام بھی نہ کریں بلکہ سرائے وغیرہ میں جہاں آسانی ہو وہاں ٹھہریں اور بازار سے اپنے کھانے کا انتظام کریں اور صبح شام ملاقات کے لیے میرے پاس آجایا کریں جس سے میزبان کو یہ نہ معلوم ہو کہ آپ میرے ساتھ ہیں۔ پھر اگر وہ از خود آپ کی دعوت کرے تو آپ اپنے تعلقات کو دیکھ کر دعوت منظور کریں۔ میرے طفیلی بن کر کھانا نہ کھائیں۔

اور اگر میزبان مجھ سے کہنے لگتا ہے کہ آپ کے ساتھ میں آنے والوں کی بھی دعوت

کرنا چاہتا ہوں تو میں صاف کہہ دیتا ہوں کہ میرے ساتھ کوئی نہیں ہے میں نے کسی کو نہیں بلایا۔ اگر آپ کو دعوت کرنا ہو تو خود ان سے کہیے اور محض اپنے تعلقات کی بناء پر جو چاہے کیجئے میرے اوپر اس کا احسان نہ ہوگا میں ان سے نہیں کہنا چاہتا۔

میری عادت یہی ہے ہاں اگر کوئی بہت ہی مخلص ہوتا ہے تو وہاں اس قاعدہ پر عمل نہیں کرتا۔

کسی بزرگ کے ساتھ ان کے متعلقین کی دعوت کرنے کا طریقہ

اپنے بزرگ کے ساتھ اگر ان کے بعض متعلقین کی بھی دعوت کرے تو خود ان بزرگ سے نہ کہے کہ فلاں کو بھی لیتے آیئے۔ بعض اوقات یاد نہیں رہتا۔ اپنا کام ان سے لینا خلاف ادب بھی ہے بلکہ ان سے اجازت لے کر متعلقین سے خود کہہ دے اور متعلقین کو بھی چاہیے کہ اپنے بڑوں سے پوچھ کر (دعوت) منظور کریں۔ (آداب زندگی)

فرمایا جب نواب صاحب کے بلانے پر میں ڈھاکہ گیا تو وہاں بنگال کے اہل علم اطراف سے ملاقات کے لئے آئے۔ میں نے سب سے کہہ دیا کہ آپ حضرات کو کھانا بازار سے کھانا چاہیے۔ جب نواب صاحب کو پتہ چلا تو انہوں نے فرمایا کہ ان سب کا کھانا ہمارے یہاں سے ہوگا اور انہوں نے مجھ سے کہا۔ میں نے کہا وہ میرے احباب ہیں طفیلی نہیں ہیں میں ان سے نہیں کہتا۔ آپ خود ان کی دعوت کیجئے وہ اگر منظور کرلیں ان کی مرضی۔ پھر ایک ایک کی تلاش کرکے دعوت کی۔ ان لوگوں نے مجھ سے پوچھا میں نے اجازت دے دی۔ وہ لوگ میرے ساتھ کھانے میں شریک ہوئے۔ پھر میں نے ان لوگوں سے کہا ملاحظہ فرمایئے عزت اس میں ہے یا اس میں کہ طفیلی بن کر دعوت میں شامل ہوتے۔ (الکلام الحسن)

مختلف مہمانوں کے ساتھ مختلف برتاؤ

میں ایک مدت تک اس میں مبتلا رہا کہ سب دوستوں کے ساتھ معاملہ میں برابری کروں ایک عرصہ تک ایسا کیا بھی مگر اس میں تکلیف بھی ہوئی اور پھر یہ بھی سمجھ میں آیا کہ ایسا کرنا سنت کے خلاف ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جو معاملہ شیخین (حضرت ابوبکر

صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما) کے ساتھ تھا وہ دوسروں کے ساتھ نہیں تھا۔ مجلس میں بھی ایسے امور پیش آتے تھے جن سے ان کا امتیاز ظاہر ہوتا تھا۔ اس وقت سے اب اس میں کاوش نہیں کرتا۔ وقت پر جیسا برتاؤ جس سے کرنے کو جی چاہتا ہے کر لیتا ہوں۔ (مجالس حکیم الامت)

میں مہمانوں میں عرف کا پابند نہیں۔ جس کے ساتھ جیسی خصوصیت ہوئی اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کیا گیا۔ کسی کو گھر بلا کر کھلا دیا کسی کو (گھر سے کھانا بھیج دیا اور کسی کو) پیسے بھیج دیئے کہ بازار سے لے کر کھالیں۔ کسی کو کچھ بھی نہیں دیا۔ (حسن العزیز)

معزز مہمانوں کے لئے ضروری ہدایت

فرمایا ایک مرتبہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے ایک خادم سے فرمایا کہ جب آیا کرو تو تنہا آیا کرو۔ کسی کو ساتھ لے کر نہ آیا کرو۔ مجھے خیال ہوا کہ اس میں کیا مصلحت ہے۔ اس وقت تو کوئی مصلحت سمجھ میں نہیں آئی۔ لیکن چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ یہ ارشاد نہایت مصلحت پر مبنی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر شخص کی استعداد (اور اس کا رتبہ) ومقصد جدا ہوتا ہے اور اس کے موافق اس شخص سے برتاؤ کرنا مناسب ہوتا ہے اور اگر کسی کے ساتھ ہو تو بسا اوقات ایک کی رعایت سے دوسرے کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کرنا پڑتا ہے اور وہ نامناسب ہوتا ہے۔ چنانچہ تجربہ کے بعد مجھے خود اس کی ضرورت محسوس ہوئی۔ (مقالات حکمت دعوات عبدیت)

ہر ایک کے ساتھ اس کی شان کے موافق معاملہ کرنا چاہیے

۱...... ہر شخص کے رتبہ کے موافق اس کی قدر منزلت کرو۔ سب کو ایک لکڑی مت ہانکو۔ اپنے دوستوں اور رفیقوں سے اچھی طرح پیش آؤ۔ (تعلیم الدین)

۲...... ہر شخص کو اس کے درجہ پر رکھنا ضروری ہے۔ حدیث شریف میں ہے **نزلوا الناس منازلھم.** (لوگوں کے ساتھ ان کے درجات کے موافق برتاؤ کرو) سب کو ایک لکڑی سے ہانکنا خلاف سنت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ایک معمولی سوال کرنے والا آیا اس کو آپ نے چھوارے دے دیئے۔ پھر ایک سائل گھوڑے پر سوار ہو کر اچھا لباس پہنے ہوئے آیا۔

آپ نے اس کو اکرام کے ساتھ بٹھلایا اور عزت کے ساتھ کھانا کھلایا۔ جب وہ سائل چلا گیا تو کسی نے حضرت عائشہؓ سے اس فرق کے متعلق عرض کیا کہ یہ بھی سوال کرنے والا وہ بھی سوال کرنے والا تھا ان میں فرق کرنے کی کیا وجہ تھی؟ فرمایا اس کا رتبہ اور ہے۔ اس کا رتبہ اور ہے دونوں کے ساتھ ان کے رتبہ کے موافق ہی معاملہ ہونا چاہیے۔ (الافاضات الیومیہ)

رئیسوں، مال داروں کی ان کی شان کے مطابق خاطر کرنا چاہیے

فرمایا دنیا کے رئیس اور مال دار لوگ اگر کسی عالم یا ولی سے ملاقات کے لئے آئیں تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم یہ ہے کہ ان سے خشونت کا برتاؤ نہ کریں۔

فرمایا اسی وجہ سے میرا معمول یہ ہے کہ امیر رئیس اگر تہذیب وادب سے رہے تو عام غریبوں کے مقابلہ میں اس کی خاطر زیادہ کی جائے کیونکہ یہ لوگ اس کے عادی ہوتے ہیں اور قاعدہ ہے **نزلوا الناس علیٰ منازلھم** یعنی جس کو دنیا میں جو درجہ مرتبہ حاصل ہو ان کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرنا مناسب ہے۔

لیکن اگر وہ خود کوئی متکبرانہ معاملہ کریں یا علماء کی حقارت کی کوئی چیز ان سے ظاہر ہو تو قطعی پرواہ نہ کی جائے ان کے عمل کا جواب اس کے مناسب دیا جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نہ ان کو ذلیل کرے نہ خود اپنے آپ کو ان کے سامنے ذلیل کرے۔
(مجالس حکیم الامت)

مہمان کا اکرام واحترام اور اس کا استقبال اس کی شان کے مطابق ہونا چاہیے

ایک قصبہ میں ایک جلسہ ہوا تھا۔ علماء کرام کے احترام کے لئے جلسہ گاہ کو سجایا گیا۔ بلیوں پر کپڑا منڈھا گیا۔ پنڈال بنایا گیا۔ بعض علماء دیوبند یہ حال دیکھ کر وہاں سے واپس ہو گئے۔

اتفاق سے اسی زمانہ میں مدرسہ میں دیوبند میں ایک گورنر آئے تھے وہاں ان کے لئے اسی قسم کا تکلف کیا گیا تھا۔ اس پر ایک صاحب نے میرے سامنے اعتراض کیا کہ اپنے

لئے مولوی سب کچھ جائز کر لیتے ہیں اور دوسروں کے لئے ناجائز۔

میں نے کہا کہ مہمان کا اکرام اس کے مذاق (اوران کی شان) کے موافق کیا جاتا ہے سو وہاں مہمان تھا ایک دنیادار اور اس کا احترام یہی تھا اور یہاں مہمان تھے علماء ان کا یہ احترام نہ تھا تم کو بالکل سمجھ نہیں تم دونوں کو ایک ہی بات سمجھتے ہو دونوں میں بڑا فرق ہے۔ (الافاضات الیومیہ)

کافر مہمان کا ادب واحترام

ایک ہندو ڈپٹی کلکٹر نے حضرت سے ملاقات کے لئے مجلس میں آنے کی خواہش کی حضرت نے اجازت دے دی اور جب وہ آئے تو حضرت خود تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے مگر حاضرین مجلس کو حکم دیا کہ وہ سب بیٹھے رہیں۔ جب وہ چلے گئے تو فرمایا میں تو اس لئے کھڑا ہوا کہ وہ میرے مہمان تھے اور مہمان کے اکرام کا حکم دیا گیا ہے اور آپ حضرات کو کھڑے ہونے سے اس لئے منع کیا کہ آپ کی تعظیم بے ضرورت تھی اس طرح اکرام مہمان کا حق بھی ادا ہو گیا اور غیر مسلم کی بے ضرورت تعظیم بھی نہ ہوئی۔ (مجالس حکیم الامت)

فرمایا اگر مسٹر گاندھی بھی میرے پاس آئیں تو میں ان کا بھی اکرام کروں گا مگر ایک شرط لگاؤں گا کہ اپنے خیالات کی تبلیغ کرنے کا یہاں موقع نہ دیا جائے گا۔ (مجالس حکیم الامت)

جلسہ کے منتظمین کو حضرت تھانویؒ کی ایک رائے

رسم ورواج ایسی بلا ہے کہ اکابر تک بھی اس میں کسی نہ کسی قدر مبتلا ہوتے ہیں الاماشاءاللہ۔

ایک بڑے مدرسہ کا ایک زبردست (عظیم الشان) جلسہ ہوا دیکھنے والے تجربہ کاروں نے تیس ہزار آدمیوں کے اجتماع کا اندازہ کیا تھا۔

میں نے منتظمین کی خدمت میں یہ رائے پیش کی کہ اہل مدرسہ اپنے زیر انتظام کچھ دکانیں کھلوا دیں اور مختلف کھانے ہر وقت تیار رہیں تاکہ ہر شخص کو اس کے مزاج کے مطابق کھانا مل سکے۔ نیز نرخ (بھاؤ) بھی بلا جبر واکراہ کے مقرر کر کے دکانوں پر چسپاں کر دیا جائے۔ یا کسی اور طریقہ سے اعلان کر دیا جائے تاکہ کمی بیشی اور مہمانوں کی پریشانی کا

احتمال نہ رہے۔ اہل مدرسہ صرف قیام کا انتظام اپنے ذمہ لیں اور کھانے کا انتظام نہ کریں۔ آنے والے حضرات دکانوں پر کھالیں اور جو لوگ چالیس چالیس، پچاس پچاس روپیہ آمد و روفت میں خرچ کر سکتے ہیں ان کو کھانے میں دو چار روپیہ کا خرچ کرنا کچھ مشکل نہ ہوگا اور ادھر مدرسہ کی ایک بڑی رقم بچ جائے گی۔ لیکن میری اس رائے کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ اور صرف یہ فرما کر ٹال دیا گیا کہ یہ عرف اور معمول کے خلاف ہے رواج اس کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ چنانچہ تیس ہزار کے مجمع کو کوئی وقت کھانا کھلایا اور کھانا بھی لذیذ، عمدہ، مرغن، جس کی وجہ سے ادھر مدرسہ کو زبردست زیر باری ہوئی (مدرسہ مقروض ہو گیا) اور ادھر منتظمین کی ایک بڑی جماعت مواعظ میں شریک نہ ہو سکی۔ حالانکہ جلسہ کا اصل مقصود مواعظ ہی تھے، یہ ہے رواج کی پابندی کا نتیجہ۔ (اسعد الابرار سفرنامہ لاہور)

مہمانوں کے سلسلہ میں حضرت تھانویؒ کا ایک معمول

میرے یہاں اب یہ دستور ہے کہ مہمان جتنے دنوں چاہے قیام کر لیں اور اپنے کھانے کا انتظام خود کر لیں۔ البتہ جن سے خصوصیت اور بے تکلفی ہے اور ان کا قیام بھی تھوڑی مدت کے لئے ہو یا ان کو انتظام میں دقت ہو تو ان کا کھانا مکان سے آتا ہے۔ یہ میرا دستور گو عرف و رواج کے خلاف ہے لیکن اس میں طرفین (ہر ایک کو) راحت ہے۔ مہمان جب چاہیں اور جو چاہیں کھا پی سکتے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ قیام میں آزاد ہیں جتنا جی چاہیں قیام کریں ورنہ بہت غیرت مند طبیعت کے انسان بجائے پندرہ دن کے پانچ دن بھی نہ ٹھہر سکتے اور یوں سمجھتے کہ مفت کی روٹیاں کھانا اور کسی پر بار ڈالنا مناسب نہیں۔ نیز جلدی جلدی آنے کا ارادہ بھی نہ کر سکتے اور ان باتوں سے ان کا دینی نقصان ہوتا اور میں بھی اس فکر سے آزاد ہوں کہ مہمانوں کے لئے کیا پکا اور کب پکا اور کون مہمان موجود ہے اور کون غائب ہے۔ کوئی پرہیزی کھانا تو نہیں کھاتا وغیرہ وغیرہ۔

اب جب اس اطمینان کے ساتھ دینی خدمات انجام دے سکتا ہوں مہمان نوازی کی صورت میں کہاں ممکن تھا۔ خصوصاً اس صورت میں کہ مہمان بھی بڑی تعداد میں بکثرت آتے

رہتے ہیں۔ایک مرتبہ مدارس عربیہ کی تعطیل کے زمانہ میں اسی مہمان جمع ہو گئے تھے جن میں اکثریت طلبا کی تھی۔ میں نے حافظ اعجاز صاحب سے جو مہمانوں کو قیمت لے کر کھانا کھلاتے ہیں کہہ دیا تھا کہ ہر طالب علم سے علیحدہ علیحدہ پوچھو کہ کتنے دن قیام کرنا چاہتے ہیں اور تمہارے پاس کافی دام اور خرچ ہے یا نہیں؟ جس کے پاس خرچ نہ ہو اس کو میرے حساب میں برابر کھلاتے رہو۔ان کے دام میں دوں گا کیونکہ دام دینا آسان ہے البتہ انتظام مشکل ہے۔

اتفاقاً اسی زمانہ میں مولوی محمد حسین صاحب تھانہ بھون آئے۔ اکثر طلبہ ان کے شاگرد تھے۔انہوں نے طلبہ سے فرمایا کہ تم لوگ کیسے لا پرواہ ہو کہ مولانا پر اپنے کھانے کا بوجھ ڈالتے ہو؟ کسی ذریعہ سے اس کی اطلاع مجھ کو بھی ہو گئی۔

میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ میں عرف و رسم و رواج کا پابند نہیں اگر مجھ کو تنگی ہوتی تو میں خود انکار کر دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے معمولی خدمت کر سکتا ہوں اور طلبہ تو میری اولاد کی طرح ہیں ان کے حقوق تو اور زائد ہیں آپ کچھ نہ فرمائیں ان کو آزادی سے رہنے دیں۔ (اسعد الابرار سفر نامہ لاہور)

مہمانوں کو ایک ضروری ہدایت

مہمانوں کو چاہئے کہ اگر شہر میں (یا کہیں بھی) کسی کام کے لئے جانا ہو تو اطلاع کر کے جائیں تا کہ کسی ضرورت کے لئے یا کھانے کے وقت ان کو تلاش نہ کرنا پڑے۔اس کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہئے (اس میں بہت سے پڑھے لکھے لوگ بھی غلطی کرتے ہیں۔(معمولات اشرفی)

آداب طعام

کھانا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اس کی قدر کرنا چاہئے

کھانا پینا خدا کی بڑی نعمت ہے اس کی قدر کرنا چاہئے۔اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر جیسی اللہ والوں کے یہاں دیکھی کہیں نہیں دیکھی۔ چنانچہ ایک بار حضرت مولانا شاہ فضل الرحمان صاحب قدس سرہ کے یہاں میں مہمان تھا۔ جب میں نے کھانا شروع کیا تو مولانا نے پوچھا کیا کھانا ہے میں نے کہا ارہر کی دال اور روٹی ہے۔فرمایا سبحان اللہ خدا کی بڑی نعمت ہے۔

دیکھو صحابہ کرام نے ایک ایک چھوارے پر پورا دن گزارا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو بعض وقت بغیر سالن کے روٹی کھاتے تھے، کبھی سرکہ سے کھالیتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو کو پیس کر پھونک سے بھوسی اڑا کر کھالیا جاتا تھا۔ (وعظ کساء النسا۔ التبلیغ)

کھانا خدا کا رزق ہے اس کو گھٹیا نہیں کہنا چاہئے

کھانا خدا کا رزق ہے اس کو اپنی طرف سے نسبت کرتے ہوئے اگرچہ کسی قدر گھٹیا نام سے یاد کرسکتے ہیں۔ مثلاً دال روٹی آب ونمک کہہ دیا جائے مگر اس قدر نہ گھٹانا چاہئے کہ گو موت کہہ دیا جائے کیونکہ کھانے میں یہ بھی ایک حیثیت ہے کہ وہ خدا کا رزق ہے اس لحاظ سے وہ بہت کچھ معظم ومکرم (قابل قدر واحترام) ہے۔ (التبلیغ، کساء النسا)

کھانا ناپسند ہو تو نہ کھائے لیکن اس کو برا نہ کہنا چاہئے

حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف یہ تھی کہ کھانا پسند نہ آیا اس کو چھوڑ دیا، نہ کھایا اور نہ کوئی برا لفظ اس کے متعلق فرمایا۔

آج کل افراط تفریط (کوتاہی وزیادتی) دونوں ہیں یا تو پلاؤ قورمہ سے ناک چڑھائیں یا باوجود رغبت نہ ہونے کے (یعنی جی نہ چاہنے کے باوجود) کھائے چلے جائیں اور اس کو بڑی نفس کشی سمجھتے ہیں کہ طبیعت نہیں چاہتی مگر زبردستی حلق سے اتارے چلے جاتے ہیں۔ اسے نفس کی مخالفت نہیں کہتے بلکہ اس کا نام خشک زہد ہے۔

شریعت میں اعتدال ہے۔ سبحان اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم نہیں فرمائی کہ جی نہ چاہتا ہو تو خواہ مخواہ کھا ہی لو بلکہ یہ تعلیم دی ہے کہ جی چاہے تو کھاؤ نہ چاہے تو چھوڑ دو مگر اس کو برا کہنے کی اجازت نہیں دی۔ اعتدال یہی ہے۔ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھلا دیا کہ کھانا پسند آیا تو کھالیا ناپسند آیا تو چھوڑ دیا۔

حدیث میں ہے لم یعب طعاما یعنی کسی کھانے میں کبھی عیب نہیں نکالا۔ جیسا ہم لوگ کرتے ہیں کہ گھی کم ہے کچا ہے، پکا ہے، یہ سارے نخرے اس لئے ہیں کہ خدا نے دے رکھا ہے۔

کھانے کی قدر بھوکے سے پوچھو اس کو یہ نہیں سوجھتا کہ کوئی روٹی تازی ہے یا باسی گھی کم ہے یا زیادہ، کھانا گرم ہے یا ٹھنڈا۔ غرض کھانے کو کسی صورت میں برا نہیں کہنا چاہئے۔ (التبلیغ وعظ کساء النساء)

ناشکری و بدتہذیبی کی بات

ہماری یہ حالت ہے کہ کوئی کھانا کھلاتا ہے تو اس میں دس قسم کے اعتراض نکالتے ہیں اور جگہ جگہ گاتے پھرتے ہیں کہ فلانے کے یہاں گھی کم تھا گوشت سخت تھا پلاؤ کچا تھا۔ گھونسے مار مار کر حلق سے اتارا گیا یہ کیا بے ہودگی ہے۔ اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں کہ پلاؤ قورمہ بھی خاطر میں نہیں لاتے اگر واقعی کھانا خراب بھی تھا اور تمہیں پسند نہ آیا تو اس کو نہ کھاتے واپس چلے آتے مگر اس کے متعلق تحقیر کے الفاظ کہنا جگہ جگہ گاتے پھرنا یہ کہا کی تہذیب ہے۔ (التبلیغ)

حضرت لقمان علیہ السلام کی عبرت آموز حکایت

حضرت لقمان علیہ السلام جو حکیم تو سب کے نزدیک ہیں اور بعض کے نزدیک پیغمبر بھی ہیں۔ انہوں نے ایک باغ میں نوکری کر لی۔ ایک مرتبہ مالک باغ میں آیا اور ان سے ککڑیاں منگائیں اور اس کو تراش کر ایک ٹکڑا ان کو دے دیا یہ بے تکلف بکر بکر کھاتے رہے اس نے دیکھ کر کہ یہ بڑے مزے سے کھا رہے ہیں یہ سمجھا کہ یہ ککڑی نہایت لذیذ ہے۔ ایک قاش (پھانک) اپنے منہ میں بھی رکھ لی تو وہ کڑوی زہر تھی فوراً تھوک دی اور بہت منہ بنایا پھر کہا کہ اے لقمان تم تو اس ککڑی کو بڑے مزے سے کھا رہے ہو یہ تو کڑوی زہر ہے کہا جی ہاں کڑوی تو ہے کہا پھر تم نے کیوں نہیں کہا کہ یہ کڑوی ہے (اور کیوں جلدی سے کھالی) کہا کہ میں کیا کہتا مجھے یہ خیال ہوا جس ہاتھ سے ہزاروں دفعہ مٹھائی کھائی ہے اگر اس ہاتھ سے ساری عمر میں ایک مرتبہ کڑوی چیز ملی تو اس کو کیا منہ پر لاؤں۔ (التبلیغ، کساء النساء)

بے نمک کی کھچڑی کھا لینے پر بخشش

میں نے اپنے ایک استاذ کو خواب میں دیکھا پوچھا آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟

فرمایا حق تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔ میں نے پوچھا کس بات پر بخش دیا۔ فرمایا ایک ذرا سی بات پر وہ یہ کہ ایک روز گھر میں کھچڑی پکی۔ اس میں نمک ٹھیک نہ تھا تو میں نے اس کو حق تعالیٰ کی نعمت سمجھ کر چپکے بیٹھ کر کھالیا کچھ تکرار نہیں کیا حق تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمیں تمہاری یہ بات پسند آئی۔ لہٰذا تم کو بخش دیا۔ ہم تو اس بنا پر ان کے معتقد تھے کہ وہ بڑے متقی تھے۔ نماز ایسی پڑھتے تھے ذکر وشغل کرتے تھے۔ بڑے پابند شرع تھے مگر بخشش ان کی اس پر ہوئی کہ بے نمک کی کھچڑی کھالی تھی۔ (التبلیغ وعظ کساء النساء)

کھانا خراب پکنے پر پکانے والے کو تنبیہ کرنا چاہئے لیکن کھانے میں عیب نہ لگانا چاہئے

مگر اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ باورچی (کھانے پکانے والی) کیسا ہی خراب اور بے ترتیبی سے پکائے اس کو تنبیہ بھی نہ کی جائے۔ یہ بات نہیں۔ پکانے والے کو تو سمجھا دینا چاہئے مگر کھانے سے ناک منہ نہ چڑھایا جائے کہ منہ میں رکھا اور ذرا نمک کم ہے تو تھوک دیا۔ اٹھا کر برتن پھینک دیا۔ بیوی یا نوکرانی کے سر پر سالن الٹ دیا۔ بعض لوگ برتن بہت توڑتے ہیں۔ ارے برتن نے کیا خطاء کی تھی بلکہ کوئی ان سے پوچھے کہ یہ جرمانہ کس پر ہوا۔ آپ نے جو اپنے گھر کا آٹھ روپے کا پیالہ توڑا یہ تو آپ ہی کے اوپر جرمانہ ہوا۔ جس سے لازم آیا کہ خطاوار تم ہی ہو۔ غصہ میں یہ بھی نہیں سوجھا کہ خطاوار نوکر ہے یا تم خود ہو اور جرمانہ کس پر ہو رہا ہے۔ اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کرنا ہے۔

کھانا تو تم سے چھین ہی لیا تھا کہ بھوکے رہے اور یہ جرمانہ ہوا کہ برتن بھی ٹوٹ گئے۔ بہت بری بات ہے کھانے میں عیب نکالنا تکبر کی بات ہے۔ (التبلیغ)

کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونے کا ادب

کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھو اور کلی کرو۔ (تعلیم الدین)

ایک صاحب نے پوچھا کہ کھانا کھانے سے پہلے کسی نے ہاتھ دھولئے ہوں تو اس کو

دوبارہ دھونا ضروری ہے؟

۱۔فرمایا کھانے کی نیت سے ہاتھ دھونا سنت ہے۔

۲۔اور دونوں ہاتھ دھونا سنت ہے۔

۳۔اور رومال وغیرہ سے پونچھنا نہیں چاہئے۔

۴۔البتہ کھانے کے بعد جو ہاتھ دھوئے ان کو پونچھ لے۔

۵۔اور کھانے سے پہلے صرف ہاتھ دھوئے کلی نہ کرے سنت یہی ہے۔کیونکہ ہاتھ اگرچہ پاک ہیں لیکن موقع بے موقع پڑتے رہتے ہیں کہیں کھجلا لیا۔کہیں ناک میں انگلی ڈال دی اس لئے ہاتھ کا دھونا سنت ہوا۔منہ تو پاک (وصاف) ہی رہتا ہے اس کے دھونے کی کوئی ضرورت نہ تھی (البتہ اگر منہ صاف نہ ہو تو کلی کرنے میں کوئی حرج نہیں)

۶۔البتہ کھانا کھانے کے بعد ہاتھوں کو دھونے کے بعد کلی بھی کر کے منہ صاف کر لے۔
(حسن العزیز)

کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کی حکمت

کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا اس لئے مشروع ہے کہ اس فعل سے انسان جملہ امراض متعدیہ سے محفوظ رہتا ہے کیونکہ اجرام مؤذیہ (جراثیم وغیرہ) جن سے متعدی امراض پیدا ہوتے ہیں وہ ہاتھ دھونے سے اتر جاتے ہیں اور انسان کے اندر داخل نہیں ہوتے۔(المصالح العقلیہ)

کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا اور کھانے کے بعد کی دعاء

(۱) بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرو۔(تعلیم الدین)

(۲) بعض بزرگوں کا قول ہے کہ ہر لقمہ پر شروع میں بسم اللہ اور آخر میں الحمدللہ کہا کریں مگر ہم کو تو یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے شروع میں بسم اللہ کہہ لیں اور سب سے اخیر میں الحمدللہ۔کیونکہ سنت میں یہی وارد ہے۔(کلمۃ الحق)

(۳) کھانا کھانے اور پانی پینے کے بعد اپنے مولا کا شکر کرو۔ **الحمد للہ الذی اطعمنی و سقانی وجعلنی من المسلمین** کہنا مسنون ہے اگر اتنا یاد نہ کر سکے تو

الحمدللہ تو صرور کہہ لیا کرو۔ (تعلیم الدین)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب کھانے سے فارغ ہوتے تو الحمدللہ الذی اطعمنا وسقانا کے ساتھ یوں بھی فرماتے غیر مودع ولا مکفور ولا مستغنی عنه ربنا کہ اے اللہ میں کھانے کو رخصت نہیں کرتا اور نہ اس کی بے قدری کرتا ہوں اور اے پروردگار میں اس سے مستغنی (بے نیاز) بھی نہیں ہوں (بلکہ دوسرے وقت پھر اس کا محتاج رہوں گا۔ (ارشادات حکیم الامت)

کھانا کس طرح بیٹھ کر کھانا چاہئے

ا......کھانا تواضع کے ساتھ بیٹھ کر کھاؤ۔ متکبروں کی طرح تکیہ لگا کر (یا پالتی باندھ کر بیٹھ کر) مت کھاؤ۔ (تعلیم الدین)

۲......حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت تھی فرماتے ہیں انی آکل کما یا کل العبد کہ میں اس طرح کھانا کھاتا ہوں جیسے کوئی غلام کھاتا ہے جس میں تکبر کا نام نہیں ہوتا۔ حدیثوں سے معلوم ہوا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکڑو بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔ (دعوات عبدیت)

کھانے کے متفرق ضروری آداب

ا......بسم اللہ کہہ کر کھانا شروع کرو۔ اور داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ البتہ اسی برتن میں کھانے کی چیزیں کئی قسم کی ہیں مثلاً کئی طرح کے پھل، میوہ، شیرینی وغیرہ۔ اس وقت جو مرغوب ہو جس طرف سے چاہو اٹھالو۔

۲......جس چیز میں سب انگلیاں نہ لگانی پڑیں۔ اس کو تین انگلی سے کھاؤ اور انگلیاں چاٹ لیا کرو۔

۳......اگر سالن میں مکھی گر پڑے تو اس کو غوطہ دے کر پھینک دو کیونکہ اس کے ایک بازو میں بیماری اور دوسری میں شفاء ہے مکھی زہریلی بازو (پر) کو پہلے ڈالتی ہے۔ دوسرے بازو کے ڈالنے سے اس کا تدارک ہو جائے گا۔ (یعنی زہر کا اثر ختم ہو جائیگا اور برابری سرابری ہو جائیگی۔

۴......برتن میں اگر سالن ختم ہو چکے تو اس کو صاف کر لیا کرو۔ اس سے برکت ہوتی ہے۔

۵......بہت جلتا ہوا کھانا مت کھایا کرو۔اس سے نقصان ہوتا ہے۔

۶......کھانے سے فارغ ہوکر اپنے رازق کا (یعنی اللہ تعالیٰ کا) شکر بجالاؤ۔اسی طرح پانی پینے کے بعد۔

۷......جب کھانا کھاچکو تو پہلے دسترخوان اٹھادو خود اسکو چھوڑ کر اٹھنا خلاف ادب ہے۔ (تعلیم الدین)

۸......چاندی سونے کے برتن میں کھانا پینا حرام ہے۔(تعلیم الدین)

متفرق ضروری باتیں

۱......فرمایا جب کھانا سامنے موجود ہو اور خواہش بھی ہو تو پھر ہاتھ روکنا بہت دشوار ہوتا ہے۔یہ بڑا سخت مجاہدہ ہے۔(حسن العزیز)

۱......فرمایا کھانا کھانے میں میرے سامنے سے اگر کوئی پیالہ اٹھالیتا ہے تو ناگوار ہوتا ہے۔اگر اور سالن کی ضرورت ہو تو اور دوسرے پیالہ میں لانا چاہیے کھانے والا آدمی اتنی دیر بیٹھے کیا کرے۔(آداب معاشرت)

کھانا کھانے کے دوران گندی چیز کا نام مت لو!

کھانا کھانے میں ایسی چیزوں کا نام نہ لو جس سے سننے والوں کو گھن پیدا ہو، نازک مزاجوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔(حسن العزیز)

سب کے ساتھ مل کر کھانے کے آداب

۱......کھانا سب لوگ مل کر کھایا کرو۔اس میں برکت ہوتی ہے۔(تعلیم الدین)

۲......مجلس میں بیٹھنے میں اس کا خیال رکھو کہ کسی کو تکلیف نہ ہو۔اس قدر مل کر نہ بیٹھو کہ اس کا دل گھبرا جائے۔(ملفوظات اشرفیہ)

۳......کھانے (کی مجلس) کا داب یہ ہے کہ اس پر ایک جنس کے لوگ ہوں۔(یعنی مختلف نظریات وخیالات کے نہ ہوں) اگر غیر جنس کے لوگ ہوں تو طبیعت منقبض ہو جاتی ہے۔کھانے کی مجلس بے تکلف ہونا چاہیے۔(حسن العزیز)

۴......اگر کھانا کم ہے اور آدمی زیادہ ہیں تو سب آدھا آدھا پیٹ کھالو۔ یہ نہیں کہ ایک خوب سیر ہو کر کھالے اور دوسرا پیٹ پیٹتا رہے۔

۵......اگر اپنے ساتھی سے پہلے کھا چکو تب بھی اس کا ساتھ دو۔ تھوڑا تھوڑا کھاتے رہو۔ کہیں تمہارے اٹھنے سے وہ بھوکا نہ اٹھ کھڑا ہو اور اگر کسی وجہ سے اٹھنا ہی ضروری ہو تو اس سے عذر کر دو۔ (تعلیم الدین)

۶......حضرت حاجی صاحبؒ سب کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھتے تھے اور سب کے ساتھ اٹھتے تھے۔ کسی کو معلوم نہ ہوتا تھا کہ کتنا کھایا اور کھاتے وہی ایک چپاتی یا ڈیڑھ چپاتی۔ (حسن العزیز)

کھانا جلدی جلدی کھانا چاہیے

فرمایا حدیث پاک میں جو آیا ہے کہ کھانا جلدی جلدی کھایا کرو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جلدی جلدی کھانے میں رغبت معلوم ہوتی ہے اور آہستہ آہستہ کھانے میں بے رغبتی معلوم ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا عطیہ بے رغبتی سے کھانا بہت بڑی بے ادبی کی بات ہے۔ (مقالات حکمت دعوات)

جلدی کھانا تہذیب کے خلاف نہیں البتہ وقار و تکبر سے کھانا بے ادبی ہے

حدیث میں ہے کہ کان یالک ذریعاً یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جلدی جلدی کھایا کرتے تھے۔ اس کو بعض بد تہذیب لوگوں نے خلافِ تہذیب کہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس بد تہذیب نے صرف اس فعل یعنی جلدی کھانے کو دیکھا ہے اور اس ذاتِ مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کھانا دینے والے پر پہنچی ہوئی تھی۔ اگر یہ شخص اس ذاتِ مقدس کے لاکھویں حصہ کے برابر بھی اس معظم ذات کو دیکھ لیتا تو یہ حضور سے بھی زیادہ تیز کھاتا۔

بتلاؤ اگر ایک بادشاہ تم کو امرود دے تو کیا اس کو وقار اور متانت سے اس طرح کھاؤ گے جس سے استغناء (بے نیازی) ظاہر ہو۔ یا فوراً ہی شوق و رغبت ظاہر کر کے جلدی جلدی کھاؤ گے۔ صاحبو! جو لوگ وقار و متانت اور تکلف و تکبر سے کھانا کھاتے ہیں انکی آنکھیں اندھی ہیں۔

ان پر کھانے کے وقت ذاتِ حق کی تجلی نہیں ہوتی اس لئے وہ استغناء کیساتھ کھاتے ہیں اور جس پر ذاتِ حق کی تجلی ہوگی وہ یقیناً سراپا محتاج اور غلام بن کر کھائے گا۔ (عصم الصوف ملحقہ فضائل صوم وصلوٰۃ)

ہاتھ سے کھانے کی اہمیت اور اسکا فائدہ

اللہ تعالیٰ نے ہاتھ سے کھانے میں بھی ایک خاصیت رکھی ہے جو کانٹے (یا کسی اور چیز) سے کھانے میں نہیں ہوتی۔ اولاً تو ہاتھ سے کھانے میں لذت معلوم ہوتی ہے۔ دوسرے ہاتھ سے کھانے میں ہاضمہ کی قابلیت پیدا ہوتی ہے۔ (یعنی کھانا ہضم ہوتا ہے) اطباء (حکیموں) نے چار ہضم لکھے ہیں۔ اب پانچواں ہضم یہ بھی لکھنا چاہیے کہ ہاتھ سے ہی ہضم شروع ہو جاتا ہے اور تعجب نہیں کہ اس حدیث میں یہ بھی حکمت ہو۔ (ملفوظات جدید ملفوظات)

جو لقمہ زمین پر گر جائے اس کو صاف کر کے کھا لینا چاہیے

۱...... اگر ہاتھ سے لقمہ چھوٹ کر گر جائے اس کو اٹھا کر صاف کر کے کھا لو تکبر مت کرو۔ (علو العباد ملحقہ حقوق وفرائض)

۲...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر کھانا کھاتے ہوئے لقمہ گر پڑے تو اس وقت یہ خلافِ ادب ہے کہ اس کو چھوڑ دے بلکہ اس کو صاف کر کے کھا لے۔ ☆☆☆☆

اور حدیث میں جو آیا ہے کہ جو لقمہ کھاتے وقت گر جائے اس کو صاف کر کے کھا لیا کرو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ شاہی عطیہ ہے۔ کیا اگر بادشاہ کوئی چیز دے کر اپنے سامنے کھانے کو کہے اور اس میں سے کچھ گر جائے تو کیا یہ شخص اس کو اٹھا کر نہ کھائے گا؟ (مقالات حکمت دعوات عبدیت)

جس پر ذاتِ حق کی تجلی (اللہ تعالیٰ کا استحضار) ہوگا وہ یقیناً سراپا محتاج اور سراپا غلام بن کر کھانا کھائے گا۔ اس کے ہاتھ سے اگر لقمہ گر پڑے گا تو فوراً صاف کر کے کھا لے گا اور ہرگز اس کو پڑا ہوا نہیں چھوڑے گا۔

دیکھو اگر بادشاہ نے تم کو ایک پھل دیا اور تم اس کے سامنے قاشیں کر کے کھا رہے ہو اور ایک قاش زمین پر گر جائے تو کیا تم اس کو زمین پر ہی چھوڑ دو گے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ شاہی عطیہ کی عظمت کر کے فوراً زمین سے اٹھا کر کھا لو گے؟ یہی طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور

صحابہ رضی اللہ عنہم کا تھا۔ (عصم الصنوف ملحقہ فضائل صوم وصلوٰۃ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حکایت

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ کھانا کھا رہے تھے۔ اس وقت ایک عجمی رئیس بھی آپ کے پاس بیٹھا تھا۔ آپ کے ہاتھ سے ایک لقمہ گر گیا تو آپ نے اس کو صاف کر کے کھالیا۔ خادم نے کہا حضرت یہ عجمی لوگ اس فعل کو معیوب سمجھتے ہیں (اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں) ان کے سامنے یہ فعل مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ تو حضرت حذیفہ نے جواب دیا۔ **ویأ اترک سنة حبیبتی لھولاء الحمقاء**۔ کہ کیا ان بے وقوفوں کی وجہ سے میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ چھوڑ دوں؟ یہ نہیں ہوسکتا۔ (عصم الصوف ملحقہ فضائل صوم وصلوٰۃ)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا واقعہ

ایک دفعہ خود مجھے یہ قصہ پیش آیا کہ ریل میں ایک رئیس مسلمان میرے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ ان کے ہاتھ سے ایک بوٹی نیچے کے تختے پر گر پڑی۔ تو ان حضرت نے اس کو بوٹ سے بچ کے نیچے کر دیا۔ یہ دیکھ کر میرا رونگٹا کھڑا ہو گیا اور میں نے خواجہ صاحب سے کہا کہ ذرا اس بوٹی کو اٹھا کر پانی سے دھو لیجئے اور دھو کر مجھے دے دیجئے میں اس کو کھاؤں گا۔ خواجہ صاحب نے اس کو دھویا اور دھو کر کہنے لگے کہ اگر کوئی دوسرا شخص اس کو کھالے تو اجازت ہے؟ میں نے کہا اجازت ہے تو خواجہ صاحب نے خود کھالی۔ وہ رئیس بعد میں کہتے تھے اس عملی تنبیہ کا میرے اوپر ایسا اثر ہوا کہ میں مارے شرم کے کٹ گیا اور اس دن سے میں نے کبھی گرے ہوئے لقمہ کو زمین پر نہیں چھوڑا بلکہ صاف کر کے کھالیتا ہوں۔ (عصم الصنوف)

روٹی کا ادب واحترام

مستدرک حاکم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روٹی کا ادب کرو۔ اسی وجہ سے تم اکثر اہل ادب کو دیکھتے ہو کہ روٹی کو پاؤں میں آنے سے بچانے کا بہت اہتمام کرتے ہیں۔

مقاصد حسنہ میں بعض علماء کا قول نقل کیا ہے کہ گیہوں جب پاؤں میں آتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتا ہے اور اس کے سبب سے قحط ہو جاتا ہے۔ (التشرف)

فقہا نے تو یہاں تک ادب ملحوظ رکھا ہے کہ روٹیوں پر برتن رکھنے (یا ڈھانکنے) کی ممانعت کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ روٹی کے اوپر برتن نہیں رکھنا چاہیے کیونکہ یہ رزق کی بے ادبی ہے۔ (رمضان فی رمضان)

کھانے میں مکھی گر پڑے تو اس کو غوطہ دے کر نکال دینا چاہیے

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں جب تمہارے کسی برتن میں مکھی گر پڑے تو مکھی کو اس میں ڈبو کر پھر اس کو پھینک دو کیونکہ اس کے ایک پر میں شفا اور دوسرے میں بیماری ہے اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ مکھی اس پر کو پہلے ڈالتی ہے جس میں بیماری ہے۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد)

اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت ہے جس چیز میں زہر رکھا ہے تو اس میں تریاق کا مادہ بھی رکھا ہے۔ ہر جانور کے زہر کا تریاق اسی جانور کے بدن میں خدا تعالیٰ نے رکھا ہے۔ چنانچہ سانپ کے زہر کا تریاق سانپ کے سر میں ہوتا ہے۔ ایسا ہی اور جانوروں کے ہوتا ہے ورنہ اگر جانوروں میں زہر تو ہو مگر ان میں تریاق کا مادہ نہ ہو تو کوئی جانور زندہ نہ رہ سکے۔ (المصالح العقلیہ)

برتن میں پھونکنے اور سانس لینے کی ممانعت اور اس کی حکمت

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص پانی پینے لگے تو برتن میں سانس نہ لے اور جب سانس لینا چاہئے تو برتن کو منہ سے ہٹا لے اور پھر جب پینے کا ارادہ کرے تو برتن منہ سے لگا لے۔ (ابن ماجہ)

۲- دوسری حدیث میں ابن عباس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی میں نہ پھونکتے تھے۔ (ابن ماجہ)

۳- اور ایسے ہی ایک حدیث میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں پھونکنے سے منع فرمایا ہے۔ (ترمذی)

فائدہ:۔ پانی میں سانس لینا یا پھونکنا اس لئے منع ہے کہ سانس تمام گندے بخارات

لے کر آتا ہے اور پانی میں اگر سانس لی جائے یا پھونکا جائے تو ان متعفن (سڑے ہوئے) بخارات سے پانی متاثر ہو جاتا ہے جو اندر سے باہر آتے ہیں اور اس طرح سے وہی بخارات اندر چلے جاتے ہیں جس کی وجہ سے طرح طرح کے امراض پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔

انسان کے اندر سانس کی آمدورفت گویا قدرتی مشین ہے جس کے ذریعہ سے گندے اور متعفن مادے ہر وقت باہر نکلتے ہیں اور تازہ ہوا اس کے اندر آتی رہتی ہے اور اس کے ذریعہ سے انسان کی صحت قائم رہتی ہے۔

الغرض اندر کے گندے اور متعفن بخارات اور مادے جو سانس کے ذریعہ سے باہر آتے ہیں ان کو کھانے پینے والی چیزوں میں سانس کے ذریعہ ڈالنے سے منع کیا گیا کیونکہ اس سے امراض پیدا ہوتے ہیں۔ (المصالح العقلیہ)

ہر لقمہ پر بسم اللہ کہنا

حافظ ضامن صاحبؒ نے فرمایا کہ بعض بزرگوں کا قول ہے کہ ہر لقمہ پر شروع میں بسم اللہ اور آخر میں الحمدللہ کہیں پھر فرمایا کہ بہت اچھی بات ہے مگر ہم کو تو یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ سب سے شروع میں بسم اللہ کہہ لیں اور سب کے آخر میں الحمدللہ۔ (یعنی شروع کی اور آخیر کی دعا پڑھ لیں) کیونکہ سنت میں یہی وارد ہے۔ (کلمۃ الحق)

کھانا کھانے کی حالت میں سلام کے ممنوع اور بات چیت کی اجازت ہونے کی وجہ

حاجات کے وقت جیسے کھانا کھانے یا پانی پینے میں سلام کرنا مکروہ ہے اس کی وجہ مجھے معلوم نہ تھی کہ کھانے وغیرہ کے وقت سلام کیوں منع ہے اور کلام (گفتگو) اس وقت منع نہیں تو اس کی وجہ کا وجدان سے (ذوق سے پتہ چلا کہ کلام کا جواب دینا فوراً طبعی تقاضے سے ضروری نہیں جب فرصت ہوتی ہے جواب دے دیا جاتا ہے اور سلام کا جواب طبعی تقاضے سے فوراً دینا ہوتا ہے اور بعض اوقات جواب دینے سے تکلیف کا اندیشہ ہوتا ہے کہ

شاید گلے میں لقمہ اٹک جائے۔ اس لئے ایسی حالت میں سلام منع ہوا (اور کلام میں ایسا خطرہ نہیں اس لئے اس کی اجازت ہوئی۔ واللہ اعلم (کلمۃ الحق)

کھانا کھاتے ہوئے باتیں کرنا درست ہے

۱...... فقہا نے لکھا ہے کہ کھانا کھاتے میں سلام کرنا مکروہ ہے اور باتیں کرنے کی اجازت دی ہے۔ (حسن العزیز)

۲...... کھانے کا وقت فراغت و تفریح کا ہوتا ہے اس وقت تفریح کی باتیں کرنا مناسب ہے۔ (انفاس عیسیٰ)

۳...... کھانا کھانے میں تو تفریح کی باتیں کرنا چاہئے۔ (حسن العزیز)

کھانے کی مجلس میں کوئی رنج وغم یا ایسی

کوئی بات نہیں کرنا چاہئے جس میں غور وفکر کرنا پڑے

۱- کھانے کی مجلس کے آداب کے خلاف ہے کہ اس میں ایسا سوال کیا جائے جس سے دماغ پر تعب (بار) ہو۔ کھانے کا وقت فراغت اور تفریح کا وقت ہوتا ہے۔ اس وقت تفریح کی باتیں کرنا مناسب ہے۔ (انفاس عیسیٰ)

۲- کھانے کی مجلس بے تکلف ہونا چاہئے۔ کھانے کے وقت قوت فکریہ (یعنی غور فکر کی قوت) کو دوسری طرف صرف نہ کرنا چاہئے۔

ایک جگہ ایک شخص نے دسترخوان پر سوال جواب شروع کر دیئے۔ میں نے منع کر دیا اور کہا یہ مجلس اس کی نہیں ہے۔ (حسن العزیز)

۳- دسترخوان پر دقیق دقیق باتیں (غور وفکر والی) نہیں کرنا چاہئے۔ بہت معمولی معمولی باتیں ہونی چاہئے۔ ورنہ کھانے کا کچھ لطف ہی نہیں آتا۔ کھانے کے وقت تو کھانے ہی کی طرف زیادہ توجہ ہونی چاہئے اگر کوئی ایسی بات (غور فکر والی) کرتا ہے تو میں کان بھی نہیں لگاتا کیونکہ کھان کا مزہ جاتا رہتا ہے۔ (ملفوظات کمالات اشرفیہ)

۴- بعض لوگ کھانے میں کچھ پوچھا کرتے ہیں تو میں منع کر دیتا ہوں کیونکہ

کھانا کھانے میں خلل ہوتا ہے اس وقت کوئی ایسی بات کرنا جس سے سوچنا پڑے نہیں کرنا چاہئے۔اس سے غذا کے ہضم میں بھی تو فرق پڑتا ہے۔(حسن العزیز)

جس برتن میں کھانا آیا ہو اس میں کھانا جائز ہے یا نہیں؟

شریعت نے اتنی احتیاط کی ہے فقہاء کرام لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص برتن میں کسی کے یہاں کوئی کھانا بھیجے تو اس برتن میں کھانا حرام ہے۔اپنے برتن میں الٹ لوتب کھاؤ۔ ہاں ایک صورت میں جائز ہے کہ وہ کھانا ایسا ہو کہ جو برتن بدلنے سے خراب ہو جاتا ہو یا اس کی رونق جاتی رہے۔

اگر ایسا کھانا ہو (مثلاً فرینی وغیرہ) تو اس برتن میں کھانا جائز ہے ورنہ نہیں ہاں اگر مالک استعمال کی اجازت دے دے تو جائز ہے۔

فقہا کے اس قول کی دلیل یہ حدیث ہے **لایحل مال امری مسلم الا بطیب نفس منه** کسی انسان کا مال اس کی دلی رضامندی کے بغیر حلال نہیں) کھانا بھیجنے والوں کو ان برتنوں کا استعمال ناگوار ہوتا ہے اور جب کھانا ایسا ہو جو برتن بدلنے سے خراب ہوتا ہو یا اس کی رونق جاتی رہتی ہو تو وہاں دلالتاً اس برتن میں کھانے کی اجازت ہوتی ہے۔(حسن العزیز)

پس خلاصہ فقہا کے کلام کا یہ ہوا کہ جہاں قرائن (اندازہ) سے استعمال کرنے کی اجازت ہو تو جائز ہے اور اگر قرائن (وانداز) سے معلوم ہو کہ اجازت نہیں تو جائز نہیں۔ لوگ اموال کے بارے میں بڑی بے احتیاطی کرتے ہیں۔

اگر کسی سے خصوصیت (بے تکلفانہ تعلقات ہوں) اور پورا یقین ہو کہ وہ اپنے برتن کے استعمال سے ناخوش نہ ہوگا تو وہ اس حکم سے مستثنٰی ہے۔(حسن العزیز)

کھانا کھانے کے لئے پوچھنے کے جواب میں ''بسم اللہ کیجئے'' کہنا

ایک صاحب نے پوچھا کہ عام طور پر رواج ہے کہ جب کوئی کھانا کھانے بیٹھتا ہے تو دوسروں سے کہتا ہے کہ آیئے کھانا کھایئے تو دوسرا کہتا ہے بسم اللہ کیجئے۔ یہ کہنا کیسا ہے؟

فرمایا بعض علماء نے اس کو ناجائز بلکہ موجب کفر کہا ہے کیونکہ اس کا جواب تو یہ ہے کہ آپ کھائیے۔ اس لفظ ''بسم اللہ'' کو اس کے قائم مقام کیا گیا جو ذکر اللہ ہے تو ذکر اللہ کو اپنے اصلی معنی سے نکالا گیا۔ یہ ذکر اللہ کی بے ادبی ہے لیکن میں اس کے خلاف ہوں کیونکہ یہ صرف محاورہ کا ایک لفظ ہے۔

اس کی نظیر حدیث میں سبحان اللہ کا لفظ ہے اس عورت کے جواب میں جس نے حیض سے طہارت حاصل کرنے کا مسئلہ پوچھا تھا۔ آپ نے جواب دیا وہ عورت سمجھی نہیں اور عرض کیا کہ کس طرح پاکی حاصل کروں۔ تو چونکہ شرم کی بات تھی آپ نے فرمایا ''سبحان اللہ'' یہاں سبحان اللہ اپنے اصلی معانی میں یقیناً استعمال نہیں ہوا۔ اور قرآن میں بھی اس کی نظیر موجود ہے۔

مایکون لنا ان نتکلم بھذا سبحانک ھذا بھتان عظیم

یہاں بھی سبحانک ذکر کے طور پر نہیں ہے۔ (مجالس حکمت)

اگر کوئی کھانے کیلئے پوچھے تو کیا کہنا چاہئے

اکثر عوام میں دستور ہے کہ اگر کوئی شخص کھانا کھاتے وقت دوسرے شخص کو کھانا کھانے کے لئے بلاتا ہے اور اس کو کھانا منظور نہیں ہوتا تو اس کے جواب میں کہا کرتے ہیں بسم اللہ کرو۔ پس چونکہ اس موقع پر اس لفظ کا استعمال کرنا شرعاً ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا اس کو چھوڑ دینا چاہئے اور اس کی جگہ اور دوسرے کلمے جیسے بارک اللہ وغیرہ کہہ دینا چاہئے۔ (اغلاط العوام)

عصر مغرب کے درمیان کھانا کھانا

مشہور ہے کہ عصر مغرب کے درمیان کھانا نہ کھائے۔ اس کی اصل تو یہ تھی کہ وہ وقت فضیلت کا ہے اور اکثر بزرگوں کی عادت رہی ہے کہ عصر کے بعد سے مغرب تک ذکر اللہ میں مشغول رہے ہیں۔ جب ان کو عام لوگوں نے مشغول دیکھا تو اس سے یہ سمجھا کہ اس وقت کھانا کھانا ممنوع ہے اور اس کی وجہ یہ گھڑلی کہ مرتے وقت عصر کا وقت نظر آتا ہے اور شیطان مرتے وقت پیشاب کا پیالہ لاتا ہے۔ اور اس شخص کو پیاس بہت ہوتی ہے تو اگر اس وقت کھانے پینے کی عادت ہوگی تو یہ شخص پی جائے گا۔ نعوذ باللہ یہ بالکل غلط اور جھوٹ بات ہے۔ (التہذیب ملحقہ فضائل صوم وصلوٰۃ)

عورتوں کو مردوں سے پہلے کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں

اکثر عورتیں مردوں سے پہلے کھانا کھانے کو شرعاً معیوب (برا) سمجھتی ہیں یہ بے اصل بات ہے۔

چاند سورج گرہن کے وقت کھانا کھانا

مشہور ہے کہ سورج گرہن کے وقت کھانا نہ کھاؤ۔ اس کی اصل تو یہ تھی کہ وہ وقت جب اللہ کے ساتھ مشغولی اور ذکر کا ہے تو ظاہر ہے کہ کھانا خود ہی اس وقت چھوٹ جائے گا۔ لیکن ذکر اللہ اور نوافل کو تو لوگوں نے اڑا دیا اب بجائے اس کے بیکار بیٹھے رہیں گے شطرنج (تاش) کھیلیں گے مگر اتنی توفیق نہ ہوگی کہ اللہ کو یاد کریں۔

کسی کی موت ہو جانے پر کھانا کھانا

اسی طرح جب کوئی محلہ میں مر جاتا ہے تو مشہور ہے کہ کھانا کھانا جائز نہیں دنیا بھر کے سب کام جائز مگر کھانا جائز نہیں، غیبتیں کریں گے ہاں کھانا نہ کھائیں گے۔ اس کی اصل یہ ہے کہ ایسے وقت جب کہ اپنے پاس والوں کو غم ہو اور خود اپنے کو بھی ہوتا ہے تو کھانا کھانا طبعاً ناپسندیدہ ہے۔ شرعاً ناپسندیدہ نہیں لیکن جب دنیا بھر کے قصے اور گناہ تک تو کریں تو کھانا جو خود جائز بھی ہے اس سے کیوں پرہیز کیا جائے۔ (التہذیب ملحقہ فضائل صوم وصلوٰۃ)

میز کرسی پر کھانا کھانا

ایک شخص نے پوچھا کہ میز کرسی پر افطاری کرنا جائز ہے یا نہیں؟

فرمایا حرام مال سے افطاری کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مطلب یہ ہے کہ افطار تو دونوں جگہ ہو جائے گا۔ باقی عارضی قباحت دونوں جگہ ہے۔

(حرام میں تو ظاہر ہے اور میز کرسی میں تشبہ بالکفار کی وجہ سے عارضی کراہت ہے)

اس کے بعد فرمایا کہ میز کرسی پر کھانے کی قباحت و کراہت میں بعض مقامات (علاقوں) میں تامل ہوتا ہے (یعنی مسئلہ محل غور بن جاتا ہے) کیونکہ ان مقامات میں یہ عام طور سے مشہور ہو چکا ہے اور عام ہو جانے اور شہرت کی وجہ سے تشبہ سے نکل جائے گا (اور تشبہ ہی کراہت کی بنیاد تھی جب تشبہ نہ رہا تو مکروہ بھی نہ ہوگا۔ لیکن اس سے وہ کراہت ختم ہوگی جو تشبہ کی وجہ

سے تھی باقی میز کرسی پر کھانا کھانا سنت کے خلاف تو ہے ہی اس لئے خلاف سنت والی کراہت اب بھی باقی رہے گی۔ (واللہ اعلم مرتب)

مگر پورا عام نہیں ہوا اس لئے دل میں کچھ کھٹک سی رہتی ہے جب تک دل میں کھٹک ہے تو پھر تشبہ کی وجہ سے (بھی) ناجائز رہے گا۔ (الکلام الحسن)

میں یہ نہیں کہتا کہ غیر قوموں کی ہر چیز ناجائز ہے بلکہ وہ ناجائز ہے جس کو دوسری قوم کے ساتھ خصوصیت ہے اور جس کو خصوصیت نہیں دوسری قوم کے ساتھ وہ جائز ہے۔

کرسی میں اب امتیازی شکل نہیں رہی تو وہ کسی خاص قوم کی وضع نہیں سمجھی جاتی اس لئے جائز ہے اور سایہ (دھوتی ساڑھی) وغیرہ میں امتیازی شکل باقی ہے اس لئے ناجائز ہے۔

اس کی علامت یہ ہے کہ اگر دیکھ کر طبیعت کھٹک جائے کہ یہ تو فلاں قوم کا طرز ہے تو تشبہ ہے ورنہ نہیں۔ چنانچہ سایہ (دھوتی ساڑھی) وغیرہ دیکھ کر فوراً دیکھنے والے کا ذہن منتقل ہوتا ہے کہ یہ تو میموں (ہندوؤں کا طرز ہے اور کرسی میں اب ایسا نہیں۔ اسی پر اور چیزوں کو قیاس کرلو۔ (التبلیغ احکام المال)

میز کرسی پر کھانے سے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی احتیاط

ایک مرتبہ حیدرآباد جانے کا اتفاق ہوا۔ کھانے کا وقت آ گیا کھانے کے لئے ہم لوگ مغل کے ہوٹل میں گئے۔ وہاں کھانا رکھنے کے لئے تپائیاں تھیں۔ ہم نے کہا کہ ہم لوگ اس پر کھانا نہ کھائیں گے۔ ان لوگوں نے کہا کہ یہاں تو اسی طرح کھانا کھایا جاتا ہے ہم نے کہا کہ ہم لوگ طالب علم ہیں ہم کچھ تصنیف کرلیں گے (یعنی کوئی صورت نکال لیں گے) چنانچہ میں نے ساتھیوں سے کہا کہ ان سب پائیوں کو جوڑو۔ چنانچہ وہ جوڑی گئیں (یعنی ایک ساتھ ملالیں) تو وہ ایک تخت سا ہوگیا۔ پھر سب نے بیٹھ کر اس پر ثقہ (شریف مہذب) آدمیوں کی طرح بیٹھ کر کھانا کھایا۔ (الظہور، مجمع البحور)

پانی سے متعلقہ ضروری آداب

۱۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے ایک دفعہ ؑ مایا میاں اشرف علی پانی خوب ٹھنڈا پیا کرو۔ ٹھنڈا پانی پیو گے تو دل سے الحمدللہ نکلے گا اورؒ ہیو گے تو الحمدللہ دل سے نہ نکلے گا بلکہ

زبان تک ہی رہے گا۔ (احکام المال التبلیغ)

۲- پانی ایک سانس میں مت پیو۔ تین سانس میں پیو اور سانس لینے کے وقت میں برتن منہ سے الگ کرلیا کرو۔

۳- پانی بسم اللہ کہہ کر پیو اور پی کر الحمدللہ کہو۔

۴- مشک سے منہ لگا کر پانی مت پیو اسی طرح جو برتن ایسا ہو جس سے ایک دم سے زیادہ پانی آ جانے کا احتمال ہے یا اندیشہ ہے کہ اس میں سانپ بچھو نہ آ جائے تو ایسے برتن میں بھی مت پیو۔

۵- پانی اگر دوسرے کو بھی دینا ہو تو پہلے داہنے والے کو دو پھر اس کے داہنے والے کو۔ اسی طرح دور ختم ہونا چاہئے۔

۶- کنارہ ٹوٹے برتن سے ٹوٹن کی طرف سے پانی مت پیو۔ (تعلیم الدین)

پانی کھڑے ہوکر پیئے یا بیٹھ کر

۷- بلاضرورت کھڑے ہوکر پانی مت پیو۔

۸- (اور بہت مشہور ہے کہ کسی بزرگ کا) جھوٹا پانی کھڑے ہوکر پینا ثواب یا ادب کا مقتضٰی) ہے سو اس کی کوئی اصل نظر سے نہیں گزری۔ نہ کسی محقق سے سنا۔ (اغلاط العوام)

سچی بھوک اور صحیح رغبت کے بغیر کھانا نہیں کھانا چاہیے

بھوک کی دو قسمیں ہیں ایک اشتہائے صادق (یعنی سچی بھوک) ایک کاذب (یعنی جھوٹی بھوک) میں نے تجربہ کیا ہے کہ رغبت کے ساتھ جو کچھ بھی کھالو اللہ کے فضل سے کچھ نقصان نہیں ہوتا اور بغیر رغبت کے اگر ایک لقمہ بھی کھایا جائے گا تو وہ نقصان کرے گا۔ (حسن العزیز التبلیغ)

آج کل لوگوں کی عادت یہ ہے کہ کھانا کھانے میں بھوک لگنے کا انتظار نہیں کرتے بلکہ اکثر وقت آنے کی رعایت سے (محض عادت کی بنا پر) کھالیتے ہیں۔ کھانا گرم گرم ہے دیر میں کھائیں گے تو ٹھنڈا ہو جائے گا لاؤ ابھی کھالیں۔ جی ہاں! اس وقت کھانا گرم ہے مگر کھانے والا تو ٹھنڈا ہی ہو جائے گا، کیونکہ بغیر بھوک کے کھانے سے حرارت غریزیہ منطفی

(ختم) ہو جاتی ہے۔ معدہ میں تداخل ہو جاتا ہے پہلا کھانا ابھی ہضم نہیں ہوا تھا کہ دوسرا پہنچ گیا۔ اب معدہ پریشان ہوتا ہے کہ کیسے ہضم کروں۔ (التبلیغ)

اطباء کہتے ہیں کہ کھانا تھوڑی سی بھوک باقی رکھ کر چھوڑ دینا چاہیے تا کہ دوسرے وقت صادق اشتہاء (یعنی سچی بھوک) ہو۔ ورنہ مشورہ کے لئے کمیٹی کرنا پڑے گی اس وقت کھاؤں یا نہ کھاؤں۔ پھر یار دوست سوڈا واٹر اور نمک سلیمانی کی رائے دیں گے اور اس کا انجام یہ ہوگا کہ کبھی بند پڑ جائے گا تو حقنہ کرانا پڑے گا۔ (التبلیغ الحدود القیود)

بغیر بھوک کے کھانا اسراف میں داخل ہے

حدیث شریف میں ہے اکثر من اکلة کل یوم سرف. یعنی ایک دن میں ایک بار سے زیادہ کھانا اسراف ہے۔

اور چونکہ ''اسراف'' حاجت اور اباحت کے ساتھ جمع نہیں ہوتا۔ (یعنی ایسا نہیں ہوتا کہ ایک صورت مباح اور ضرورت میں داخل ہو اور وہی اسراف بھی ہو) اس لئے حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ جب دوسری بار بغیر بھوک کے کھانا کھائے (تو یہ اسراف میں داخل ہے) جیسا کہ اہل تنعم پیٹ کے بچاریوں کی عادت ہے کہ محض وقت کا حق ادا کرنے کے لئے (بغیر بھوک کے محض عادت کی وجہ سے) کھاتے ہیں۔

(خلاصہ یہ کہ حدیث کی رو سے بغیر بھوک کے کھانا اسراف میں داخل ہے)
(ملفوظات اشرفیہ مطبوعہ پاکستان)

بغیر بھوک کے کھانا نہ کھانے کا فائدہ

شیخ سعدیؒ نے لکھا ہے کہ ایک نصرانی بادشاہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک طبیب کو بھیجا تھا کہ مدینہ والوں کا علاج کرے گا۔ آپ نے طبیب کو واپس کر دیا او رفرمایا کہ ہم لوگ بغیر بھوک کے کھانا نہیں کھاتے اور تھوڑی بھوک باقی رکھ کر کھانا چھوڑ دیتے ہیں اس لئے ہم کو طبیب کی ضرورت نہیں۔

واقعی اس دستور العمل پر عمل کر کے دیکھئے سب بیماریاں خود بھاگ جائیں گی۔ کبھی

اتفاقی طور پر کوئی بیماری آجائے تو اور بات ہے لیکن مجموعہ امراض تو نہ ہوگا۔(التبلیغ)

بچوں کو اصرار کر کے ہرگز کچھ نہ کھلانا پلانا چاہیے

بچوں کو اصرار کر کے کھلانا تو اور زیادہ برا ہے۔وہ خود ہی بہت حریص ہوتے ہیں۔اگر بچہ کبھی انکار کرے تو سمجھ لو کہ یا تو اس نے بہت کھالیا ہے یا کسی مرض کی وجہ سے انکار کرتا ہے۔(التبلیغ)

اس بات کو ماں باپ خوب سمجھ سکتے ہیں کہ اس وقت بچہ کو بھوک ہے یا محض کھانا دیکھ کر حرص کر رہا ہے۔(التبلیغ)

بغیر بھوک کے محض لذت کی وجہ سے کھانا کھانا

صحت کے سامنے لذت کیا چیز ہے۔تھوڑی دیر کے لئے مزا پھر سزاء۔

بعض لوگ بڑے ہی بے حس ہوتے ہیں۔اناپ شناپ جو سامنے آجاتا ہے بھرے چلے جاتے ہیں۔چاہے ہیضہ ہی ہو جائے۔(الافاضات)

میرے نزدیک صحت کی حفاظت نہایت ضروری چیز ہے۔صحت وحیات کی بڑی حفاظت رکھنی چاہیے۔یہ وہ چیز ہے کہ پھر کہاں میسر۔(حسن العزیز)

مال داروں اور سیٹھوں کی حالت

مال داروں کے یہاں کھانا بھی کمیٹی کر کے کھایا جاتا ہے۔جب کھانا آتا ہے اور بھوک نہیں ہوتی تو مصاحبین (جی ہاں،حضوری کرنے والوں) سے پوچھتے ہیں کہ اس وقت کھانا چاہیے یا نہیں؟ وہ کہتے ہیں کہ حضور تھوڑا سا تو کھا لیجئے۔بالکل نہ کھایئے گا تو کمزوری ہو جائے گی اور ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ اگر یہ کھائیں گے تو ہمیں بھی مل جائے گا۔بس وہ دوسروں کے ہاتھ میں پھنس گئے۔جیسے بچے ہوتے ہیں۔

اور مصاحبین (جی حضوری کرنے والوں کی) یہ حالت ہوتی ہے کہ ہر بات میں جی حضور۔بالکل صحیح کے سواء کچھ کہتے ہی نہیں۔(احکام المال التبلیغ)

جو امراء نمک اور چورن کے سہارے پر کھانا کھاتے ہیں وہ مرض کو خریدتے ہیں۔اطباء نے

استسقاء (زیادہ پانی پینے) کو بیماری تو لکھی ہے مگر استطعام (زیادہ کھانے کا مرض) کسی نے نہیں لکھا۔ مگر ہم نے یہ مرض بھی دیکھا ہے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جن کا کھانے سے پیٹ نہیں بھرتا وہ کھاتے ہیں اور قے کرتے ہیں اور قے کر کے پھر کھانا شروع کر دیتے ہیں۔ (تفصیل الطعام التبلیغ)

زیادہ کھانا کھانے کے نقصانات

ا...... زیادہ کھانے والے کو غذا اچھی طرح ہضم نہیں ہوتی۔ آئے دن بدہضمی کی شکایت رہتی ہے۔ جس سے طرح طرح کی بیماریوں کا شکار رہتا ہے تو دواؤں میں بہت رقم خرچ ہوتی ہے اور کم کھانے والے کی غذا اچھی طرح ہضم ہوتی ہے۔ اس کی تندرستی بنی رہتی ہے۔ دواؤں میں اس کے پیسے نہیں جاتے۔

۲...... زیادہ کھانے میں علاوہ اس نقصان کے کہ وہ گناہوں کا سبب ہوتا ہے اور بھی بہت سے نقصان ہیں۔ چنانچہ اگر کوئی شخص ہمت کر کے گناہوں سے بچا رہے تو یہ نقصان تو اسے بھی ہوگا کہ نیند زیادہ آئے گی۔ کم کھانے میں نیند کم آتی ہے۔ پیٹ تن کر جب کھاؤ گے تو نیند بھی تن کر آئیگی۔

کم کھانے والے کو طاعات عبادات کی توفق زیادہ ہوتی ہے اور زیادہ کھانے والا تو صبح بھی مشکل سے اٹھے گا اس لیے اس شخص کی طاعات بہت کم ہوں گی۔ (نماز بھی فوت ہوگی) اور اگر جاگ بھی گیا تو کھانے کی سستی ایسی ہوتی ہے کہ چارپائی سے اٹھنے کی ہمت نہیں ہوتی اور اگر اٹھ بھی گیا اور وضو کر کے نماز یا ذکر میں لگ گیا تو تھوڑی دیر میں نیند کے جھونکے ایسے آئیں گے کہ سجدہ میں پڑ کر خبر بھی نہ رہے گی یا گردن جھکا کر سوتا رہے گا۔

۳...... زیادہ کھانے میں دین کا تو نقصان ہے ہی دنیا کا بھی نقصان ہے کیونکہ کھانے میں اس شخص کی رقم زیادہ خرچ ہوتی ہے ایک شخص ایک وقت میں دس روٹی کھاتا ہے اور ایک چار روٹی کھاتا ہے۔ دونوں کے خرچ میں آدھے کا فرق ہوگا۔ (التبلیغ تقلیل الطعام)

کسی شخص کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ وہ بہت کھانا کھاتا ہے یا کم کھاتا ہے!

کسی شخص کے متعلق یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ یہ بہت کھاتا ہے یا کم کھاتا ہے۔ اس کا حکم لگانا بھی مشکل ہے کیونکہ کم کھانا یہ ہے کہ بھوک سے کم کھائے تو ممکن ہے جس کو تم بہت

کھانے والا سمجھے ہو اس کی بھوک اس خوراک سے دوگنی ہو تو وہ کم کھانے والا ہوا۔

حکایت:۔ ایک شیخ سے ان کے مریدوں نے ایک دوسرے مرید کی شکایت کی کہ حضرت یہ بہت کھاتا ہے چالیس پچاس روٹیاں کھاجاتا ہے۔ شیخ نے اس کو بلا کر کہا کہ بھائی اتنا نہیں کھایا کرتے۔ خیر الامور اوسطھا (یعنی سب کاموں میں درمیانی درجہ کا کام بہتر ہوتا ہے) اس مرید نے کہا کہ حضرت ہر ایک کا اوسط الگ الگ ہے۔ یہ صحیح ہے کہ میں اتنی مقدار کھاجاتا ہوں لیکن یہ غلط ہے کہ میں زیادہ کھاتا ہوں کیونکہ اصلی خوراک میری اس سے بہت زیادہ ہے جب تک مرید نہ ہوا تھا اس سے دوگنی کھایا کرتا تھا۔

اس حکایت سے معلوم ہوا ہوگا کہ بعض آدمیوں کی خوراک بہت ہی زیادہ ہوتی ہے اور اصلی خوراک کے اعتبار سے وہ بہت کم کھاتے ہیں۔

توکسی شخص کے بارے میں یہ حکم لگانا مشکل ہے کہ یہ بہت کھاتا ہے یا کم کھاتا ہے۔
(الرفیق الی سواء الطریق)

اتنا کم نہ کھاؤ کہ کمزوری آجائے کھانا کم کھانے کے حدود

اطباء کہتے ہیں کہ تھوڑی سی بھوک باقی رکھ کر کھانا چھوڑ دینا چاہیے۔ کم کھانا کوئی مجاہدہ نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ پیٹ سے زیادہ نہ کھائے۔ بالخصوص ہمارے زمانے میں تو کم کھانا مفید کیا مضر (نقصان دہ) ہے اس لئے کہ قوی (اعضاء) کمزور ہیں۔

زیادہ مجاہدہ کرنے میں کئی قسم کی خرابیوں کا اندیشہ ہے۔ (کم کھانے سے) کمزوری اس قدر ہوجائے گی کہ فرائض میں خلل آنے کا احتمال ہے۔ کم کھانے اور پینے میں قرب منحصر نہیں۔ نفس کو تنگ نہ کرو اس سے کام لو۔ خوب کھاؤ پیو اور کام بھی کرو۔ (التہذیب بلحقہ فضائل صوم وصلوٰۃ)

حضرت مولانا گنگوہیؒ کے ایک مرید کم کھایا کرتے تھے۔ مولانا نے ان کو منع فرمادیا اور فرمایا کہ دماغ خشک ہوجائے گا اور یہ حدیث پڑھی **المؤمن القوی خیر من المؤمن الضعیف.** کہ طاقتور مضبوط مسلمان کمزور سے بہتر ہے۔ کیونکہ تندرست آدمی دوسروں کی بھی خدمت کرسکتا ہے اور کمزور خود دوسروں پر بار ہوتا ہے تو خواہ مخواہ اپنے کو کمزور بنانا اچھا نہیں۔ (التبلیغ ترجیح الآخرۃ)

میرے والد صاحب ایک مرتبہ میرے پاس تشریف لائے میں نے ان کے واسطے ذرا اچھا کھانا پکوایا مگر کھانے کے بعد فرمانے لگے اگر ایسا کھاؤ گے تو کیا کام کرو گے۔ پھر ماما کو بلا کر فرمایا کہ دیکھو آج سے اتنا گھی اتنا گوشت اتنا مصالحہ ڈالا کرو۔ اس سے کم درجہ کا سالن نہ ہو اور اس کا خرچ ہم روانہ کریں گے۔ (ملفوظات)

ہر شخص کو کتنا کھانا چاہیے

اس زمانہ میں کم کھانا پینا اپنی جان کو مارنا ہے۔ ہمارے بعض دوستوں نے اپنی رائے سے کم کھانے شروع کیا تھا جب اس کا نقصان دیکھا تو توبہ کی۔ کھانے سونے کی خوب اجازت ہے بلکہ اس میں نفس کی مخالفت حرام ہے۔ نفس کو اتنا کھلانا ضروری ہے کہ ضعف لاحق نہ ہو۔

کھانا کم نہ کھاؤ۔ پیٹ بھر کر کھاؤ لیکن جی بھر کے یعنی نیت بھر کر نہ کھاؤ کیونکہ اس کا مرتبہ تو پیٹ بھرنے کے بہت بعد ہے۔ ایک ہے پیٹ کا بھرنا اور ایک ہے نیت بھرنا (تو پیٹ تو بھرو لیکن) نیت نہ بھرو۔ اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ (بلکہ نقصان ہے) کھانا ہضم نہیں ہوتا دوسرے وقت بھوک نہیں لگتی۔ طبیعت میں گرانی رہتی ہے۔ غذاء بدن کا جزء نہیں بنتی۔ بعض لوگ اس قدر کھا لیتے ہیں کہ پیٹ میں سانس لینے کی بھی جگہ نہیں رہتی نہ خوب تن کر کھانا چاہیے نہ بھوکا رہنا چاہیے کیونکہ آج کل کے قویٰ بہت ضعیف ہیں اور کسی قدر لذات میں بھی کمی کر دو۔ (الصیام ملحقہ برکاتِ رمضان)

کھانا کم کھانے کی دو صورتیں

قلتِ طعام (کم کھانا کھانے) کی (۲) دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ کھانا کھاؤ اور کم کھاؤ۔ مثلاً جس کی غذا آدھا سیر ہے وہ پاؤ بھر کھائے۔ جس کی پاؤ بھر ہے آدھ پاؤ کھائے۔ اکثر صوفیاء کی نظر یہیں تک رہی ہے ان کو ان احادیث سے تائید مل گئی جس میں بھوک کی فضلیت اور خوب پیٹ بھرنے کی مذمت ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے۔

اکثرھم شبعاً فی الدنیا اطولھم جوعاً یوم القیمۃ

یعنی جو دنیا میں زیادہ پیٹ بھرے گا وہ قیامت کے دن زیادہ بھوکا رہے گا۔

اس قسم کی احادیث سے ان حضرات نے بھوک کی فضلیت اور پیٹ بھرنے کی مذمت مستنبط کر کے یہ فرمایا کہ تقلیل طعام کے معنیٰ (یعنی کم کھانے کا مطلب) یہ ہے کہ پیٹ بھر کے کھانا نہ کھائے بلکہ بھوکا رہا کرے۔ چنانچہ ان حضرات نے یہاں تک لکھا ہے کہ جو شخص رمضان میں افطار و سحری کے وقت پیٹ بھر کے کھانا کھاتا ہے اس نے حقیقت میں روزہ کی روح کو باطل کر دیا۔ زیادہ لوگ اسی طرف گئے ہیں۔

لیکن شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ شارع علیہ السلام نے تقلیلِ طعام (یعنی کم کھانے کو) تجویز ہی نہیں کیا بلکہ شارع نے کھانے کے اوقات معتادہ (مقررہ اوقات) کو بدل کر ان میں فاصلہ زیادہ تجویز کر دیا ہے اور اس عادت کے بدلنے اور فاصلہ کی زیادتی سے جو نفس کو تکلیف ہوتی ہے اسی کو شریعت نے تقلیلِ طعام (کم کھانے) کے قائم مقام سمجھا ہے۔" اور یہ دوسری صورت ہے تقلیلِ طعام کی (یعنی کم کھانے کی) پس کم کھانا اور بھوکا رہنا یہ شرعی مجاہدہ نہیں اور رمضان میں بھی پیٹ بھر کر کھانا روزہ کی روح کے لیے کچھ مضر نہیں۔

بہرحال میرے نزدیک تقلیلِ طعام (یعنی کم کھانے) کی صورت شریعت میں یہ نہیں ہے کہ کھانا سامنے رکھا ہو اور تم پیٹ بھر کر نہ کھاؤ بلکہ اس صورت صرف یہ ہے کہ کھانے کے اوقات میں فصل کر دو۔ (یعنی تاخیر سے کھاؤ) جیسا کہ روزہ میں ہوتا ہے۔ (التبلیغ تقلیل للطعام)

خوب اچھا کھانے میں کچھ حرج نہیں

فرمایا اچھا کھانا کھانے میں کچھ حرج نہیں۔ کام بھی اچھا کرے۔ (کھائے بھی اچھا) ایک شخص مجاہدہ اس طرح کرتے تھے کہ نفس نے پلاؤ کی خواہش کی انہوں نے کہا کہ اچھا پلاؤ ہی ملے گا اور پلاؤ پکایا اور نفس سے کہا کہ دس رکعت نفل پڑھ لو تو یہ ملے گا۔ جب دس پڑھ لیں تو کہا آٹھ اور پڑھ لو تب ملے گا اور وعدہ پورا اس واسطے کرتے کہ اگر نہ کرتے تو وہ کام نہ کرتا۔ (حسن العزیز)

دستر خوان میں ایک قسم کا کھانا ہونا چاہیے یا مختلف قسم کے

تجربہ سے معلوم ہوا کہ مختلف رنگ (یعنی مختلف قسم کے) کھانوں کے مقابلہ میں سادہ کھانا زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔ ایک اس وجہ سے کہ مختلف رنگ کے کھانے عادت کے

خلاف ہوتے ہیں۔دوسرے کئی قسم کے کھانے طبیعت کومشوش (پریشان) کر دیتے ہیں۔
موجز (جوطب ڈاکٹری کی بڑی کتاب ہے اس) میں صراحۃً لکھا ہے کہ **کثرۃ الالوان محیر للطبیعة**۔ یعنی کئی قسم کے کھانوں سے طبیعت کو پریشانی ہوتی ہے۔کھانا ہضم کرنے میں (اندر سے) طبیعت حیران رہتی ہے کہ پہلے کس میں عمل کروں (اگرچہ انسان کواس کا احساس نہ ہو) اور یہ حیرت تو کھانے کے بعد ہوتی ہے اور ایک حیرت کھانے سے پہلے بھی ہوتی ہے وہ یہ کہ ہر کھانا کہتا ہے کہ پہلے مجھے کھاؤ۔اس میں سوچنا پڑتا ہے۔ اجتہاد (غور فکر) کر کے متعین کرنا پڑتا ہے کہ کس کو پہلے کھائیں اور کس کو بعد میں۔بعض قسم کے کھانوں میں طبی اعتبار سے (ڈاکٹری اصول سے) ترتیب ہوتی ہے (کہ پہلے اس کو کھانا چاہئے) اور ہر شخص اس سے واقف نہیں ہوتا۔اس لئے طبی ترتیب (ڈاکٹری اصول) کے خلاف کھالیتا ہے۔جونقصان دہ ہوتا ہے۔ (التبلیغ احکام المال)

ایک قسم کے کھانے کی تعریف

دو قسم کے کھانے سے مراد وہ دو کھانے ہیں جن میں تناسب نہ ہو اور جن میں تناسب ہو وہ ایک کے حکم میں ہے۔دیکھئے بنی اسرائیل پر حق تعالیٰ نے من وسلویٰ اتارا۔ یہ دو چیزیں ہیں مگر وہ کہتے ہیں **لن نصبر علیٰ طعام واحد** (کہ ہرگز ہم ایک کھانے پر صبر نہ کریں گے) چونکہ دونوں میں تناسب تھا اس واسطے دونوں کو ایک کہا۔ (حسن العزیز)

دستر خوان

میں نے دستر خوان (بچھا کر کھانا کھانے) کا مقصد اور نفع یہ سمجھا ہے کہ اگر کوئی چیز اس میں گر جائے تو اس کو اٹھا کر کھا لینے میں طبیعت رکے نہیں۔نہ یہ کہ اس پر خواہ مخواہ شوربا گرایا جائے اور بے احتیاطی سے کھایا جائے اور اس پر گرے ہوئے کھانے کو پھینک دیا جائے۔(یہ تو نعمت کی ناقدری ہے)۔(حسن العزیز)
جب کھانا کھا چکو تو پہلے دستر خوان اٹھادو۔خود اس کو چھوڑ کر اٹھنا ادب کے خلاف ہے۔ (تعلیم الدین)

آداب دعوت

۱-فرمایا کہ میں دعوت اور ہدیہ میں حلال وحرام کو زیادہ نہیں دیکھتا کیونکہ میں متقی نہیں

جوفتویٰ کی رو سے جائز ہو اس کو جائز سمجھتا ہوں لیکن اس کا بہت خیال رکھتا ہوں کہ دین کی بے وقعتی و بے عزتی نہ ہو۔ (حسن العزیز)

۲- جہاں دعوت قبول کرنے میں علم کی توہین وذلت ہو وہاں تو ہرگز نہ جانا چاہئے۔ (انفاس عیسیٰ)

۳- اگر کسی شخص کی (آمدنی) پر اطمینان نہ ہوتو یا تو اس کی دعوت ہی منظور نہ کرے۔ لطیف پیرایہ (کسی بہانہ) سے عذر کردے۔ یہ نہ کہے کہ آمدنی حرام ہے اس لئے دعوت قبول نہیں کرسکتا کیونکہ اس سے دل شکنی ہوگی۔ اور اگر آمدنی کے حرام ہونے کا قوی شبہ ہوتو بہترین صورت یہ ہے کہ مجمع کے سامنے تو بلاشرط قبول کرلے پھر تنہائی میں جا کر ان سے کہہ دے کہ ذرا کھانے میں اس کی رعایت رکھی جائے کہ تمام سامان تنخواہ کی (یعنی حلال) رقم سے کیا جائے۔ بھرے مجمع میں دعوت کرنے والے کو ذلیل کرنا تقویٰ کا ہیضہ ہے۔

دعوت میں شرکت کرنے کے چند ضروری احکام

۱- زیادہ تحقیق وتفتیش اور کھود کرید کی ضرورت نہیں مگر تاہم جن لوگوں کے یہاں بظن غالب اکثر آمدنی حرام ہے ان کی دعوت قبول کرنا جائز نہیں جیسے رشوت کی آمدنی۔ سو ایسے لوگوں کی دعوت قبول نہ کرے۔

ہاں اگر غالب (اکثر) مال حلال ہوتو جائز ہے لیکن اگر زجر کے لئے نہ کھائے تو بہتر ہے۔

۲- اگر معصیت کے مجمع میں دعوت ہوتو قبول نہ کرے اور اگر اس کے جانے کے بعد معصیت کا فعل شروع ہو جائے مثلاً راگ باجا اکثر شادیوں میں ہوتا ہے تو اگر خاص اس جگہ پر ہے جہاں یہ بیٹھا ہوا ہے تو چھوڑ کر چلا آئے اور اگر فاصلہ سے ہے تو اگر یہ شخص مقتداء دین ہے تب بھی اس کو وہاں سے اٹھ آنا چاہئے اور اگر مقتداء دین نہیں تو خیر کھا کر چلا آئے۔ (حقوق المعاشرت)

متفرق آداب

ایک دفعہ میں نے ایک بڑے عہدہ دار کی دعوت کی اور یہ کام میں نے اصول طریق کے خلاف کیا۔ حضرت حاجی صاحب فرماتے تھے کہ مجھے ایک بزرگ نے وصیت فرمائی تھی کہ کسی کی دعوت نہ کرنا تو بزرگوں کا یہ اصول ہے مگر چونکہ وہ عہدہ دار اکثر میرے پاس ملنے آتے تھے اس لئے میں نے

شرم سے ان کی دعوت کر دی۔ جب کھانا تیار ہو کر سامنے لایا گیا اور وہ کھانے بیٹھے تو کہنے لگے کہ میں مرچ بالکل نہیں کھاتا اس وقت ان کا کہنا مجھے بہت ہی گراں گزرا کہ بندہ خدا پہلے سے نہ کہہ دیا۔

یہ بھی قلت علم کی خرابی ہے کہ لوگوں کو کھانے کے آداب معلوم نہیں۔ کھانے کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ جس کے یہاں مہمان ہو اس کو اپنے معمولات کی پہلے کی اطلاع کر دے۔ دستر خوان پر بیٹھ کر اپنے معمولات بیان کرنا تہذیب کے خلاف ہے کیونکہ اس سے میزبان کو تکلیف ہوتی ہے۔ چنانچہ اس وقت واقعی مجھے بہت تکلیف ہوئی۔ وہ تو اتفاق سے ہماری ایک عزیزہ اس زمانے میں آنکھیں بنوا کر آئی تھیں اور ڈاکٹر نے ان کو مرچ کھانے سے منع کر دیا تھا۔ ان کے یہاں سے بے مرچ کا سالن منگایا گیا تب عہدہ دار صاحب نے کھانا کھایا۔

اسی طرح کھانے کے آداب میں سے یہ ہے کہ میزبان مہمان کے اوپر مسلط ہو کر نہ بیٹھے بلکہ اس کو آزاد چھوڑ دے کہ جس طرح چاہے کھائے بعض لوگ مہمان کے کھانے کو دیکھتے ہیں کہ کس طرح کھا رہا ہے۔ اس سے مہمان کو تکلیف ہوتی ہے۔

چنانچہ ایک صاحب نے میری دعوت کی اور میرے اوپر مسلط ہو کر دستر خوان پر بیٹھ گئے خود تو کھایا نہیں میرے کھانے کو دیکھنے لگے اور ایک ایک کھانا میرے آگے بڑھانے لگے میں نے ایک بار تو کہہ دیا کہ میں خود کھا لوں گا۔ آپ تکلیف نہ کریں مگر وہ کب ماننے والے تھے پھر وہ کہنے لگے کہ آپ میرے باپ کے ملنے والوں میں سے ہیں۔ اس لئے مجھے آپ سے خاص محبت ہے میں تو آپ کو باپ سمجھتا ہوں۔ میں نے دل میں کہا مگر میں آپ کو پاپ سمجھتا ہوں۔

حضرت معاویہؓ کا دستر خوان بہت وسیع تھا ہمیشہ آپ کے دستر خوان پر بہت بہت آدمی کھانے والے ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک بدوی آپ کے دستر خوان پر تھا جو بڑے بڑے لقمے کھا رہا تھا۔ اتفاق سے حضرت معاویہؓ کی نظر اس پر پڑ گئی تو آپ نے خیر خواہانہ طور پر نصیحت کی کہ لقمہ چھوٹا لو کہیں گلے میں نہ پھنس جائے۔ بدوی یہ سنتے ہی کھڑا ہو گیا اور کہا آپ کو کھانا کھلانا نہیں آتا۔ آپ مہمانوں کے لقمے دیکھتے ہیں پھر ہر چند حضرت معاویہؓ نے خوشامد کی مگر وہ نہ بیٹھا۔

تو کھانے کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ مہمانوں کے لقمے نہ دیکھے ہاں خفیہ طور سے کہ مہمان کو معلوم نہ ہو کہ یہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ اس بات کی خبر گیری رکھے کہ کس چیز کی

ضرورت ہے۔ اسی طرح آداب طعام میں سے یہ ہے کہ میزبان کے ہاتھ شروع میں پہلے دھلائیں جائیں اور کھانا بھی اول میزبان کے سامنے رکھا جائے۔

امام شافعیؒ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مہمان ہوئے تو امام مالک نے اپنے خادم سے فرمایا کہ پہلے میرے ہاتھ دھلاؤ اور میرے سامنے کھانا پہلے رکھو کیونکہ مقصود تو مہمان کو راحت دینا ہے اور مہمان کو راحت اسی میں ہے کہ پہلے میزبان ہاتھ دھوئے اور کھانا شروع کرے۔ اس سے مہمان بے تکلف ہو جاتا ہے مگر ان باتوں کو عوام تو عوام مشائخ بھی نہیں جانتے اور جو جانتے ہیں وہ ان کی تعلیم نہیں کرتے۔ (اصل العبادۃ ملحقہ حقیقت عبادت)

دعوت میں بھی جو وقت پر تیار ہو کھلا دینا چاہئے

فرمایا کہ آج ایک صاحب نے میری دعوت کی تھی بارہ بجے تک میں نے کھانے کا انتظار کیا۔ اتفاق سے اس وقت تک بھوک بھی زیادہ نہیں لگی تھی آخر ڈیڑھ بجے کے بعد میں نے اپنے گھر جا کر کھانا کھالیا۔ اڑھائی بجے کے بعد وہاں کھانا آیا تو میں نے واپس کر دیا اور کہلا بھیجا کہ میں کھانا کھا چکا ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ صاحب خود آئے اور معذرت کرنے لگے۔ اس کے بعد انہوں نے کھانا بھیجا تو میں نے رکھ لیا۔

فرمایا کہ جب کسی کی دعوت کرے تو وقت پر جو کچھ میسر ہو کھلا دے۔ اب بتلایئے کہ اتفاق سے آج رات کو بھی دعوت ہے تو یہ صبح کا کھانا تو شام کو کھایا جائے گا اور شام کا کھانا کل صبح کو کھانا چاہئے۔ ایسی دعوت میں کیا لطف ہے۔ (اشرف المعمولات)

اسی طرح مہمانداری میں لوگ اس قدر تکلف کرتے ہیں کہ بجائے آرام کے اور تکلیف ہو جاتی ہے۔ مجھے بہت دفعہ یہ واقعہ پیش آیا کہ کھانے کے اندر زیادہ تکلف ہونے کی وجہ سے کھانا نہیں کھایا گیا آخر نتیجہ یہ ہوا کہ بعض دفعہ خفیہ طور پر پکوریاں (پکوڑی وغیرہ) منگا کر کھائیں۔ (اشرف المعمولات' کف الاذیٰ)

آداب مجلس

۱۔ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ کام کرنے والے آدمی (مثلاً لکھنے پڑھنے والے) کے

• پاس بلاضرورت آدمی کا (یعنی جس سے خوب بے تکلفی نہ ہو اس کا) بیٹھنا اس کے دل کو مشغول اور پریشان کر دیتا ہے۔ خصوصاً جبکہ اس کے پاس بیٹھ کر تکتا بھی رہے۔

۲- مشغول آدمی کے پاس بیٹھ کر اس کو تا کو مت۔ اس سے دل بٹتا ہے اور دل پر بوجھ معلوم ہوتا ہے بلکہ خود اس کی طرف متوجہ ہو کر بھی مت بیٹھو۔

۳- اور وظیفہ پڑھتے وقت (یا ذکر و تلاوت اور مطالعہ کے وقت) خاص طور سے قریب بیٹھ کر انتظار کرنا دل کو مشغول کر کے وظیفہ کو مختل (خراب) کرتا ہے۔ البتہ اپنی جگہ اپنی جگہ بیٹھا رہے تو کوئی حرج نہیں۔ (آداب المعاشرت' آداب زندگی)

۴- ایک صاحب مغرب کے وقت جس وقت کہ حضرت وظیفہ میں مشغول تھے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ حضرت (تھانویؒ) نے فرمایا کہ ہمیشہ یاد رکھو کہ پڑھتے ہوئے آدمی کے پاس کبھی نہ بیٹھنا چاہئے۔ تمہارے اس طرح بیٹھنے سے میں پڑھتے پڑھتے بھول گیا۔ دوسرے کا دھیان بٹ جاتا ہے اس کا خیال رکھنا چاہے۔ (حسن العزیز)

بزرگوں نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کے ساتھ (یعنی کسی طاعت میں) مشغول ہو بلاضرورت اس کو اپنی طرف مشغول کرنے سے حق تعالیٰ کی ناراضگی کا اندیشہ ہے۔ اگر (شدید) ضرورت ہو تو وہ مستثنیٰ ہے۔ (الافاضات) 'افاضات الیومیہ)

۵- کسی بڑے عالم اور بزرگ و شیخ کے پاس فضول بیٹھ کر اس کے کام میں حرج نہیں کرنا چاہئے۔ گو وہ بیچارے اپنے اخلاق کریمانہ کی وجہ سے کچھ کہہ نہ سکیں۔ (حسن العزیز)

کسی مجلس میں جا کر چپل جوتے اتارنے کا ادب

جو لوگ ایسا کرتے ہیں کہ جب مسجد (یا کسی مجلس) میں آئے تو اوروں کی جوتیوں کو ادھر ادھر ہٹا کر جگہ کر کے اپنی اتار دیں اور مسجد میں داخل ہو گئے میں اس کو ناجائز سمجھتا ہوں کیونکہ جس جگہ جس نے اپنی جوتیاں اتاری ہیں وہیں ان کو ڈھونڈھے گا اور جب نہ پائے گا تو پریشان ہوگا۔ اس لئے جہاں تک جوتیاں رکھی جا چکی ہوں اس سے علیحدہ اپنی جوتیاں اتارنا چاہئے دوسروں کی جوتیاں ادھر ادھر کرنے کا اس کو حق نہیں۔ (حسن العزیز)

مجلس میں پہنچ کر سلام اور مصافحہ کرنے کا ادب

جب مجلس جمی ہو اور کوئی گفتگو ہو رہی ہو تو سلام نہیں کرنا چاہئے۔ بعض لوگ بیچ میں السلام علیکم کہہ کر لٹھ سا مار دیتے ہیں اور پھر ایک طرف سے مصافحہ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ جس سے گفتگو کا سارا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے یہ آداب مجلس کے خلاف اور بدتہذیبی کی بات ہے۔ اس سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے۔

جب گفتگو میں یا کسی اور کام میں کوئی مشغول ہو تو آنے والے کو چپ چاپ بیٹھ جانا چاہئے۔ (حسن العزیز، ملفوظات اشرفیہ)

(اور اگر مشغولیت نہ ہو تو سلام مصافحہ کرنے میں کوئی حرج نہیں) لیکن بعض آدمی مجلس میں پہنچ کر سب سے الگ الگ مصافحہ کرتے ہیں اگرچہ سب سے تعارف نہ ہو اس میں بہت وقت صرف ہوتا ہے۔

مناسب یہ ہے کہ جس کے پاس ارادہ کر کے آئے ہو اس کے مصافحہ پر اکتفاء کرو۔ البتہ اگر دوسروں سے بھی تعارف ہو تو مضائقہ نہیں۔ (آداب المعاشرت)

عام مجلس میں حاضری دینے کا طریقہ

کسی کے پاس جاؤ تو سلام یا کلام سے یا اس کے سامنے بیٹھنے سے غرض کسی طرح سے اس کو اپنے آنے کی خبر کر دو۔ بغیر اطلاع کے آڑ میں ایسی جگہ مت بیٹھو کہ اس کو تمہارے آنے کی خبر نہ ہو کیونکہ وہ شاید ایسی بات کرنا چاہے جس پر تم کو مطلع نہ کرنا چاہئے تو اس کی مرضی کے بغیر اس کے راز پر مطلع ہونا بری بات ہے۔ بلکہ اگر ایسی بات کے وقت احتمال ہو کہ تمہاری بے خبری کے گمان میں وہ بات ہو رہی ہے تو تم فوراً وہاں سے جدا ہو جاؤ یا اگر تم کو سوتا ہوا سمجھ کر ایسی بات کرنے لگے تو فوراً اپنا بیدار ہونا ظاہر کر دو۔ البتہ تمہارے یا کسی مسلمان کے نقصان پہنچانے کی کوئی بات ہو تو اس کو ہر طرح سے سن لینا درست ہے تاکہ نقصان سے حفاظت ممکن ہو۔ (آداب المعاشرت)

کسی کا انتظار کرنے کا طریقہ

جب کسی کے انتظار میں بیٹھنا ہو تو ایسی جگہ پر اور اس طرح سے مت بیٹھو کہ اس شخص

کو یہ معلوم ہو جائے کہ تم اس کا انتظار کر رہے ہو اس سے خوامخواہ دل پریشان ہو جاتا ہے۔ یکسوئی میں خلل پڑتا ہے بلکہ اس سے دور نگاہ سے پوشیدہ ہو کر (یعنی چھپ کر) بیٹھو۔

بعض آدمی پیچھے بیٹھ کر کھنکھارتے ہیں تا کہ کھنکھارنے کی آواز سن کر یہ شخص ہم کو دیکھے اور پھر ہم سے بات کرے۔ سو ایسی حرکت سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اس سے تو یہی بہتر ہے کہ سامنے آ کر بیٹھے اور جو کچھ کہنا ہو کہہ دے۔

اور مشغول آدمی کے ساتھ یہ بھی اس وقت کرے جب کہ سخت ضرورت ہو ورنہ بہتر یہی ہے کہ اسکے فارغ ہونے تک ایسی جگہ بیٹھ جائے کہ اسکو اسکے آنے کی اطلاع بھی نہ ہو۔ پھر جب وہ اپنے کام سے فارغ ہو جائے تو پاس آ کر بیٹھو اور کچھ کہنا ہو کہہ سن لو۔ (آداب المعاشرت - آداب زندگی)

(بس خلاصہ یہ یاد رکھو کہ) اگر کوئی شخص کسی کام میں مشغول ہو اور تم کو اسکا انتظار کرنا ہو تو اس کے سامنے بیٹھ کر انتظار نہ کرو۔ بلکہ دور ایسی جگہ بیٹھ کر انتظار کرو جہاں سے وہ تم کو دیکھ نہ سکیں۔ پھر جب وہ فارغ ہوں تو اس کے پاس جا کر بیٹھو اور کہنا ہو کہہ لو۔ (دعوات عبدیت مقالات حکمت)

مجلس میں بیٹھنے کے آداب

۱- جب مجلس میں جاؤ جہاں جگہ ملے بیٹھ جاؤ۔ یہ نہیں کہ پورے حلقہ کو پھاند کر ممتاز جگہ پہنچ جاؤ۔ (آداب زندگی)

۲- کسی کے پاس بیٹھنا ہو تو اس قدر مل کر نہ بیٹھو کہ اس کا دل گھبرا جائے اور نہ اس قدر فاصلہ سے بیٹھو کہ بات چیت کرنے میں تکلیف ہو۔ (حسن العزیز)

۳- مجلس میں کسی کی طرف پاؤں مت پھیلاؤ۔

۴- نہ کسی کی پیٹھ کی طرف بیٹھو اور نہ کسی کی طرف پیٹ کر کے بیٹھو۔

۵- جب جگہ میں گنجائش ہو تو کسی کی طرف پیٹھ کر کے نہ بیٹھنا چاہئے جگہ نہ ہو تو مجبوری ہے۔ مسلمان کا احترام اتنا ہے کہ امامت کی ضرورت کے علاوہ اس کی طرف پیٹھ نہ کرنا چاہئے۔ حتیٰ کہ جو اذکار نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں ان میں بھی (مسلمانوں کی طرف) پیٹھ نہیں کرنا چاہئے گو خانہ کعبہ کی طرف پیٹھ ہو جائے (اور اگر کوئی حرج یا تکلیف ہو تو بات دوسری ہے)۔

۶- یہ بدتہذیبی کی بات ہے کہ چند آدمی تو نیچے بیٹھے ہوں اور تم چارپائی پر ہو۔ (حسن العزیز)
۷- کچی پیاز لہسن یا اور کوئی بدبودار چیز کھا کر مجمع میں نہ جاؤ۔ لوگوں کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔
۸- مجلس میں ناک بھویں چڑھا کر مت بیٹھو۔
۹- جمائی کو حتی الامکان روکنا چاہئے اور اگر نہ رکے تو منہ ڈھانک لینا چاہئے۔
۱۰- اٹھنے بیٹھنے میں اس کا خیال رکھو کہ کسی کو تکلیف نہ ہو۔ (ملفوظات اشرفیہ)

مجلس میں چھینکنے کے آداب

۱- جب چھینک آئے تو منہ پر کپڑا یا ہاتھ رکھ لے۔ اور پست (ہلکی) آواز سے چھینکے اور چھینکنے کے بعد ''الحمدللہ'' کہے اور سننے والا ''یرحمک اللہ'' کہے پھر چھینکنے والا **یھدیکم اللہ ویصلح لکم اعمالکم۔** کہے

۲- ایسے موقع پر جبکہ دوسرے لوگ کام میں مشغول ہوں چھینکنے کے بعد الحمدللہ آہستہ سے کہنا چاہئے۔ میں ہمیشہ آہستہ سے کہتا ہوں تاکہ دوسروں کو خواہ مخواہ اس کا جواب دینا واجب نہ ہو۔ (حقوق الاسلام)

۳- کیونکہ مسلمانوں کے حقوق میں سے ہے کہ جب وہ چھینک کر الحمدللہ کہے تو جواب میں یرحمک اللہ کہے۔ (حقوق الاسلام)

۴- کام کی مشغولی میں اگرچہ سلام اور چھینک کا جواب دینا واجب نہیں لیکن پھر بھی جواب نہ دینا برا معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر جواب نہ دیا جائے تو دل شکنی ہوتی ہے اور اگر کچھ دیر کے بعد دیا جائے تو اتنی دیر تک دل شکنی ہوئی۔ (حسن العزیز)

مجلس کے متفرق ضروری آداب

۱...... حاضرین مجلس سے ہنستے بولتے رہو۔ ان میں ملے جلے رہو۔ جس قسم کی باتیں ہوں ان میں شریک رہو۔ بشرطیکہ شریعت کے خلاف کوئی بات نہ ہو۔ (تعلیم الدین)

۲...... بزرگوں بڑوں کے سامنے روک دو۔ (بحث مباحثہ کرنا یا اپنی آواز کو ان کی آواز سے بلند کرنا) بالکل ادب کے خلاف ہے۔ (ملفوظات اشرفیہ)

۳...... جو شخص تم سے ملنے آئے تو تم کو چاہئے کہ ذرا اپنی جگہ سے کھسک جاؤ۔ اگر چہ مجلس گنجائش نہ ہو۔ اس میں اس کا اکرام ہے۔

۴...... جو دو شخص قصداً مجلس میں ایک جگہ بیٹھے ہوں ان کے درمیان بغیر اجازت کے مت بیٹھو۔

۵...... کسی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر اس کی جگہ مت بیٹھو۔

۶...... جو شخص اپنی جگہ سے چلا جائے اور پھر جلدی واپس آ کر بیٹھنے کا ارادہ ہو تو وہ جگہ اس کا حق ہے۔ دوسرے شخص کو وہاں نہ بیٹھنا چاہے۔

۷...... اگر کسی ضرورت سے مجلس سے اٹھنا ہو اور پھر آ کر بیٹھنا منظور ہو تو اٹھتے وقت کوئی چیز رومال وغیرہ وہاں چھوڑ دے تا کہ حاضرین کو معلوم ہو جائے۔

۸...... اگر مجمع میں کوئی دھار والی چیز لے کر گزرنے کا اتفاق ہو تو دھار کی جانب چھپا لینا چاہئے کہیں کسی کے لگ نہ جائے۔

۹...... لوگوں کے سر پر (سب کے سامنے) پائجامہ ٹٹولنا' ڈھونڈنا (نیفہ اور رمالی سے) بٹوا نکالنا بے شری کی بات ہے اس کی صورت یہ ہے کہ پہلے باہر نکال لے تب آئے۔ آدمی کو تمیز سیکھنا چاہئے۔ (افاضات)

''آپ نے کیوں تکلیف فرمائی'' یہ جملہ بے ادبی کا ہے

فرمایا ایک مرتبہ ''حافظ غلام مرتضیٰ'' صاحب جلال آباد تشریف لے گئے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت نے بہت تکلیف فرمائی۔ حافظ صاحب نے ذرا سختی سے فرمایا کہ میں تمہارا نوکر ہوں کہ میں تمہارے لئے تکلیف کرتا؟ یا تم مجھے تنخواہ دیتے ہو؟۔ یہ سخت بے ادبی کا کلمہ ہے۔ یوں کہنا چاہئے کہ آپ نے کرم کیا' عنایت فرمائی کہ تشریف لائے اور فرمایا کہ اگر مجھے تکلیف ہوتی تو میں کیوں آتا۔

(حضرت تھانویؒ) نے فرمایا آج کل ''تکلیف فرمائی'' آداب میں شمار ہوتا ہے حالانکہ دوستوں کی ملاقات کو جانے میں تکلیف نہیں ہوتی ہے اور ہو بھی تو محبت کے تقاضے سے وہ محسوس نہیں ہوتی۔ (ملفوظات حکیم الامت دعوات عبدیت)

بناوٹی ادب اور تکلف کی صورت سے احتراز

ایک صاحب مجلس میں بہت ہی زیادہ ادب کی صورت بنائے بیٹھے تھے۔ حضرت والا نے دیکھ کر فرمایا کہ آپ جس ہیئت سے بیٹھے ہیں اور بھی کوئی اس طرح بیٹھا ہے یا آپ ہی پر سب سے زیادہ ادب کا غلبہ ہے؟ مجھ کو اس ادب کی (پر تکلف) ہیئت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے مجھ کو بتاتے ہیں کہ (میں آپ کا بہت ادب کر رہا ہوں) آدمی کو کچھ تو عقل سے کام لینا چاہئے۔ اس طرح بیٹھنے سے مجھے تنگی ہوتی ہے کہ ایک مسلمان بندھا ہوا بیٹھا ہے۔

ایک صاحب مجلس میں اس طرح بیٹھے تھے کہ پورا منہ چادر سے ڈھکا ہوا تھا۔ حضرت والا نے دیکھ کر فرمایا کہ چوروں کی طرح یا جیسے سی آئی ڈی کی طرح کیوں بیٹھے ہو کیا مجلس میں بیٹھنے کا یہی طریقہ ہے؟

صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نہایت ہی بے تکلفی سے رہتے تھے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ بے ادب بن جاؤ۔ ادب نہایت ضروری چیز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تکلف نہ ہو۔ ادب تو اور چیز ہے (دونوں میں بڑا فرق ہے) اور اصل ادب تو کہتے ہیں راحت پہنچانے کو۔ (الافاضات الیومیہ)

ایک عام غلطی اور نہایت ضروری تنبیہ

اگر کسی کے پاس جا کر بیٹھو تو اس کی تحریریں (خطوط پرچے وغیرہ) مت دیکھو۔ ممکن ہے کہ ان میں کوئی بات پوشیدہ رکھنے کے قابل ہو بلکہ اگر اس کے پاس کوئی مطبوعہ کتاب بھی رکھی ہو تو اس کو بھی نہ دیکھو کیونکہ بسا اوقات انسان اس کی کوشش کرتا ہے کہ اس کتاب کا میرے پاس ہونا دوسروں کو معلوم نہ ہو۔ پس کتاب کے دیکھنے میں اس شخص کی مصلحت کو فوت کرنا ہے۔ (اور یوں بھی بغیر کسی کی اجازت کے کوئی کتاب دیکھنا' قلم کاغذ لینا' استعمال کرنا غلط ہے۔ (مقالات حکمت دعوات عبدیت)

راستے میں بیٹھنے کے حقوق و آداب

بغیر ضرورت کے سڑک کے کنارے (یا عام راستہ پر) مت بیٹھو اور ضرورت کی وجہ سے بیٹھنا ہو تو ان امور کا لحاظ رکھو۔

۱......نامحرم کو (یعنی اجنبی عورتوں کو) مت دیکھو۔
۲......کسی راستہ چلنے والے کو تکلیف مت دو۔ نہ اس کا راستہ تنگ کرو۔
۳......جو شخص سلام کرے اس کا جواب دو۔
۴......نیک بات بتلاتے رہو اور بری بات سے منع کرتے رہو۔
۵......اگر کسی پر ظلم ہوتا دیکھو تو اٹھ کر اس کی مدد کرو۔
۶......کوئی راستہ بھول گیا ہو اس کو راستہ بتلا دو۔
۷......اگر کسی کو سوار ہونے میں یا سامان لادنے میں مددگار کی ضرورت ہو تو اس کی مدد کرو۔ (مجالس حکیم الامت)

افسوسناک وحسرتناک مجلسیں

فرمایا حدیث شریف میں آیا ہے کہ **من جلس مجلساً لم یذکر اللہ فیہ کان علیہ حسرۃ یوم القیامۃ**۔ یعنی جو شخص کسی مجلس میں بیٹھے اور پوری مجلس گزر جائے اس میں ایک مرتبہ بھی اللہ کا ذکر نہ کرے تو قیامت کے دن یہ مجلس اس کے لئے حسرت وافسوس کا سبب ہوگی۔ اس کا ہمیشہ خیال رکھو اور اپنی کسی مجلس، کسی حرکت وسکون کو اللہ کے ذکر سے خالی نہ رہنے دو۔ (مجالس حکیم الامت)

ہماری مجلسیں

ہم لوگوں کی مجلسوں میں رات دن تمام مخلوق کی غیبتیں شکایتیں ہوتی ہیں کیا ان سے سوائے بدنام کرنے کے اور کچھ مقصود ہوتا ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ عیب گوئی عیب جوئی کا مرض ہم میں نہایت عام ہے۔ بعض دیندار لوگ بھی اس میں مبتلا ہیں بلکہ عوام سے زیادہ مبتلا ہیں کیونکہ وہ لوگ بسا اوقات شطرنج وغیرہ میں مشغول ہو کر اس سے چھوٹ بھی جاتے ہیں اور دیندار لوگ اس کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں اس لئے ان کو سوائے مجلس آرائی اور عیب گوئی کے اور کوئی مشغلہ نہیں ملتا۔ دیندار لوگ بھی دوسروں ہی کے گناہوں کو شمار کرتے ہیں۔ دوسروں کے عیوب پر ہم لوگوں کی نظر جاتی ہے کبھی کسی کو نہ دیکھا ہوگا کہ اپنے اعمال کو عذاب کا سبب بتلایا

ہو۔رات دن ہمارا سبق ہے کہ ہم ایسے اور ہم ویسے اور دوسرا ایسا ایسا۔ یہ لوگ ایک تو غیبت کے گناہ میں مبتلا ہوئے دوسرے ایک لایعنی فعل (فضول کام) کے مرتکب ہوئے۔(حسن العزیز)

ایک مرض اپنی جماعت میں اور پیدا ہوگیا ہے کہ پس میں بیٹھ کر ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ فلاں زیادہ بڑھے ہوئے ہیں اور فلانے کم ہیں۔ایک دوسرے کو فضیلت دے کر دوسرے کے عیوب بیان کرتے ہیں۔اپنے حضرات (اکابر) کو دیکھا ہے کہ مجمع میں بکثرت لوگ ہوتے مگر یہ بھی نہ معلوم ہوتا تھا کہ کون کس سے بیعت ہے۔(حسن العزیز)

بیکار کی مجلسیں اور فضول بحثیں

اگر دین کے کام میں نہ سہی تو دنیا ہی کے مباح کاموں میں لگے رہو۔مگر خدا کے واسطے بیکار مت بیٹھو۔واللہ میں سچ کہتا ہوں کہ اس میں بھی ایسا نہیں ہے وہ دین سے بے خبر مگر اپنی دنیا میں تو مشغول ہیں کسی نہ کسی کام میں لگے ہوئے ہیں۔ بیکار نہیں بیٹھتے اور ہمارے یہاں بیکاری اور آرام طلبی اور لغو مشغلوں ہی کو مایہ ناز سمجھتے ہیں اگر کسی کے اور مشغلے چھوڑے تو روم روس کا قصہ (سیاسی جھگڑے) لے بیٹھے اخبار دیکھ رہے ہیں اور جنگ میں اپنی اپنی رائے دے رہے ہیں حالانکہ روم روس تم کو پوچھتا بھی نہیں۔تمہاری تجویز وہاں پہنچتی بھی نہیں یہ سب بیکاری کے مشغلے ہیں۔(دعوات عبدیت)

کسی مجلس میں اگر ہمارے بزرگوں کی برائی ہو

اگر اپنے بزرگوں کو کوئی برا بھلا کہے تو فوراً نرمی کے ساتھ کہہ دے کہ بھائی ہمیں صدمہ ہوتا ہے ہمارے سامنے نہ کہو۔یہ عنوان بہت نفع مند ہے۔کہنے والے کے دل میں گھر کر جائے گا۔(اور اگر یہ کہنے کی بھی ہمت نہیں اور) برائی نہیں سنی جاتی تو صبر کرو۔اٹھ کر چلے جاؤ۔یہ کیا ضروری ہے کہ جنگ جدال اور فوج داری (اور بحث ومباحثہ) ہی کیا جائے۔نہیں صبر ہوتا تو چلے جاؤ۔ہجرت سے پہلے کفار اپنی مجلسوں میں ایسی باتیں کیا کرتے تھے) جس سے صحابہؓ کو سخت تکلیف ہوتی تھی اس وقت) صحابہ کو ارشاد ہوا۔**فلاتقعدوا معهم** (یعنی ان کے پاس بیٹھو ہی نہیں) یہ حکم مکہ کے لئے ہے جس وقت اہل حق کو (غلبہ) اور قدرت کم تھی۔جب مدینہ

پہنچ گئے اس وقت یہ حکم ہوا کہ اٹھ جاؤ بلکہ یہ حکم ہوا اپنی قدرت سے کام لو۔ (یعنی مجلس میں ہونے والی برائی کو سختی سے روکیں اور اس میں اپنی قدرت کو استعمال کریں)۔

اب بھی جس وقت اہل حق کو قدرت کم ہو اس وقت مکہ کا سا برتاؤ کریں اور جب قدرت ہو مدینہ کا سا برتاؤ کریں۔ (حسن العزیز)

آداب گفتگو

۱۔ جس کلام سے نہ کوئی دینی فائدہ ہو نہ دنیوی اس کو زبان سے مت نکالو۔ (تعلیم الدین)

۲۔ بات ایسی کہو جس میں کوئی برائی نہ آئے، لڑائی دنگے والی والی بات کو تو اس سے کیا فائدہ۔ (حسن العزیز)

۳۔ بات کہنے سے پہلے سوچ لینا چاہیے (کہ کیا کہہ رہا ہوں اور اس کا کیا اثر ہوگا) بعض اوقات سرسری طور پر ایسی بات منہ سے نکل جاتی ہے جو جہنم میں لے جاتی ہے۔ (تعلیم الدین)

۴۔ الغرض جو بھی بات کرو بغیر سوچے سمجھے مت کہو اور زیادہ بولنا چھوڑ دو۔ (مرید المجید)

۵۔ زیادہ بولنا کوئی ہنر نہیں۔ زیادہ بولنے سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ (حسن العزیز)

۵۔ (۱) بلا تحقیق کے کوئی بات نہ کہنا چاہیے کیونکہ پھر اس کے آثار دور دور تک پہنچتے ہیں خوامخواہ پریشانی ہوتی ہے اور کہنے والے کو تحقیق کرنا آسان ہوتا ہے۔ (حسن العزیز)

۵۔ (۲) احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ روایت کو (یعنی کسی بات کو اگر نقل کرنا ہو تو) تو اپنی طرف منسوب کر کے نہ کہے نہ لکھے بلکہ ان کو روایت ہی کے طور پر لکھے۔ (تعلیم الدین)

۶۔ اسی طرح کہنا منع ہے کہ لوگ یوں کہتے ہیں "غرض بلا سند کوئی بات نہ کہے۔ (افاضات الیومیہ)

۷۔ ایک صاحب نے بغیر تحقیق کے ایک بات کہہ دی (حضرت تھانویؒ نے) تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ بغیر تحقیق کے آپ نے یہ بات کیسے کہہ دی؟ کیا زیادہ بولنے کا بھی آپ میں مرض ہے کہ واقعہ کی تحقیق نہ کی اور بکنا شروع کر دیا؟ جب ایسے مہذب لوگوں کا یہ حال ہے تو اوروں کی کیا شکایت کی جائے؟ (آداب المعاشرت جدید)

گفتگو کرنے کا طریقہ

جب بات کرنا ہو سامنے بیٹھ کر بات کرے پشت پر سے بات کرنے سے الجھن ہوتی ہے۔ (آداب المعاشرت)

امام اعظمؒ نے امام ابو یوسفؒ کو ایک وصیت یہ بھی فرمائی تھی کہ جو شخص تمہیں پیچھے سے پکارے اس کو جواب نہ دو کیونکہ یہ طریقہ جانوروں کو ہکانے کا ہے۔ اس نے تمہارے ساتھ وہ معاملہ کیا جو جانوروں کے ساتھ کیا جاتا ہے اس لئے جواب کا مستحق نہیں۔ (مجالس حکیم الامت)

جس جگہ صرف تین آدمی ہوں تو (۲) دو آدمی تیسرے سے علیحدہ ہو کر سرگوشی (یعنی چپکے سے باتیں) نہ کریں، وہ یہی سمجھے گا کہ میرے بارے میں کچھ کہتے سنتے ہوں گے اس سے اس کو رنج ہوگا اور اگر ایسی ہی کوئی ضروری بات کہنا ہوے تو ایک اور شخص کو کہیں سے بلا لے۔ یہ دونوں علیحدہ ہو جائیں اور وہ دونوں علیحدہ پھر بات کریں۔ (تعلیم الدین)

ناقص اور ادھوری بات سے ہر ایک کو تکلیف ہوتی ہے اس لئے پوری بات (صاف صاف) کھول کر کہنا چاہیے تا کہ دوسرا سمجھ لے۔ (حسن العزیز)

گول بات ہرگز نہیں کہنی چاہیے بلکہ سمجھ کر پوری اوصاف بات کہنا چاہیے۔ تا کہ دوسرے کو بار بار پوچھنا نہ پڑے۔ (ملفوظات اشرفیہ)

بعض لوگ صرف اتنا کہتے ہیں کہ ایک تعویذ دے دو اور بغیر پوچھے یہ نہیں بتاتے کہ کس بات کا؟ اس میں بھی تکلیف ہوتی ہے۔ (آداب المعاشرت)

بعض لوگوں کو بات کرنے کا سلیقہ نہیں ہوتا وہ یہ نہیں سمجھتے کہ دوسروں پر اس بات کا کیا اثر ہوگا اور یہ ساری خرابی اس کی ہے کہ روک ٹوک نہیں سلیقہ پیدا ہو تو کیسے۔ (الاشرف)

بعض آدمی صاف بات نہیں کرتے۔ تکلف و کنایات کے استعمال کو ادب سمجھتے ہیں اس سے بعض اوقات مخاطب سمجھتا نہیں یا غلط سمجھتا ہے۔ جس سے پریشانی ہوتی ہے۔ اس لئے بات بہت واضح کہنا چاہیے۔ (آداب زندگی)

بعض آدمی تھوڑی بات پکار کر زور سے کہتے ہیں اور تھوڑی بالکل آہستہ کہ یا تو بالکل سنائی نہ دے یا آدھی سنائی دے اور دونوں صورتوں میں سامع (یعنی سننے والے) کو تردد اور الجھن ہوتی ہے۔ ناگواری بھی ہوتی ہے اس لئے بات کے ہر جزء کو (یعنی مکمل بات کو)

بہت صاف کہنا چاہیے۔ (آداب المعاشرت)

الغرض بات ہمیشہ پوری صاف صاف کہے تو تکلف کی تمہید وغیرہ نہ کرے۔

کسی کے واسطے سے بلاضرورت پیغام نہ پہنچائے جو کچھ کہنا ہو خود بے تکلف کہہ دے۔ (آداب المعاشرت)

جس سے بات کرنا ہو اگر وہ قریب ہو تو بلا واسطہ خود بات کیا کریں۔ بلاضرورت درمیان میں واسطہ بھی نقصان دہ ہے۔ (حسن العزیز)

بات چیت میں خیال رکھو کہ نہ اس قدر طویل (لمبی گفتگو) ہو کہ لوگ گھبرا جائیں اور نہ اس قدر اختصار کرو کہ مطلب ہی سمجھ میں نہ آئے۔ (تعلیم الدین)

متفرق آداب

سچ بولو جھوٹ ہرگز مت بولو، البتہ دو شخصوں میں صلح کرنے کے لئے جھوٹ بولنے کا مضائقہ نہیں۔ (تعلیم الدین)

دورخا پن بھی مت کرو۔ جیسے لوگوں میں گئے ویسی ہی باتیں بنانے لگے۔

غیبت چغل خوری ہرگز مت کرو، اس میں گناہ کے علاوہ دنیوی بھی طرح طرح کے فساد پیدا ہوتے ہیں۔

اگر تم کو کوئی سخت کلمہ کہے تو اسی قدر تم بھی کہہ سکتے ہو اور زیادتی کرنے میں پھر تم گنہگار ہوگے۔

بحث مباحثہ میں کسی سے مت الجھو جب دیکھو کہ مخاطب بات نہیں مانتا تو خاموش ہو جاؤ۔ (تعلیم الدین)

ہمارے بزرگوں کا طریقہ تھا کہ جب گفتگو میں کسی کا عناد محسوس کرتے تو خاموش ہو جاتے (جھگڑا نہ کرتے) جھگڑے سے دین تھوڑی حاصل ہوتا ہے اور اس طرز کو کوئی پسند کرے یا نہ کرے ہم کو تو ان بزرگوں کی تقلید کرنا چاہیے۔ (الکلمۃ الحق)

ایک مرض اپنی جماعت میں اور پیدا ہو گیا ہے کہ آپس میں بیٹھ کر ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ فلانے بڑھے ہوئے ہیں اور فلانے کم ہیں ایک دوسرے کو فضیلت دے کر

دوسرے کے عیوب بیان کرتے ہیں۔ اپنے حضرات کو دیکھا کہ مجمع میں بکثرت ہوتے ہیں مگر یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کون کس سے بیعت ہے۔ (حسن العزیز)

فرمایا مجھے حکایات وروایات سے سخت نفرت ہے لوگ خوامخواہ کے ادھر ادھر کے قصے بیان کرتے ہیں اور میرا وقت ضائع کرتے ہیں۔ بعض مرتبہ میں مروت میں کچھ نہیں کہتا۔ کام کی باتوں میں لگنا چاہیے۔ (کمالات اشرفیہ)

گفتگو سننے کے آداب

جب تم سے کوئی بات کرے تو بے توجہی سے نہ سنو کیونکہ متکلم (بات کرنے والے کا) دل اس سے افسردہ ہو جاتا ہے۔ خصوصاً جب تمہاری مصلحت کے لئے کوئی بات کہے یا تمہارے سوال کا جواب دے رہا ہو اور جس کے ساتھ نیازمندی کا بھی تعلق ہو۔ وہاں بے توجہی سے کرنا تو اور بھی برا ہے۔ (آداب العاشرت)

بات کو اچھی طرح توجہ سے سننا چاہئے اور کچھ شبہ رہے تو متکلم سے فوراً دوبارہ تحقیق کرنا چاہئے۔ بے سمجھے محض اجتہاد (یعنی اپنی رائے) سے عمل نہ کرے۔ بعض اوقات غلط فہمی کے ساتھ عمل کرنے سے تکلیف ہوتی ہے۔ (آداب المعاشرت)

جس کے معتقد ہو (یا جس کو اپنا بڑا سمجھتے ہو) اس کے کہنے کا برا نہ مانو تھوڑی دیر کے لئے صبر کر لو شاید امتحان ہی لیتے ہوں اور اگر وہ اس کا امتحان ہونا پہلے ہی سے بتلا دیں تو پھر امتحان ہی کیا ہوا۔ (حسن العزیز)

جب تم سے کسی کام کو کہا جائے تو اس کو سن کر ہاں یا نہیں ضرور زبان سے کہہ دیا کرو تا کہ کہنے والے کا دل مطمئن ہو جائے۔ ورنہ ہوسکتا ہے کہ کہنے والا تو سمجھے کہ اس نے سن لیا ہے اور تم نے سنا نہ ہو یا وہ سمجھے کہ تم یہ کام کرو گے اور تم کو کرنا منظور نہ ہو۔ (آداب العاشرت)

فرمایا مجھے ایسے شخص سے سخت تکلیف پہنچتی ہے جس کو کوئی بات سمجھائی جائے اور وہ جواب میں ''ہاں'' یا ''نہیں'' کچھ بھی نہ کہے۔ اس سے غلط فہمی ہو جاتی ہے۔ آج ہی ایک شخص سے میں نے ایک بات کہی مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا میں نے سمجھا کہ یہ میری بات کو سمجھ گیا ہے۔ لیکن اب معلوم ہوا کہ اس نے کچھ بھی نہیں سمجھا۔ (دعوات عبدیت)

فرمایا میں کسی کے سوال کا جواب دیتا ہوں اور پھر وہ چپ بیٹھا رہتا ہے تو اس سے مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ چاہتا ہوں کہ اگر جواب سمجھ میں نہ آئے تو دوبارہ پوچھا جائے اور اگر سمجھ میں آ گیا ہو تو کم از کم یہ ضرور کہہ دیا جائے کہ ''ٹھیک ہے'' خاموش بیٹھے رہنے سے سخت الجھن اور تکلیف ہوتی ہے یہ آداب تکلم کے خلاف ہے۔ (کمالات اشرفیہ)

بات سن کر جواب نہ دینا سخت بے ادبی ہے۔ اسی طرح دیر میں جواب دے کر انتظار کی تکلیف پہنچانا بھی بے ادبی ہے۔ (کمالات اشرفیہ)

مغرب کے بعد (حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے) ایک شخص کو پکارا جو ذرا دور تھے۔ ان صاحب نے زبان سے ہاں تک نہ کہا بلکہ خود اپنی جگہ سے اٹھ کر روانہ ہوئے جس کی اطلاع نہ ہوئی۔ اس لئے دوبارہ اس خیال سے پکارا کہ شاید سنا نہ ہو۔ اتنے میں وہ خود آ گئے۔ حضرت تھانویؒ نے تنبیہ فرمائی کہ آپ نے جواب کیوں نہیں دیا۔

جواب دینے سے بلانے والے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس نے سن لیا ہے اور جواب نہ دینے سے تکلیف ہوتی ہے کہ وہ دوسری مرتبہ پکارے تیسری مرتبہ آواز دے۔ دوسرے یہ کہ تکلیف دینا محض لاپرواہی اور سستی کی وجہ سے ہے سو آپ سے زبان نہیں ہلائی گئی اگر ''ہاں'' ''جی'' کہہ دیتے تو کیا مشکل تھا۔ آج کل علوم کی تعلیم تو ہر جگہ ہے لیکن اخلاق عنقا ہے۔ (آداب المعاشرت)

متفرق ہدایات

جب کسی شخص سے کوئی حاجت پیش کرنا ہو جس کو پہلے بھی ذکر کر چکا ہے تو دوبارہ پیش کرنے کے وقت بھی پوری بات کہنا چاہئے۔ قرائن پر یا پہلی بات کے بھروسہ پر ناقص ادھوری بات نہ کہے۔ ممکن ہے کہ وہ پہلی بات یاد نہ رہی ہو یا غلط سمجھ جائے یا سمجھنے میں پریشانی ہو۔ (آداب المعاشرت جدید)

جس سے تم اپنی کوئی دینی یا دنیوی حاجت پیش کرو اور وہ اس کے متعلق کسی بات کی تحقیق کرے تو اس کو گول جواب مت دو۔ اس سے تلبیس مت کرو (تم کہو کچھ اور وہ سمجھے

کچھ اور لیپ پوت مت کرو۔) جس سے اس کو غلط فہمی یا الجھن اور پریشانی ہو۔ خوامخواہ بار بار پوچھنے میں اس کا وقت ضائع ہو کیونکہ وہ تمہاری غرض کے لئے پوچھ رہا ہے۔ اس کا تو کوئی مطلب نہیں۔ پھر اگر صاف جواب دینا منظور نہ تھا تو اپنی حاجت ہی پیش نہ کرنا چاہئے تھا۔ (آداب المعاشرت)

اگر کسی کی پوشیدہ راز کی بات کرنی ہو اور وہ بھی اس جگہ موجود ہو تو آنکھ سے یا ہاتھ سے ادھر اشارہ مت کرو۔ خوامخواہ اس کو شبہ ہوگا اور یہ اسوقت ہے جب کہ اس بات کا کرنا شرعاً درست ہو اور اگر درست نہ ہو تو ایسی بات ہی کرنا گناہ ہے۔ (آداب المعاشرت جدید)

درخواست یا تو صرف تحریری ہو یا زبانی

ایک صاحب نے پرچہ پیش کر کے زبانی بھی کچھ عرض کرنا چاہا۔ فرمایا یہ خلط مبحث کیسا؟ پرچہ بھی اور زبانی بھی یا تو سب زبانی ہی کہا ہوتا یا سب پرچہ ہی میں لکھ دیا ہوتا اور اگر کسی مصلحت سے دونوں ہی کام کرنے تھے تو اس کا طریقہ یہ تھا کہ پہلے زبانی کہتے اور اس کے بعد پرچہ پیش کرنے کا ذکر کرتے۔

اب دونوں کے جمع کرنے سے میں پریشان ہوں کہ پرچہ میں جو مضمون ہے زبانی اس کے علاوہ کیا کہنا چاہتے ہو یا جو پرچہ میں لکھا ہے اسی کو زبانی کہنا چاہتے ہو۔ ایسی باتوں سے بلا وجہ الجھن ہوتی ہے۔ تکلیف ہوتی ہے۔ (الافاضات الیومیہ)

یہ حرکت بھی فضول ہے کہ جو بات زبانی کہہ سکتے ہیں اس کے لئے بھی پرچہ لکھا جائے۔ (الافاضات الیومیہ)

اشرف الآداب

فی

بیان المعاشرت والاخلاق

ازافادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

ترتیب

حضرت مولانا محمد اقبال صاحب قریشی ہارون آباد

(خلیفہ مجاز مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ)

تقریظ

عارف باللہ سیدی حضرت مولانا حاجی محمد شریف صاحب قدس سرہ

بخدمت مولانا محمد اقبال صاحب قریشی زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امابعد! آپ کا مضمون ''ادب اوراس کی ضرورت'' ملا۔ کسی مضمون کی اصلاح کا کام تو اہل علم حضرات ہی کو زیبا ہے۔ مجھ جیسا جاہل نالائق اس کا اہل کہاں۔ لیکن بہر حال اپنی اصلاح کی نیت سے حرفاً حرفاً پڑھا۔ پرلطف اور پر معنیٰ مضمون تھا۔ جوں جوں پڑھتا جاتا تھا۔ شوق بڑھتا جاتا تھا۔ بعض ایسے لطیف آداب پہلی بار پڑھے کہ میں خود ندامت میں ڈوب ڈوب جاتا تھا اور اپنی اصلاح کی فکر پاتا تھا۔ بحمد اللہ مجھے بے حد نفع ہوا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس سے نفع دیں اور جو بھی پڑھے وہ ایسا ہی بن جائے جیسا مضمون بنانا چاہتا ہے جناب کی محبت اور دعاؤں سے بے حد مسرور ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کے بدلے آپ کو اپنی محبت کاملہ عطا فرماویں اور پھر مضمون کا ثواب اس احقر کے لئے وقف فرمانا تو کمال ہی ذرہ نوازی ہے۔ بہت بہت دعائیں دیتا ہوں۔

احقر محمد شریف عفی عنہ

تقریظ.....شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ

اس مضمون کا کچھ حصہ مولانا موصوف نے پہلی بار اپنے ماہنامہ البلاغ کراچی جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ ہجری ذیل کے ادارتی نوٹ کے ساتھ شائع فرمایا تھا۔ (مرتب)

''ذیل کے مضمون میں مولانا محمد اقبال قریشی نے حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی تصانیف اور مواعظ وملفوظات سے وہ اقتباسات ترتیب دیئے ہیں جن میں اسلامی آداب کی نشاندہی کی گئی ہے امید ہے کہ اس مضمون کو جذبہ عمل کے ساتھ پڑھا جائے گا''۔

ایک اور والا نامہ میں ارشاد فرماتے ہیں

رسالہ اشرف الآداب لیا گیا تھا دوبارہ بغور مطالعہ کیا بہت مفید اور سبق آموز رسالہ ہے۔

ادب کی تاکید میں

قرآنی آیات

۱- **ومن یعظم شعآئر اللہ فانہا من تقوی القلوب** (الحج آیت ۳۲)

ترجمہ:- اور جو شخص دین خداوندی کی ان یادگاروں کا پورا لحاظ رکھے گا تو ان کا یہ لحاظ دل کے ساتھ ڈرنے سے ہوتا ہے"۔

فائدہ:۔ یہ دو امر پر دال ہے ایک یہ کہ اصل محل تقویٰ کا قلب ہے۔ دوسرے یہ کہ معالم دین کی تعلیم (حد شرعی کے اندر) جس میں اولیاء و انبیاء کے آثار بھی داخل ہو گئے۔ (**مسائل السلوک من کلام ملک الملوک**)۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تعظیم شعائر اللہ خوف خدا کی علامت ہے۔ کیونکہ خوف خدا ہی ایک ایسی چیز ہے۔ (**فانہا من تقویٰ القلوب**) جو تعظیم شعائر اللہ کا باعث ہے...... (تعظیم الشعائر)

۲- **فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیہا اسمہ یسبح لہ فیہا بالغدو والاصال** (النور آیت ۳۶)

ترجمہ:۔ وہ ایسے گھروں میں ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا

جائے اوران میں اللہ کا نام لیا جائے۔ ان میں ایسے لوگ صبح وشام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔"

فائدہ:۔ بقول ابوحیان، بیوت عام ہے مساجد اور مدارس اور خانقاہوں کو اور رفع سے مراد ان کی تعظیم قدر۔ پس اس بنا پر اس میں خانقاہوں کی فضیلت ہے جو ذکر کے لئے موضوع ہیں وہ عمل میں لائی جائے۔ (مسائل السلوک)

۳- **ویدع الانسان بالشر دعاءہ بالخیر ط وکان الانسان عجولاً** (بنی اسرائیل آیت ۱۱)

ترجمہ: اورانسان برائی کی ایسی درخواست کرتا ہے جس طرح بھلائی کی درخواست۔ اورانسان جلد باز ہے۔"

فائدہ:۔ اس میں اشارہ ہے بعض آداب دعا کی طرف کہ استعجال نہ کرے، خصوصاً بددعا میں خصوص دوسرے کے لئے خصوص اپنے انتقام کے لئے۔ جیسے بہت سے مدعی غیظ نفس میں مسلمانوں کے لئے بددعا کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ضرور قبول ہوگی۔ گویا خدائی ان کے قبضے میں ہے۔ (مسائل السلوک)

۴- **قال له موسیٰ هل اتبعک علیٰ ان تعلمن مما علمت رشداً** (الکہف آیت ۶۶)

ترجمہ:۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان (حضرت خضر علیہ السلام) سے فرمایا کہ میں آپکے ساتھ رہ سکتا ہوں اس شرط پر جو علم مفید آپ کو سکھلایا گیا ہے اس میں سے آپ مجھ کو سکھلا دیں"۔

فائدہ:۔ اسلوب کلام میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کلام میں حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ کس قدر تواضع وادب اور لطف کی رعایت فرمائی (مسائل السلوک)

اس میں اپنے شیخ اور استاد سے ادب وتواضع سے گفتگو کرنے کا امر ہے۔

۵- **لا تجعلوا دعآء الرسول بینکم کدعآء بعضکم بعضاً** (النور آیت ۶۳)

ترجمہ:۔ تم لوگ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بلانے کو ایسا مت سمجھو جیسا تم میں ایک دوسرے کو بلا لیتا ہے۔"

فائدہ:۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ شیخ کا خاص ادب واحترام کرے اور دوسروں کے معاملات میں اس کو ممتاز رکھے۔ (مسائل السلوک)

۶- **ولولا اذ سمعتموہ قلتم مایکون لنا ان نتکلم بھذا سبحٰنک ھذا بھتان عظیم** (النور آیت ۱۶)

ترجمہ:۔اور تم نے جب اس کو سنا تھا تو یوں کیوں نہ کہا کہ ہم کو زیبا نہیں کہ ایسی بات منہ سے بھی نکالیں۔معاذ اللہ یہ تو بڑا بہتان ہے۔''

فائدہ:۔ چونکہ اس قصہ میں علاوہ عام گناہ تہمت کے خاص یہ بات بھی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ محترمہ سے تعرض تھا اور زیادہ انکار کا سبب یہی ہے تو اس بناء پر یہ اس پر دال ہے کہ شیخ کے اہل وعیال کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ ادب واحترام سے پیش آنا چاہئے اور ان کو ایذاء پہنچانا دوسروں کی ایذاء سے زیادہ قبیح ہے۔(مسائل السلوک)

۷- یآیہا الذین امنوا لاتقدموا بین یدی اللہ ورسولہ واتقوا اللہ ط ان اللہ سمیع علیم ......(الحجرات آیت ۱)

ترجمہ:۔اے ایمان والو۔اللہ اور رسول سے پہلے سبقت مت کیا کرو۔اور اللہ سے ڈرتے رہو۔بے شک اللہ تعالیٰ جاننے اور سننے والا ہے۔''

فائدہ:۔اس میں عمل بالشرع کا لزوم اور ادب کی رعایت اور مقتضیات طبع کا ترک مذکور ہے۔(مسائل السلوک)

۸-یایہا الذین امنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر[۱] بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون (الحجرات آیت۔۲)

ترجمہ:۔اے ایمان والو اپنی آوازیں پیغمبرؐ کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو۔کبھی تمہارے اعمال برباد ہو جاویں اور تم کو خبر بھی نہ ہو''۔

فائدہ نمبر ۱:۔اس سے معلوم ہوا کہ ایذاء رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) حرام ہے اور اس کا وہی اثر ہے جو کفر کا ہے یعنی اعمال حبط ہو جاتے ہیں۔(مضار المعصیت)

چونکہ امت کے اعمال ہر سوموار اور جمعرات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوتے ہیں اور اگر امت کے برے اعمال کا آپ کو پتہ چلے تو اس سے آپ کو تکلیف

---

[۱] محققین نے فرمایا ہے کہ یہی ادب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مقدس یعنی حدیث شریف کا ہے کہ اس کے درس کے وقت پست آواز سے بولنا چاہئے۔(فروع الایمان صفحہ ۷)

ہوتی ہے اس لئے ہمیشہ گناہوں سے بچنا چاہئے۔

فائدہ نمبر۲:۔اس آیت میں صاف تصریح ہے کہ بے ادبی سے حبط عمل ہوگا اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ شریعت اسلامی نے سلیقہ اور ادب سکھایا ہے۔(مفاد المعصیت صفحہ ۱۱)

فائدہ نمبر۳:۔یہ آیات اصل ہیں شیخ کے ادب واحترام میں۔(مسائل السلوک)

۹- واذقال موسٰی لفتٰہ لاابرح حتیٰ ابلغ مجمع البحرین او امضے حقباً (الکہف آیت۔۶)

ترجمہ:۔اور وہ وقت یاد کرو جب کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم (یوشع بن نون) سے فرمایا کہ میں اس سفر میں برابر چلا جاؤں گا یہاں تک کہ اس موقع پر پہنچ جاؤں جہاں دو دریا آپس میں ملتے ہیں یا یوں ہی زمانہ دراز تک چلتا رہوں گا''۔

فائدہ:۔اس میں بھی حسن ادب ہے کہ سفر کی ضروری باتوں سے اپنے رفیق اور خادم کو بھی باخبر کردینا چاہئے۔متکبر لوگ اپنے خادموں اور نوکروں کو ناقابل خطاب سمجھتے ہیں نہ اپنے سفر کے متعلق ان کو کچھ بتاتے ہیں۔(تفسیر معارف القرآن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ)

۱۰- ولقد جآء ت رسلنا ابراھیم بالبشریٰ قالوا سلماً ط قال سلم فمالبث ان جآء بعجل حنیذ (ہود آیت۔۶۹)

ترجمہ:۔اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بشارت لے کر آئے اور انہوں نے سلام کیا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی سلام کیا۔پھر دیر نہیں لگائی کہ ایک تلا ہوا بچھڑا لائے۔''

فائدہ:۔اس میں بعض آداب ضیافت پر دلالت ہے ایک یہ کہ ٹھہرانے میں اکرام کرے پھر طعام سے اکرام کرے۔(مسائل السلوک)

تاکیدادب میں

احادیث مبارکہ

1-عن ایوب بن موسیٰ عن ابیه عن جده ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال مانحل والد ولده من نحل افضل من ادب حسن۔ (رواہ الترمذی والبیہقی کذافی المشکوٰۃ)

ترجمہ:۔ارشادفرمایارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی اولادوالے نے اپنی اولاد کوکوئی دینے کی چیز ایسی نہیں دی جواچھے ادب سے بڑھ کرہو"۔

2-عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ومن عال ثلث بناتٍ او مثلهن من الاخوات فادبهن ورحمهن حتیٰ یغنیهن الله اوجب الله له الجنة فقال رجل یارسول الله اواثنتین قال اواثنتین حتیٰ لو قالوا او واحدةٍ لقال واحدةً۔

ترجمہ:۔ارشادفرمایارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتین بیٹیوں کی یااسی طرح تین بہنوں کی عیال داری کرے پھران کوادب سکھلاوے اوران پرمہربانی کرے۔یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کوبےفکرکردے(یعنی ان کی شادی ہوجائے)اللہ تعالیٰ اس شخص کیلئے جنت کوواجب کردیگا ایک شخص نے دوکی نسبت پوچھا۔آپ نے فرمایادومیں بھی یہی فضیلت ہے اگرصحابہ کرامؓ ایک کے بارے میں دریافت کرتے توآپ فرماتے کہ ایک میں بھی یہی فضیلت ہے۔"

فائدہ:۔قاموس وغیرہ میں ادب کے معنیٰ علم کے لکھے ہیں۔سوحقیقی ادب وہی کرسکتا ہے جوعلم دین سے واقف ہو۔اس لئے اپنی اولادکوعلم دین پڑھاناچاہئے تاکہ ان کوصحیح

معنوں میں ادب حاصل ہو' کیونکہ ادب بھی اسلام نے سکھلایا ہے۔

3- اکرموا الخبز فی المستدرک للحاکم من طریق غالب القطان عن کریمة بنت همام عن عائشةؓ ان النبی صلی الله علیه وسلم قال۔ (التشرف بمعرفت احادیث التصوف صفحہ ۲۱۴)

ترجمہ:۔ارشادفرمایارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ روٹی کا ادب کرو"۔

فائدہ:۔اسی وجہ سے تم اکثر اہل ادب کو دیکھتے ہو کہ روٹی کو پاؤں میں آنے سے بچانے کا بہت اہتمام کرتے ہیں اور مقاصد حسنہ میں بعض علماء کا قول نقل کیا ہے کہ گیہوں جب پاؤں میں آتا ہے تو خدا تعالیٰ سے شکایت کرتا ہے اور اس کے سبب قحط ہو جاتا ہے۔

4- من رفع کتاباعن الطریق الدار قطنی فی الافراد من حدیث سلیمان بن الربیع عن همام ابن یحییٰ عن عمر بن عبدالله عن یحییٰ ابن ابی کثیر عن ابن ابی امامةؓ عن ابی هریرةؓ به مرفوعا لابی الشیخ عن انسؓ رفعه من رفع قرطاساً من الارض فیه بسم الله اجلا لاً لکتب من الصدیقین. (التشرف بمعرفت احادیث التصوف صفحہ ۲۲۵)

ترجمہ:۔ جوشخص کوئی لکھا ہوا کاغذ راستہ سے اٹھالے نیز حضرت انسؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جس شخص نے زمین سے کاغذ اٹھالیا۔جس میں بسم اللہ تھی ادب وتعظیم کے سبب وہ صدیقین میں لکھا جائے گا"۔

فائدہ:۔اوراسی پر عمل ہے اہل ادب کا جہاں تک ان کے بس میں ہے اوران میں جو اہل درایت ہیں انہوں نے اس حکم کو ایسے کاغذات کی طرف بھی متعدی کیا ہے۔جن میں حروف ہوں' جو مادہ ہے اذکار کا گو ہئیت نہ ہو۔یعنی بسم اللہ وغیرہ لکھی ہوئی نہ ہو۔اورکوئی عبارت ہو۔مگراس عبارت کے حروف وہی ہیں جس سے اسماءالٰہیہ وکلام الٰہی مرکب ہے پھر اس سے آگے متعدی کیا ہے۔ان حروف کے محل یعنی سادہ کاغذ تک اگرچہ اس میں کچھ لکھا نہ ہومگران سب مراتب میں تفاوت ہے یعنی جس پر بسم اللہ وغیرہ لکھی ہواس کا سب سے زیادہ ادب ہے پھراس کا جس میں کوئی دوسری عبارت لکھی ہو پھر خالی کاغذ کا۔

5-مااستخف قوم بحق الخبز الا ابتلاهم الله بالجوع. للخطیب

البغدادی۔ (التشرف صفحہ ۴۴)

ترجمہ:۔ کسی قوم نے روٹی کے حق کی بے قدری نہیں کی مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو بھوک میں مبتلا کر دیا۔"

فائدہ:۔ اس سے اہل طریق رزق خصوص روٹی کے ادب میں خاص امتیاز رکھتے ہیں۔

6-اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ وفی اولہ قصة فی قدوم جریر بن عبداللہ الحاکم من حدیث جابرؓ وقال صحیح الاسناد. (التشرف صفحہ ۸۰)

ترجمہ:۔ جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز شخص آئے تم اس کا اکرام کرو"۔

فائدہ:۔ یہ حدیث اپنے عموم پر دلالت کرتی ہے ہر رئیس کے مدارات کے مندوب ہونے پر گو وہ کافر ہو اس لئے کہ اس میں مصلحت ہے کہ خیر پر اس کی تالیف قلب یا شر سے بچاؤ۔ لیکن محض طمع دنیوی کی غرض سے نہ ہو کہ وہ جائز نہیں۔

7-افضل الناس مؤمن بین کریمین. رواہ الطبرانی عن کعب بن مالک ضعیف. (التشرف صفحہ ۳۱۶)

ترجمہ:۔ سب لوگوں سے افضل وہ مومن ہے جو دو کریموں کے درمیان ہو۔ یعنی اس کے ماں باپ متقی ہوں۔

فائدہ:۔ یہ حدیث صوفیہ کے اس معمول کی اصل ہے کہ وہ بزرگوں کی اولاد کی زیادہ تعظیم کرتے ہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے کیونکہ حدیث بزرگوں کی اولاد کو دوسرے عوام پر ترجیح دیتی ہے۔

8-وعن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا ویامر بالمعروف وینہ عن المنکر۔

(رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص ہماری جماعت سے خارج ہے جو ہمارے کم عمر پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے اور نیک کام کی نصیحت اور برے کام سے منع نہ کرے۔"

فائدہ:۔ اس حدیث میں چھوٹوں کو بڑوں کی تعظیم وادب نہ کرنے پر لسان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے جو وعید ہے وہ ظاہر ہے اس سے اس کا خیال لازم ہے کیونکہ ع گفتہ او گفتہ اللہ بود۔

9- عن عائشۃؓ فی حدیث طویل قالت و کان لعلیؓ وجہ من الناس حیوۃ فاطمۃؓ فلما ماتت انسرفت وجوہ الناس عنہ (اخرجہ الشیخان واللفظ لمسلم)

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت فاطمہؓ کی حیات تک حضرت علیؓ کی وجاہت' لوگوں کی نظر میں زیادہ رہی جب ان کا انتقال ہو گیا تو لوگوں کا رخ ذرا بدل گیا۔''

فائدہ:۔ اہل طریق کی عادت طبعیہ ہے کہ بزرگوں کے منتسبین کو محض اس انتساب کی وجہ سے معظم سمجھتے ہیں۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر حضرات صحابہ کرامؓ میں بھی طبعاً پایا جاتا تھا۔ (التکشف عن مہمات التصوف ص ۵۳۶)

10-عن عائشۃؓ قالت کنت ادخل بیتی (الیٰ قولھا) فلما دفن عمر معھم وما دخلت الا وانامشدودۃ علی ثیابی حیاء من عمرؓ (رواہ احمد)

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے مدفون ہونے تک تو اس حجرہ میں جس میں یہ حضرات مدفون ہیں بے تکلف چلی جایا کرتی تھی۔ جب حضرت عمرؓ دفن کئے گئے پھر میں وہاں بدوں اس کے کہ میرے کپڑے مجھ پر خوب لپٹے ہوئے ہوں حضرت عمرؓ سے شرم آنے کی وجہ سے نہیں گئی۔''

فائدہ:۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ ہر مردہ کی قبر پر حاضر ہو کر اس کا اتنا ادب کرے کہ جتنا حالت حیات میں کرتا تھا۔ بشرط عدم تجاوز عن الشرع۔ مثلاً قبر سے اتنے فاصلہ پر بیٹھے جتنے فاصلے سے حیات میں بیٹھتا تھا۔ (التکشف عن مہمات التصوف صفحہ ۶۶۳)

ادب اور اس کی ضرورت

ادب کا مفہوم :۔ ادب۔ عربی زبان میں قاعدہ یا طریقہ کو کہتے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں اسلام نے جو قاعدے کہ کسی کام کو کرنے کے لئے بتائے ان کا نام ادب ہے۔

ادب کی حقیقت

ادب تعظیم کا نام نہیں۔ یہ تو رسمی ادب ہے۔ حقیقی ادب نام ہے راحت رسانی کا (مجالسِ حکیم الامّتؒ) یعنی انسان کسی کا ادب کرنا چاہے تو ایسے کام کرے جس سے اس کو راحت ہو اور تکلیف نہ پہنچے۔

تصوف سراسر ادب ہی کا نام ہے

سید الطائفہ حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ کا ارشاد ہے کہ طالب طریق تصوف کو چاہئے کہ ادب ظاہری و باطنی کو نگاہ رکھے۔ ادب ظاہری یہ ہے کہ خلق کے ساتھ بحسنِ ادب و کمال تواضع و اخلاق پیش آوے۔ اور ادبِ باطنی یہ ہے کہ تمام اوقات واحوال ومقامات با حق سبحانہٗ رہے۔ حسن ادب ظاہر سرنامہ ادب باطن کا ہے اور حسن ادب ترجمان عقل ہے بلکہ "التصوف کلّه ادب" دیکھو حق تعالےٰ اہل ادب کی بزرگی کی مدح فرماتا ہے **ان الذین یغضون اصواتهم (الیٰ قوله) اجر عظیم**"

جو کوئی کہ ادب سے محروم ہے وہ خیرات و برکات سے محروم ہے اور جو کہ محروم از ادب ہے وہ قرب حق سے بھی محروم ہے"۔ (شمائم امدادیہ صفحہ نمبر ۵۲ مطبوعہ لکھنؤ)

بعض مرتبہ ادب مغفرت کا سبب بن جاتا ہے

ایک شخص جاری پانی پر بیٹھا ہوا وضو کر رہا تھا اسے معلوم ہوا کہ بائیں طرف حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ وضو کر رہے ہیں اور میرا غسالہ (استعمال شدہ پانی) ان کی

طرف جارہا ہے یہ تو ان کی بے ادبی ہے۔ اس لئے وہ ادب کی خاطر دائیں طرف سے اٹھ کر امام صاحبؒ کے بائیں جانب جا بیٹھا۔ حق تعالیٰ نے اسی ادب کی وجہ سے اس کی مغفرت فرمادی۔ ادب بڑی چیز ہے۔ (خیرالافادات)

ادب تاجیست از فضل الٰہی بنہ برسر برو ہر جا کہ خواہی

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت حکیم الامتؒ سے ایک پٹواری نے بیان کیا تھا کہ ایک تیلن حیدرآباد میں بیمار ہوگئی اس کے لڑکے میرے پاس آئے اور کہا ہماری والدہ جنون میں انگریزی بول رہی ہیں۔ میں گیا تو فصیح عربی میں کہہ رہی تھی جآء الرجلان آگے بھی عربی کی کچھ عبارت تھی۔ جس کا مطلب تھا کہ دو نیک خوب صورت آدمی آئے ان کو جگہ دو۔ وہ مجھے کہتے ہیں کہ اسے ہمارے نیک بندوں میں داخل کردو۔ پٹواری نے پوچھا کہ یہ کیا نیک کام کرتی تھی۔ انہوں نے کہا کچھ بھی نہیں۔ نہ نماز نہ روزہ اور خوب لڑاکی تھی اور کہا کہ آخر ایک بات اس میں تھی جب اذان ہوتی تھی تو نہ خود کام کرتی تھی اور نہ کسی کو کرنے دیتی تھی کہ میرے مالک کا ذکر ہو رہا ہے۔ اللہ میاں کو شاید یہی پسند آ گیا سب معاف کردیا۔ (الکلام الحسن۔ مجالس حکیم الامت)

قبلہ کی طرف تھوکنے سے نسبت سلب

ایک صاحبِ کیفیت نے قبلہ کی طرف تھوک دیا تھا اس بے ادبی کی وجہ سے سب کیفیت سلب ہوگئی۔ واقعی بے ادبی بہت بری چیز ہے۔ (خیرالافادات)

اسی طرح کا ایک قصہ ہے کہ دو طالب علم جن کی عمر۔ خوراک۔ خاندان۔ ذہانت۔ سب یکساں تھی حفظ قرآن پاک کے لئے ایک ہی استاد کے سامنے بٹھائے گئے۔ مگر ایک طالب علم نے ایک سال میں اور دوسرے نے دو سال میں حفظ کیا۔ تحقیق کی تو یہ معلوم ہوا کہ جس طالب علم نے ایک سال میں حفظ کیا ہے وہ ہمیشہ باوضو قبلہ رو ہو کر تلاوت کیا کرتا تھا اس کی برکت سے اسے ایک سال میں حفظ ہوگیا۔ دوسرا ان باتوں کی احتیاط نہ کرتا تھا اس لئے دو سال لگے۔

بے ادبی معاصی سے زیادہ مضر ہے

حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں۔ ”میں بے ادبی کو معاصی سے زیادہ مُضر سمجھتا

ہوں۔ یہ بھی فرمایا مشائخ اور علماء کی شان میں بے ادبی کرنے سے مجھے بہت ڈر لگتا ہے کیونکہ اس کے عواقب ونتائج بہت خطرناک ہیں"۔ (مجالس حکیم الامتؒ بحوالہ البلاغ کراچی ربیع الاول ۱۳۹۰ھ)

حصول علم کیلئے کثرت مطالعہ سے زیادہ ادب مشائخ ضروری ہے

علمی تحقیق سے زیادہ ضرورت ادب کی ہے۔ بلکہ بزرگان سلف کا ادب کرنے سے اللہ تعالےٰ تحقیق کی شان بھی عطا فرما دیتے ہیں اور بزرگان سلف کا ادب چھوڑ کر جو تحقیق کی جائے اس میں لغزش اور غلط فہمی کا بڑا خطرہ ہے"۔ (مجالس حکیم الامت)

علم میں برکت بزرگان سلف کے ادب سے ہوتی ہے

علمی تحقیق پر زور دینے سے زیادہ فکر بزرگانِ سلف کے ادب و احترام کی ہونی چاہئے۔ اس سے اللہ تعالیٰ انسان میں ایک خاص بصیرت اور تحقیق کی شان[1] بھی پیدا فرما دیتے ہیں۔ (مجالس حکیم الامتؒ۔ البلاغ کراچی جمادی الاوّل ۱۳۹۱ھ)

حروف وکلمات کا بے مثال ادب

حضرت مجددؒ الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک روز بیت الخلاء تشریف لے گئے پھر فوراً ہی گھبرا کر واپس آئے اور ناخن پر جو قلم کی نوک سے ایک نقطہ لگا ہوا تھا اس کو دھونے کے بعد بیت الخلاء گئے حالانکہ وہ نقطہ تھا جو عموماً لکھتے وقت قلم کی روشنائی دیکھنے کے لئے لگایا جاتا تھا۔ اور فرمایا کہ اس نقطہ کو بھی علم کے ساتھ ایک تلبس ونسبت ہے بے ادبی معلوم ہوئی کہ اس کو بیت الخلاء لے جاؤں"۔ (مجالس حکیم الامتؒ از البلاغ کراچی محرم ۱۳۹۲ھ)

موجودہ پریشانیوں میں بے ادبی کو بھی بڑا دخل ہے

مفتی اعظم پاکستان سیدی ومرشدی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا واقعہ کے حواشی میں تحریر فرماتے ہیں۔

"آج کل تو اخبار ورسائل کی فراوانی، ان میں قرآنی آیات واحادیث اور اسماء الٰہیہ

---

[1] ایک بار حضرت مولانا عبدالباری ندویؒ نے حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ شرح صدر میں تقویٰ کو دخل ہے؟ فرمایا تقویٰ کو تو دخل ہے ہی۔ اس بارے میں میری ایک اور تحقیق ہے وہ یہ کہ ادب کو بہت بڑا دخل ہے یعنی بزرگوں کے ادب کو"۔ (خاتمۃ السوانح)

ہونے کے باوجود گلی، کوچوں غلاظتوں کی جگہوں میں بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ **العیاذ باللہ العلی العظیم**۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کی دنیا جن عالمگیر پریشانیوں میں گھری ہوئی ہے اس میں بے ادبی کا بھی بڑا دخل ہے"۔ (ماہنامہ البلاغ کراچی۔شوال ۱۳۹۲ھ صفحہ نمبر ۴۶)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی نوراللہ مرقدہٗ۔"دینی مدارس کے انحطاط کے اسباب" بیان فرماتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں۔

"ہمارے بزرگوں کو طلبہ کی صرف درسی تعلیم کا اہتمام نہ تھا۔ بلکہ دینی و اخلاقی اصلاح کا بھی اہتمام تھا۔ حضرت مولانا سراج احمد صاحبؒ دارالعلوم دیوبند میں درس حدیث دیا کرتے تھے ایک دن درس کے درمیان کوئی جنازہ آگیا۔ مولانا نماز کے لئے کھڑے ہوئے بہت سے طلبہ وضو کے لئے چلے گئے۔ نماز جنازہ سے واپس آکر لوگوں نے دیکھا کہ مولانا رو رہے ہیں۔ کسی نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ ہم نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حدیث و تفسیر کا سبق بلا وضو کبھی نہیں پڑھا۔ آج کل کے طلباء بلا وضو یہ اسباق پڑھتے ہیں"۔ (ماہنامہ البلاغ کراچی شوال ۱۳۹۱ھ صفحہ نمبر ۵۷)

بزرگان سلف کا بے مثال ادب

حضرت سید صاحبؒ کو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ کے سپرد کر دیا تھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے ایک جگہ فرمایا کہ یہاں بیٹھے رہو۔ اتفاقاً بارش شروع ہوگئی۔ وہاں ہی بیٹھے رہے بدوں حکم نہیں اٹھے۔ (خیرالافادات)

خود حضرت حکیم الامّت مولانا تھانوی رحمہ اللہ کا ادب

حضرت تھانویؒ اگرچہ قطب عالم حضرت گنگوہیؒ کے خواجہ تاش تھے۔ لیکن فرماتے ہیں۔

"میں حضرت گنگوہیؒ کو بہت دب کر خط لکھتا تھا بوجہ کثرت ادب کے"۔ (خیرالافادات)

نیز فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے کسی بزرگ کو ایک منٹ کے لئے بھی ناراض نہیں کیا۔ اور جتنا میرے قلب میں بزرگان دین کا ادب ہے آج کل شاید ہی کسی کے دل میں اتنا ہو"۔

(اشرف السوانح ج ۱ صفحہ ۶۳)

نیز ارشاد فرمایا کہ۔"مجھے یاد نہیں آتا کہ میں نے چارپائی کے پائنتی رکھ کر کھانا کھایا ہو

۔اور مجھے کبھی یادنہیں آتا کہ میں نے اپنی چھڑی کا نچلا حصہ کبھی قبلہ رو رکھا ہو۔اور مجھے یادنہیں آتا کہ میں نے نوکر کو پیسہ زمین پر پھینک کر دیا ہو۔اور مجھے یادنہیں آتا کہ کبھی داہنے ہاتھ میں جوتا لیا ہو۔اور مجھے یادنہیں آتا کہ کبھی روپیہ بائیں ہاتھ میں لیا ہو"۔(معرفت الٰہیہ)

عربوں کا ادب

عربوں میں ادب بہت ہے۔ میں نے بہت دفعہ دیکھا ہے کہ جب کوئی مشورہ یا پنچایت کرتے ہیں تو **الفاتحه على النبیؐ** کہہ کر گفتگو شروع کرتے ہیں۔جس کو کچھ کہنا ہوتا ہے وہ یہ لفظ کہہ کر بیان کرنے لگ جاتا ہے دوسرے بالکل خاموش ہو جاتے ہیں کیونکہ بدوں **الفاتحه على النبی** کے ان کی گفتگو شروع ہو ہی نہیں سکتی۔اگر آپس میں جنگ ہو رہی ہو تو بار ہا دیکھا کہ جب کوئی کہہ دے **صَلِ علی النبی** تو درود پڑھ کر خاموش ہو جاتے ہیں ۔اور یہاں تو سارا قرآن پڑھ کر دم کرو تو بھی کچھ اثر نہیں ہوتا۔یہ بھی فرمایا کہ عربوں میں ادب بہت ہے اسی کی وجہ سے کچھ بدعات میں مبتلا ہو گئے ہیں۔(الکلام الحسن)

نواب فخر یار جنگ کا ادب جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لئے ایک درسِ عبرت

حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا۔

"حیدر آباد کے رئیس جو کل یہاں آئے تھے ان کا نام "فخر الدین احمد" ہے اور ان کا لقب "نواب فخر یار جنگ" ہے۔کئی ہزار روپے ان کی تنخواہ ہے اسٹیشن سے بوجہ ادب کے پیادہ آنا چاہتے تھے مگر عرب صاحب کی خاطر جو ان کے ہمراہ تھے بہلی پر سوار ہو گئے۔بہلی اچھی نہ تھی اس لئے عرب صاحب نے کہا اتر کر چلئے۔میں نے اس کو خوشی سے منظور کر لیا۔کیونکہ میری تو پہلے سے تمنا تھی کہ پیدل آؤں کیونکہ سوار ہو کر آنا خلافِ ادب جانتا تھا۔جاتے وقت میں (حکیم الامتؒ) نے کہا اب تو آپ رخصت ہو کر جا رہے ہیں۔سوار ہو کر جایئے رات کا وقت بھی ہے۔مگر نہیں مانے۔حیدر آباد کے لوگ بہت مؤدب ہوتے ہیں"۔(الکلام الحسن ۱۳۸)

میں نے جو کچھ پایا بزرگوں کے ادب کے سبب پایا
ارشاد: حضرت حکیم الامّت تھانویؒ

میں نے پڑھنے میں کبھی محنت نہیں کی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا اساتذہ اور بزرگوں کے ساتھ ادب ومحبت کا تعلق رکھنے کی بدولت عطا فرمایا۔ (اشرف السوانح۔ ج ا صفحہ ۶۳)

حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ معاصر علماء میں ادب ہی کے سبب ممتاز تھے!

کسی نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آخر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ نے بھی تو یہی کتابیں پڑھی تھیں جن کو سب پڑھتے ہیں۔ پھر مولاناؒ میں اتنا علم کہاں سے آیا تھا۔ اس کے اسباب میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے کئی باتیں فرمائیں۔ منجملہ ان کے یہ بھی فرمایا کہ مولاناؒ میں ادب اور تقویٰ بہت زیادہ تھا۔ اور استفاضۂ علم میں اس کو بڑا دخل ہے۔ چنانچہ مولانا کے ادب کی یہ کیفیت تھی کہ جب مولانا ذوالفقار علی صاحبؒ بیماری میں آپ کے پاس آتے تو آپ اٹھ کر بیٹھ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ مولوی صاحبؒ نے دریافت کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو فرمایا کہ آپ میرے استاد ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں کہاں سے استاد ہو گیا۔ تو فرمایا کہ مولانا مملوک علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ کسی کام میں تھے تو آپ سے فرمایا تھا کہ ذرا ان کو کافیہ کا سبق پڑھا دیجیو۔ چنانچہ میں نے آپ سے سبق پڑھا تھا۔

دوسرا قصہ یہ ہے کہ تھانہ بھون کا ایک گندھی جس کو اہل علم سے محبت تھی۔ مجھ سے کہتا تھا کہ وہ ایک بار دیوبند مولاناؒ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ مولاناؒ نے فارغ ہو کر پوچھا کہاں سے آئے ہو۔ اس نے کہا تھانہ بھون سے آیا ہوں۔ یہ سن کر گھبرا گئے اور کہا کہ بے ادبی ہوئی وہ تو میرے پیر کا وطن ہے آپ آئے اور میں بیٹھا رہا۔ مجھ کو معاف کیجئے۔ وہ گندھی کہتا تھا کہ میں مولاناؒ کی اس حالت کو دیکھ کر شرمندگی سے مرا جاتا تھا۔ ایک دفعہ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس

اللہ سرہ العزیز مولانا کے ادب کا ذکر فرماتے تھے کہ میں نے ایک مسوّدہ نقل کے کئے مولانا کو دیا۔

ایک مقام پر املاء میں غلطی ہوگئی تھی۔ مولانا اس مسودہ کو نقل کر کے لائے تو اس لفظ کی جگہ بیاض میں چھوڑ دی۔ صحیح بھی نہیں لکھا (کیونکہ یہ تو پیر کی اصطلاح ہوئی۔ اور غلط بھی نہیں کیونکہ یہ کتمان علم تھا) اور کہ اس جگہ پڑھا نہیں گیا اور غرض یہ تھی کہ دیکھ کر غلطی درست کر دیں مگر کس عنوان سے کہا۔ یہ نہیں کہا کہ غلطی ہوگئی ہے۔ (کمالات اشرفیہ)

کتاب حدیث کا ادب نہ کرنے پر حضرت حکیم الامت کا اظہارِ افسوس

میں نے ایک مقام پر بچشم خود دیکھا ہے ایک صاحب نے ایک حدیث ڈھونڈنے کے لئے موطا امام مالکؒ کا نسخہ المماری میں سے نکالا۔ اور اس کو کھڑے کھڑے فرش پر زور سے پٹک دیا۔ اہل مجلس میں سے ایک شخص نے کہا کہ میاں حدیث کی یہ بے ادبی؟ تو وہ جواب میں فرماتے ہیں۔ کہ میں نے بے ادبی کیا کی ہے اس کی گرد جھاڑی ہے۔ جب قیامت میں ان کی گرد جھڑے گی تب حقیقت معلوم ہوگی۔ سو یہ اس خشک دماغی کا اضلال ہے عمل واجب میں۔ **اللّٰھم احفظنا و لنعم ما قیل ۔**

از خدا خواہیم توفیق ادب	بے ادب محروم ماند از فضل رب
بے ادب تنہا نہ خودرا داشت بد	بلکہ آتش درہمہ آفاق زد
از ادب پرنور گشت ست ایں فلک	از ادب معصوم و پاک آمد ملک
بذر گستاخی کسوف آفتاب	خوشہ عزازیلے زجراء ردباب

یعنی ہم اللہ تعالیٰ سے ادب کی توفیق طلب کرتے ہیں۔ اس لئے کہ بے ادب اللہ تعالیٰ کے فضل سے محروم ہوتا ہے۔ بے ادب نے تنہا اپنے آپ کو ذلیل نہیں کیا بلکہ ساری دنیا میں آگ لگا دی۔ ادب کی وجہ سے آسمان پُر نور ہو گیا ہے اور فرشتے ادب کی وجہ سے معصوم اور پاک ہو گئے ہیں۔ آفتاب کا کسوف گستاخی کی وجہ سے ہو گیا۔ عزازیل بے ادبی کی وجہ سے راندۂ درگاہ ہو گیا۔ (اصلاح انقلاب امت حصہ اوّل)

بے ادبی کے سبب ہاتھ شل ہونا

حدیث شریف میں ایک گستاخ کا قصہ آیا ہے کہ وہ بائیں ہاتھ سے کھاتا تھا۔ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ سے کھانے کو فرمایا۔ تو اس نے براہِ بے ادبی کہا کہ میں دائیں ہاتھ سے کھا نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کرے تو اس سے کھا ہی نہ سکے بس وہ فوراً شل ہو گیا۔ (اصلاح انقلاب امت ج ۱ صفحہ ۸۳)

حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قولی و فعلی ادب کی کچھ مثالیں

ایک بزرگ صحابیؓ سے کسی نے سوال کیا کہ۔ تم بڑے ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ بڑے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مگر عمر میری زیادہ ہے۔ کیا یہ قولی[1] ادب کا کافی نمونہ نہیں۔ اسی طرح حضراتِ صحابہ کرامؓ آپؐ کی طرف بے دھڑک دیکھتے تھے۔ اسی طرح ایک صحابیؓ کو معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمان ہاتھ میں لی تھی۔ چنانچہ تمام عمر انہوں نے کمان کو بلا وضو مس نہ کیا۔ (اصلاح انقلاب امت)

جناب رسول پاک کو خود حق سبحانہٗ نے ادب سکھایا

حسب تصریح حدیث۔ **علمنی ربی فاحسن تعلیمی و ادبنی ربی فاحسن تا دیبی**۔ یعنی میرے رب نے مجھے تعلیم دی اور میرے رب نے مجھے ادب سکھایا سو کیا اچھا ادب سکھایا۔ اس حدیث سے ادب کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔

ادب امتثالِ امر کا نام ہے

ایک مرتبہ میں حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت مولانا چارپائی کے پائیں کی طرف تھے مجھے سرہانے کی طرف بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ میں نے عذر کیا کہ حضرت سرہانے بیٹھنا بے ادبی ہے۔ فرمایا جب ہم

---

[1] اسی طرح سیدنا حضرت صدیق اکبرؓ کا فعلی ادب ملاحظہ ہو کہ۔ قبا میں قیام کے وقت لوگوں نے سیدنا حضرت صدیق اکبرؓ کو پیغمبر سمجھ کر مصافحہ کرنا شروع کیا۔ تو آپؓ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی راحت رسانی کی خاطر سب سے مصافحہ گوارا فرمالیا مگر زبان سے کچھ نہ فرمایا۔ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس پر دھوپ آ گئی۔ اس وقت چادر تان کر کھڑے ہو گئے۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا۔ اسی طرح غار ثور میں اپنے آپ کو ڈسوالیا مگر اف تک نہ کی کہ کہیں آپؐ کے آرام میں خلل پڑے۔

خود کہتے ہیں تو اب بے ادبی نہیں۔ چنانچہ پھر میں نے انکار نہ کیا۔

اسی طرح عالمگیر اور داراشکوہ کا قصہ ہے کہ دونوں تاج وتخت کی جنگ کے زمانے میں ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ داراشکوہ پہلے حاضر ہوئے ان بزرگ نے شاہزادے کی خاطر اپنی مسند چھوڑ دی۔ اور فرمایا شاہزادے یہاں بیٹھو! داراشکوہ نے تواضعاً انکار کیا۔ انہوں نے دوبارہ فرمایا پھر بھی عذر کیا کہ میری کیا مجال کہ بزرگوں کی جگہ اپنا قدم رکھوں۔ فرمایا بہت اچھا اور خود اپنی مسند پر بیٹھ گئے۔

چلتے ہوئے داراشکوہ نے بادشاہت میں کامیابی کیلئے دعا کی درخواست کی تو فرمایا شاہزادے، ہم تو تم کو گدی پر بٹھا رہے تھے مگر افسوس تم نے اس کو رد کر دیا۔ داراشکوہ کو اپنی غلطی کا بڑا رنج ہوا۔

ان کے بعد عالمگیر بھی حاضر خدمت ہوئے۔ بزرگ نے ان کے واسطے بھی مسند چھوڑ دی۔ اول تو انہوں نے بھی عذر کیا مگر جب انہوں نے دوبارہ کہا تو چونکہ صاحب علم تھے۔ اس لئے **الامر فوق الادب** کہہ کر امتثال امر کیا اور مسند پر جاکر بیٹھے۔ چلتے ہوئے انہوں نے بھی تاج و تخت کی دعا کی درخواست کی تو فرمایا تخت تو آپ کو مل گیا۔ مبارک ہو۔ (آداب المصاب لتسلیۃ الاحباب)

دیکھو محض امتثالِ امر سے اورنگ زیب عالمگیرؒ کو تخت مل گیا۔ اس حکایت سے معلوم ہوا کہ جو مشائخ یا اساتذہ اپنے آنے کھڑے ہونے کے وقت منع کرتے ہیں تو اس وقت کھڑا نہ ہونا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ اس میں امتثالِ امر ہے۔

ادب کا مدار عرف پر ہے

مولانا محمد اسماعیل صاحب شہیدؒ نے ایک عالم کو بطور لطیفہ کے خاموش کر دیا تھا۔ چنانچہ آپ نے اس سے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص فرش پر بیٹھا ہو اور قرآن پاک کو رحل پر رکھے ہوئے پڑھ رہا ہو اور دوسرا پلنگ پر پیر لٹکائے بیٹھ جائے یہ جائز ہے یا نہیں؟ مولوی صاحب نے کہا کہ جائز نہیں۔ کیونکہ اس میں قرآن پاک کی بے ادبی ہے۔

مولانا اسمٰعیل صاحبؒ نے کہا کہ اگر قرآن کے سامنے کوئی کھڑا ہو جائے تو یہ کیسا ہے؟ مولوی صاحب نے کہا یہ جائز ہے۔ مولاناؒ نے فرمایا دونوں صورتوں میں فرق کیا ہے۔ چارپائی پر بیٹھنے میں اگر بے ادبی پیروں کی ہے تو پیر تو پلنگ پر بیٹھنے والے کے بھی نیچے ہیں۔ اور اگر بے ادبی سرین کے اونچے ہونے سے ہے تو سرین کھڑے ہونے والے کے بھی

اونچے ہیں۔ تو وہ مولوی صاحب حیران ہو کر خاموش ہو گئے۔ اگر فقیہ ہوتے تو کہہ دیتے کہ ادب کا مدار عرف پر ہے۔ اور عرف میں پہلی صورت کو بے ادبی اور دوسری صورت کو ادب شمار کیا جاتا ہے۔ (آداب المعاب لتسلیۃ الاحباب)

ظاہری آداب سے باطنی آداب پیدا ہوتے ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کھانے پینے اور بیٹھنے اٹھنے وغیرہ کے آداب بیان فرمائے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ ظاہری آداب سے باطنی آداب پیدا ہوتے ہیں۔ اگر ظاہری ہیئت پر رعونت وتکبر برستا ہے تو دل تک بھی اس کا چھینٹا ضرور پہنچے گا۔ اور اگر ظاہری حالت منکسرانہ ہے تو دل میں انکسار اور خشوع کے آثار نمایاں ہوں گے۔ (ضرورت التوبہ ص ۲۰)

اس لئے چند آداب لکھے جاتے ہیں۔ بشرطِ زندگی وفرصت انشاء اللہ اس میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ خداوند قدوس سب مسلمانوں کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ **اللھم وفقنا لما تحب و ترضیٰ من القول و العمل و الفعل و النیة و الھدی انک علی کل شیء قدیر۔ امین۔**

حق سبحانہٗ تعالیٰ کا ادب سب سے زیادہ ضروری ہے

حق سبحانہٗ تعالےٰ کی ذات وصفات کے متعلق موافق قرآن وحدیث کے اپنا اعتقاد رکھے۔ عقائد واعمال اور معاملات واخلاق میں جو ان کی مرضی کے موافق ہو اختیار کرے اور جو ان کے نزدیک ناپسندیدہ ہو اس کو ترک کرے۔ اللہ تعالےٰ کی رضا ومحبت کو سب کی رضا ومحبت پر مقدم رکھے اور جس سے محبت یا بغض رکھے یا کسی کے ساتھ احسان یا دریغ کرے سب اللہ کے واسطے کرے۔ (حقوق الاسلام صفحہ ۷)

مقصد یہ ہے کہ حق سبحانہٗ کی رضا کی خاطر کسی کی پرواہ نہ کرے۔ جو بالکل اس کا مصداق ہے۔

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد　　　فدائے یک تن بیگانہ کا شنا باشد

حق سبحانہٗ کی شان میں موہم الفاظ کا استعمال خلافِ ادب ہے

جس بات سے اللہ تعالےٰ منزہ ہیں اور اس کا ثبوت حقیقتاً اللہ تعالےٰ کے لئے محال

اور خلافِ شان ہے۔ مثلاً ان کی ابنیت وغیرہ کا (دعویٰ) اس کے ایہام سے بھی بچنا واجب ولازم ہے۔ کیونکہ موہم الفاظ کا استعمال کرنا خلافِ ادب ہے۔ (آداب المصاب لتسلیۃ الاحباب)

حق سبحانہ کی شان میں صیغۂ واحد کا اِستعمال خلافِ ادب نہیں

کیونکہ عرف ہو گیا ہے اور عرف میں اللہ تعالیٰ کے لئے غالباً صیغۂ واحد اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ اس میں توحید کی زیادہ دلالت ہے۔ مگر مجھے اپنے استاذ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے صیغۂ جمع کے استعمال کی عادت ہو گئی ہے کیونکہ مولانا ہمیشہ یوں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتے ہیں۔ (آداب المصاب لتسلیۃ الاحباب)

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ جب آپ کا اسم مبارک کسی سے سنے تو درود شریف پڑھے ورنہ زبان سے صلی اللہ علیہ وسلم ضرور کہے۔ اسی طرح آپ کا نام نامی اِسمِ گرامی[1] لکھتے وقت صلی اللہ علیہ وسلم پورا ضرور لکھے صرف صلعم یا ؐ پر اکتفاء نہ کرے۔ آج کل اِس میں بڑی کوتاہی سے کام لیا جارہا ہے۔ کم از کم صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے یا کہنے میں کیا دیر لگتی ہے مگر اس کے سبب حق شانہٗ کی دس رحمتوں کا مستحق بن جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ آپ کی عظمت ومحبت کو دل میں جگہ دے اس کی برکت سے اتباعِ سنت بالکل آسان معلوم ہوگا۔ اور احکامِ شریعت میں اعتراضات اور دل میں شبہات پیدا نہ ہوں گے۔ کیونکہ جس کی عظمت (مثلاً گورنمنٹ کی) دل میں ہوتی ہے اس کے احکام میں اعتراض نہیں پیدا ہوتے۔

---

[1] اہل ادب کے طریق میں یہ بھی ہے کہ جب آپ کے نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاٹنے کی ضرورت ہو تو بجائے کاٹنے کے دائرہ لگا دیتے ہیں۔ (الکلام الحسن)

آدابِ زیارت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر وادب واجب ہے۔ حضرت امام مالکؒ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام وفات کے بعد بھی وہی ہے جو حالت حیات میں تھا اس لئے روضۂ اقدسؐ کے پاس بلند آواز سے بولنا منع ہے۔ (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب)

وفاء الوفاء میں علامہ سمہودیؒ ایک مستقل فصل فی آداب الزیارت والمجاورت میں یوں ''رقم طراز ہیں''۔ اور آدابِ زیارت میں ہے کہ دیوار کو ہاتھ لگانے، بوسہ دینے اس کا طواف کرنے اور اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے اجتناب کرے''۔

علامہ نوویؒ نے کہا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کا طواف جائز نہیں۔ اور قبر اقدس کے ساتھ پیٹ اور پیٹھ کا مس کرنا مکروہ ہے۔ حلیمیؒ وغیرہ نے کہا ہے کہ قبر اقدس کی دیوار کو ہاتھ لگانا اور بوسہ دینا مکروہ ہے۔ بلکہ ادب یہ ہے کہ اس سے دور رہے جیسا کہ آپ کی حیات مقدسہ میں آپ سے دور رہتا۔ اور یہی صواب وصحیح ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اقدس پر ہاتھ رکھتے دیکھا تو اس سے روکا اور فرمایا کہ ہم عہدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس فعل کو اچھا نہ جانتے تھے۔''

حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ادب

حضراتِ صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا ادب واحترام از حد ضروری ہے۔ کیونکہ ان کے توسط سے ہی ہم تک دین پہنچا ہے اس لئے ان کی محبت کو اپنے دل میں جگہ دے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ''جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کے ساتھ ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کے ساتھ ان سے بغض رکھا۔ اور جس نے ان کو ایذاء پہنچائی اس نے مجھے ایذاء پہنچائی۔ اور جس نے مجھے ایذاء پہنچائی اس نے اللہ تعالےٰ کو ایذاء پہنچائی۔ اور جو اللہ کو ایذاء پہنچانا چاہے تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو

عذاب میں پکڑ لے۔'' (جمع الفوائد ج ۲ صفحہ ۴۹۱)

مشاجرات صحابہؓ میں کسی صحابیؓ کی شان میں کوئی کلمہ خلاف ادب نہ نکالے بلکہ ان سے حسن ظن رکھے۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے اس قول کو ہمیشہ نظر میں رکھے کہ۔ یہ ایسے خون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا ہے اس لئے چاہئے کہ ہم اپنی زبانوں کو بھی پاک رکھیں (اور برا کہہ کر گندہ نہ کریں)''۔ ہر صحابی کا نام لینے سے پہلے لفظ ''حضرت'' ضرور پڑھنا اور لکھنا چاہئے۔ اور نام کے بعد ''رضی اللہ عنہ'' اور صحابیہ کے نام کے بعد ''رضی اللہ عنہا'' پورا پڑھنا اور لکھنا چاہئے۔ صرف ''رضؓ'' لکھنے پر اکتفا نہ کرے۔ آج کل اسی میں بڑا تساہل سے کام لیا جا رہا ہے۔

حضرات اہل بیت کا ادب

حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح حضرات اہل بیت کا بھی ادب کرنا چاہئے۔ جتنے آداب حضرات صحابہ کرامؓ کے بیان ہوئے ہیں حضرات اہل بیت کے بھی یہی آداب ملحوظ نظر رکھنا چاہئے اور دل میں ان سے محبت وعظمت رکھے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی محبت کو اپنی محبت فرمایا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھو (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صفحہ ۲۲۸)

قرآنِ مجید کا ادب

قرآن مجید کا بہت ہی ادب کرنا چاہئے۔

۱۔ اس کی طرف پاؤں نہ کرو۔ ۲۔ اس کی طرف پیٹھ نہ کرو۔

۳۔ اس سے اونچی جگہ پر مت بیٹھو۔ ۴۔ اسکو زمین یا فرش پر مت رکھو بلکہ رحل یا تکیہ پر رکھو۔

۵۔ اگر وہ پھٹ جائے تو کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر یا پاک جگہ جہاں پاؤں نہ پڑے دفن کر دو[1]۔ (حیٰوۃ المسلمین صفحہ ۱۱۶)

اوراق قرآن کہنہ جو نا قابلِ تلاوت ہو جاویں ان کو پاک پارچہ میں باندھ کر قبرستان

---

[1] حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا ارشاد ہے۔'' قرآن مجید کو پاک جگہ دفن کیا جائے مگر اس پر بغیر کسی حائل کے مٹی نہ ڈالی جائے بلکہ جس طرح میت کی قبر میں تختے یا پتھر کی سلیں وغیرہ رکھ کر اس پر مٹی ڈالی جاتی ہے۔ قرآن مجید کی تدفین میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا جائے۔ کیوں کہ اس صورت میں ادب واحترام اور اعزاز واکرام زیادہ ہے۔

کے کسی محفوظ جگہ میں دفن کر دینا مناسب ہے۔اوراق کی تمزیق (چیرنا پھاڑنا) خلافِ ادب واحترام ہے۔ (کمالاتِ اشرفیہ صفحہ ۲۱۶)

۶۔قرآن پاک کا ضروری ادب یہ ہے کہ اس کو بلا وضو ہاتھ نہ لگایا جائے۔ چنانچہ ارشاد ہے **لایمسه الا المطهرون۔**

۷۔بعض لوگ قرآن مجید سے بچوں کے نام نکلواتے ہیں۔اور بعض اس سے فال نکالتے ہیں۔یہ دونوں کام خلافِ ادب ہیں۔قرآن پاک اس مقصد کے لئے نازل نہیں ہوا۔تفصیل کے لئے دیکھئے (اصلاح انقلاب امت ج ۱)

۸۔قرآن مجید کے آداب میں یہ بھی ہے کہ اس موجودگی میں ہمبستری نہ کرے۔اور اگر ایسا کرنا چاہے تو قرآن مجید کو ڈھانپ لے۔ چنانچہ تفسیر روح المعانی میں ہے **وان لا یجامع بحضرته فان اراد ستره**۔

آداب تلاوت

آداب تلاوت بہت ہیں مگر طریق ذیل سب کا جامع ہے۔

۱۔جب قرآن پڑھنے کا ارادہ کرے۔وضو کرکے روبقبلہ اگر سہل ہو ورنہ جیسے موقع ہو خشوع کے ساتھ بیٹھے۔

۲۔یہ تصور کرے کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے فرمائش کی ہے کہ قرآن پڑھ کر سناؤ۔

۳۔یہ تصور کرے کہ اگر کوئی مخلوق مجھ سے ایسی فرمائشیں کرتی تو میں کیسا پڑھتا۔تو خدا تعالیٰ کی فرمائش کی تو زیادہ رعایت چاہئے۔اوراس کے بعد تلاوت شروع کرے۔

(اصلاح انقلاب امت ج ۱ صفحہ ۵۳)

بعض لوگ گا گا کر پڑھتے ہیں۔اور بعض نے ایک اور طریق اختراع کیا ہے کہ ایک قاری ایک آیت پڑھتا ہے۔دوسرا اس سے اگلی آیت اور تیسرا اس سے اگلی۔واضح ہو کہ یہ سب ادب قرآن کا ضائع کرنا ہے۔اس میں تغنی مذموم اور قطع کلمات واختلالِ نظم یہ مفاسد علیحدہ رہے۔(اصلاح انقلاب امت ج ۱ صفحہ ۵۲)

آدابِ مسجد

۱۔ مسجد میں نماز باجماعت کا اہتمام کرے۔
۲۔ مسجد کی تعمیر و مرمت میں حرام مال نہ لگانا۔
۳۔ مسجد میں جھاڑو دینا۔ اور کوڑا کباڑ باہر نکالنا۔
۴۔ جمعہ کے دن مسجد میں دھونی دینا۔
۵۔ مسجد میں دنیا کی باتیں نہ کرنا۔
۶۔ مسجد کا باطنی ادب یہ ہے کہ وہاں دنیا کے کام نہ کرے (باہر کھوئی ہوئی چیز کو مسجد میں تلاش نہ کرے۔
۷۔ چکر سے بچنے کے لئے مسجد کو راستہ نہ بنانا۔
۸۔ مسجد میں کچا لہسن، پیاز وغیرہ کھا کر نہ جانا۔
۹۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں اندر رکھنا اور یہ دعا پڑھنا۔
اللهم افتح لی ابواب رحمتک۔
۱۰۔ مسجد میں داخل ہونے کے بعد دو رکعت نفل تحیۃ المسجد پڑھنا۔
۱۱۔ مسجد میں زیادہ نوافل۔ ذکر اور تلاوت وغیرہ میں مشغول رہنا۔
دلائل آیات قرآنی و احادیث نبویہ کے لئے دیکھئے۔ (حیٰوۃ المسلمین صفحہ ۱۹۷-۲۰۷)

آدابِ ذکر

۱۔ حرام غذا۔ لباس وکسب سے بچے۔
۲۔ نیت خالص رکھے یعنی نمائش وغیرہ نہ ہو۔
۳۔ پاک صاف ہو خود بھی، لباس بھی اور مکان بھی۔
۴۔ وضو کرے۔ ۵۔ قبلہ رو بیٹھے۔
۶۔ قلب اور جوارح میں حتی الامکان خشوع و خضوع پیدا کرے۔
۷۔ امید غالب قبولیت کی رکھے۔ (اوراد رحمانی)

آدابِ دعاء

جوذکر کے آداب ہیں وہی دعا کے بھی آداب ہیں۔مع ان زائد آداب کے۔

۱۔ناشروع مطلوب کے لئے دعاء نہ کرے۔

۲۔ایک دعا کم ازکم تین بار کرے۔

۳۔اگرظاہراً قبول میں توقف ہوجائے تو تنگ آکر دعا کرنا نہ چھوڑے (ادراد رحمانی)

۴۔دعا کے اول وآخر ضرور درود شریف پڑھے۔اس کی برکت سے انشاء اللہ دعا ضرور قبول ہوگی۔ (زادالسعید)

استفتاء کے آداب

۱۔سوال کی عبارت اور خط بہت صاف ہو۔

۲۔حتی الامکان فضول اور غیر متعلق باتیں اس میں نہ لکھیں۔

۳۔اپنا پتہ اور نام صاف لکھیں۔ بلکہ جوابی لفافہ پر اپنا مکمل پتہ تحریر کرکے اندر رکھیں۔ بلکہ اگر سوال دستی بھی بھیجیں تب بھی جوابی لفافہ ضرور ہو۔شاید اس وقت مسئلہ کا فوراً جواب نہ لکھا جائے تو بعد میں ڈاک سے بھیج دیا جائے۔

۴۔استفتاء کے لئے ہمیشہ لفافہ استعمال کریں کارڈ نہ بھیجا کریں۔

(اصلاح انقلاب امت ج ا صفحہ ۳۲)

امام مقرر کرنے کے آداب

اس کا بھی التزام رکھیں کہ جب کسی مسجد میں امام مقرر کریں کسی ماہر کو اس کی متعدد سورتیں سنوادی جائیں۔اگر وہ صحت کی تصدیق کردیں تو بہتر ورنہ کسی ماہر کو تلاش کریں۔ اگرارزاں نہ ملے گراں لاویں۔کیسی ظلم کی بات ہے کہ ہر دنیوی کام کے لئے ذی ہنر اور ذی لیاقت آدمی کو ڈھونڈا جاتا ہے۔حتیٰ کہ لوہار،معمار اور گانے بجانے والے تک۔مگر امامت کے لئے اس کو منتخب کرتے ہیں جو کسی مصرف کا نہ رہے۔(اصلاح انقلاب امت ج ا)

اسی طرح امام مقرر کرتے وقت اس کی ظاہری حالت اتباع سنت وغیرہ اور اخلاق معلوم کرنا بھی ضروری ہے ورنہ بعد میں سب امام بدنامی کا باعث بنتے ہیں۔

آدابِ مجلس

جب مجلس جمی ہو اور گفتگو ہو رہی ہو تو سلام اور مصافحہ نہیں کرنا چاہئے بعض لوگ اسلام علیکم کہہ کر لٹھ مار دیتے ہیں اور پھر ایک طرف سے مصافحہ شروع کر دیتے ہیں۔ جس سے گفتگو کا سارا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے اور تمام مجمع پریشان ہو جاتا ہے یہ مجلس کے آداب کے خلاف ہے۔ (ملفوظات کمالات اشرفیہ)

اسی طرح مجلس کے آداب میں یہ بھی ہے کہ جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے دوسروں کو پریشان نہ کرے اور صدر مجلس اٹھ جانے یا کھڑے ہونے کا حکم دے تو تعمیل کرے۔

اسی طرح بعض لوگ مجلس میں بزرگوں کے پوچھنے پر جواب نہیں دیتے یہ سخت بے ادبی ہے۔ اسی طرح دیر سے جواب دیکر انتظار کی تکلیف پہنچانا بھی بے ادبی ہے۔ (کمالات اشرفیہ صفحہ۴۱)

مجلس میں ناک بھوں چڑھا کر نہ بیٹھو۔ حاضرین سے ہنستے بولتے رہو البتہ خلافِ شرع کسی بات میں شریک نہ ہو۔

آدابِ معلم

حدیث میں ہے و تواضعوا لمن تعلمون منه۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

"یعنی جس سے تم علم سیکھتے ہو اس کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ"۔ اس لئے استاد کا توقیر و احترام واجب ہے۔ اس کے ساتھ گفتگو میں آداب ملحوظ رکھے۔ اس کی خدمت میں بلا اذن نہ جاوے۔ اس کی تقریر کو بالکل خاموشی اور توجہ سے سنے اور اگر استاد کسی بات پر ناراض ہو جائے تو اسے خوش کرے............ (دلائل کے لئے دیکھو حقوق المعلم والمتعلم ص۱۳ تا ۲۷)

استاد کا حق پیر سے مقدم ہے۔ میں نے طلباء دیوبند سے کہا تھا کہ استاد کا ادب کرو اس سے فائدہ ہوتا ہے۔ پھر میں نے خود اس پر شبہ کیا کہ اگر تم کہو ہم حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ادب کرتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ استاد ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ بزرگ ہونے کی وجہ سے۔ ورنہ استاد تو اور بھی ہیں۔ اور بزرگوں کا ادب اس واسطے کرتے ہیں کہ ان کے ناراض ہونے سے نقصان ہوگا۔ میں نے اصلاح القلوب میں ثابت

کیا ہے کہ والدین کا حق سب سے مقدم ہے۔ بعد میں استاد اور پیر کا۔ مگر لوگ برعکس کرتے ہیں۔ سب سے اول پیر کا حق جانتے ہیں اس کے بعد استاد اور باپ تو نرا باپ ہے۔ (الکلام الحسن)

والدین کے آداب

والدین کے آداب یہ ہیں۔

۱۔ ان کو ایذاء نہ پہنچائے اگرچہ ان کی طرف سے کوئی زیادتی ہو۔

۲۔ **قولاً و فعلاً** ان کی تعظیم کرے۔

۳۔ مشروع امور میں ان کی اطاعت کرے۔

۴۔ اگر انکو حاجت ہو تو مال سے انکی خدمت کرے۔ اگرچہ وہ دونوں کافر ہوں۔ (حقوق الاسلام)

قرآن پاک میں ہے **فلا تقل لھما اف** یعنی ان کو اف تک نہ کہو۔ حقیقت اس نہی کی ایذائے والدین سے منع کرنا ہے۔ پس جہاں تافیف موجب ایذاء ہو وہاں حرام ہے۔ اور اگر تافیف موجب ایذاء نہ ہو تو حرام نہیں۔ مثلاً کسی قوم کے عرف میں کوئی لفظ موجب ایذا ہے وہاں وہ تلفظ حرام ہوگا۔ دوسری قوم کے نزدیک وہ لفظ موجب ایذاء نہیں وہاں وہی لفظ حرام نہ ہوگا۔ کیوں کہ حکم کا مدار ایذاء پر ہے۔ (آداب المصاب لتسلیۃ الاحباب)

غیر مشروع امور میں والدین کی اطاعت لازم نہیں۔ احکامِ شریعت کے خلاف اگر والدین کوئی کام کہیں تو اس میں ان کی اطاعت لازم نہیں۔ مثلاً والدین مشتبہ مال کھانے کو کہیں تو کھانا واجب نہیں۔ بلکہ اس کے خلاف ضروری ہے۔ کیونکہ **لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق**۔ (بخاری) کہ خدا کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت ضروری نہیں۔

(تفصیل کے لئے دیکھو اذا لتہ الرمین عن حقوق الوالدین)

کھانے کے آداب

۱۔ کھانے کے قبل اور بعد بھی ہاتھ دھوؤ اور کلی کرو۔

۲۔ کھانا سب مِل کر کھاؤ اس سے برکت ہوتی ہے۔

۳۔ کھانا چھوڑ کر دسترخوان سے اٹھنا خلاف ہے[1]۔

---

[1] یعنی کھانا کھا کر اپنے اٹھنے سے پہلے دسترخوان اٹھوانا چاہئے۔

ادب ہے۔ اگر دوسرے ساتھی کھا رہے ہوں تو آہستہ آہستہ ان کا ساتھ دو۔
۴۔ کھانا تواضع کے ساتھ بیٹھ کر کھاؤ متکبروں کی طرح تکیہ لگا کر مت کھاؤ۔
۵۔ اگر ہاتھ سے لقمہ چھوٹ کر گر جائے تو اس کو اٹھا کر صاف کر کے کھالو۔ تکبر مت کرو۔ یہ سرکاری نعمت ہے۔ ہر شخص کو نصیب نہیں ہوتی۔
۶۔ بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرو۔ اور داہنے ہاتھ سے کھاؤ۔ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ البتہ اگر برتن میں کھانے کی چیز کئی قسم کی ہے۔ مثلاً کئی طرح کا پھل میوہ۔ شیرینی تو اس وقت جس طرف سے چاہو اٹھالو۔
۷۔ اگر برتن میں سالن رہ جائے تو اس کو صاف کرلو اس سے برکت ہوتی ہے۔
۸۔ جس چیز میں سب انگلیاں نہ لگانی پڑیں اس کو تین انگلیوں سے کھاؤ اور انگلیاں چاٹ لیا کرو۔
۹۔ بہت جلتا مت کھایا کرو۔ اس سے نقصان ہوتا ہے۔
۱۰۔ کھانا کھانے اور پانی پینے کے بعد اپنے مولیٰ کا شکر کرو۔
الحمد لله الذی اطعمنی و سقانی و جعلنی من المسلمین کہنا مسنون ہے اگر اتنا یاد نہ کر سکے تو **الحمد لله** تو ضرور کہہ لیا کرو۔ (تعلیم الدین صفحہ ۸۱ تا ۸۳)

پانی پینے کے آداب

۱۔ پانی پینے سے پہلے بسم اللہ اور پینے کے بعد الحمد للہ کہو۔
۲۔ پانی ایک سانس میں مت پیو۔ تین سانس میں پیو۔ اور سانس لینے کے وقت برتن منہ سے جدا کرلو۔
۳۔ مشک سے منہ لگا کر پانی مت پیو۔ اسی طرح جو برتن ایسا ہو جس سے دفعتہً زیادہ پانی آنے کا احتمال ہو یا یہ اندیشہ ہو کہ اس میں سے کوئی سانپ، بچھو نہ آجائے اس میں سے پانی مت پیو۔
۴۔ بلا ضرورت کھڑے ہو کر پانی مت پیو۔ پانی اگر دوسروں کو پلاتا ہو تو داہنے والوں کو پہلے دو۔ اس طرح دور ختم ہونا چاہئے۔
۵۔ چاندی اور سونے کے برتن میں کھانا پینا حرام ہے۔ (تعلیم الدین)

میز بان کے آداب

۱۔مہمان کے آتے ہی خندہ پیشانی سے ملو۔

۲۔اس کے آنے کے بعد اس کو ٹھہرانے کا انتظام کرو۔

۳۔اچھے طعام سے اس کی تواضع کرو۔

۴۔اس کی راحت کا خیال رکھو۔ مہمان کو پیشاب پاخانے کی جگہ دکھلا دینا چاہئے تا کہ اچانک ضرورت ہونے پر اس کو تکلیف نہ ہو۔

۵۔مہمان کے رخصت ہوتے وقت اس کو گھر کے دروازے تک پہنچانا چاہئے۔

۶۔کھانے پینے کی چیز اس کے پاس لے جاتے وقت ڈھانپ کر لے جانا چاہئے۔

مہمان کے آداب

۱۔مہمان کو چاہئے کہ اگر مرچ کم کھانے کا عادی ہو یا پرہیزی کھانا کھاتا ہو تو پہنچتے ہی میز بان کو اطلاع کردے۔ دستر خوان پر کھانا آنے کے بعد نخرے کرنا خلاف ادب ہے۔ (مجالس حکیم الامت)

۲۔میز بان سے کسی ایسی چیز کی فرمائش نہ کرے جس کو پورا کرنا مشکل ہو۔

۳۔مہمان کو چاہئے کہ اگر پیٹ بھر جائے تو تھوڑا سا سالن روٹی دستر خوان پر ضرور چھوڑ دے تا کہ گھر والوں کو شبہ نہ ہو کہ مہمان کو کھانا کم ہو گیا ہے۔ اس سے وہ شرمندہ ہوتے ہیں۔ (آداب المعاشرت ص ۲۸)

سونے کے آداب

۱۔شام کے وقت بچوں کو باہر مت نکلنے دو اور شب کو بسم اللہ کہہ کر دروازے بند کردو۔ برتنوں کو ڈھانک دو۔ اور سوتے وقت چراغ گل کردو۔

۲۔سونے سے پہلے **اللھم باسمک اموت واحییٰ**۔ پڑھنا مسنون ہے۔

۳۔بیدار ہونے کے بعد **الحمد للہ الذی احیانی بعد ما اماتنی والیہ النشور**۔ پڑھنا مسنون ہے۔

۴۔سوتے وقت آگ وغیرہ اچھی طرح دبا دینا چاہئے۔ (تعلیم الدین)

لباس کے آداب

۱۔کپڑا داہنی طرف سے پہننا شروع کرو۔ مثلاً داہنی آستین پہلے پہنو۔

۲-اپنی وضع چھوڑ کر دوسری قوموں کی وضع و پوشش مت اختیار کرو۔

۳- کپڑا پہن کر اپنے مولےٰ کا شکرادا کرو۔ نیا کپڑا پہننے کے بعد **الحمد لله الذی کسانی هذا ورزقنیه من غیر حول منی ولاقوة**۔ بطور شکر یہ پڑھنے سے گناہوں سے مغفرت بھی ہو جاتی ہے۔

۴-ایک جوتا پہن کر چلنا خلاف ادب ہے۔

۵-مردوں کو ٹخنوں سے نیچے کرتا یا پائجامہ یا لنگی پہننا ممنوع ہے اور جان بوجھ کر لٹکانا گناہ ہے۔

۶- جوتا پہننے میں اگر ہاتھ سے کام لینا پڑے تو کھڑے ہو کر مت پہنو۔

۷- جوتا پہنتے وقت پہلے دائیں پاؤں میں اور پھر بائیں پاؤں میں اور اتارنے میں پہلے بائیں پاؤں میں سے اتارو پھر دائیں پاؤں سے۔

۸-مردوں کو عورتوں کا لباس اور عورتوں کو مردوں کا لباس پہننا اور شکل بنانا حرام ہے۔

۹- مرد کو سونے کی انگوٹھی پہننا حرام ہے مگر چاندی کی انگوٹھی میں مضائقہ نہیں جبکہ ساڑھے چار ماشے سے کم ہو۔

۱۰-عورت کو باریک کپڑا پہننا گویا ننگا پھرنا ہے۔ (تعلیم الدین)

عیادت کے آداب

۱- جب کسی مریض کے پاس جاؤ تو اسے تسلی دو کہ انشاء اللہ مرض جاتا رہے گا اور ایسی بات نہ کرو جس سے اس کا دل ٹوٹے۔

۲-عیادت کی سنت یہ ہے کہ مریض کے پاس اتنی دیر نہ بیٹھے جس سے اس کو یا اس کے گھر والوں کو پریشانی ہو۔ ''مشکوٰۃ میں حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ افضل ترین عیادت یہ ہے کہ بیمار پرسی کرنے والا جلدی اٹھ کر چلا جائے''۔

(تراشے از حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ مدیر ماہنامہ البلاغ کراچی رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ)

مسلمان بھائی کا عیب ظاہر کرنے کے آداب

ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے **المؤمن مرأة المومن**. یعنی مومن آئینہ ہے مومن کا''۔ اور عسکری کی بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں کہ تم میں ہر شخص اپنے بھائی کا آئینہ ہے۔

سو جب اس میں کوئی بات (عیب کی) دیکھے تو اس کو آئینہ کی طرح دور کر دے۔"

فائدہ:۔اس میں اپنے بھائی کے عیب پر مطلع ہونے کا ادب (بتلایا گیا) ہے کہ صاحب عیب کو تو بتلا دے اور کسی پر ظاہر نہ کرے (جیسے آئینہ کی یہی شان ہے) (التشرف بمعرفت احادیث تصوف)

قسم کے آداب

۱-غیر اللہ کی قسم نہ کھائے ۲-اللہ کی قسم کھائے تو سچ کھائے۔

۳-زیادہ قسم نہ کھائے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے نام کی بے حرمتی ہے۔

۴-اگر شرع کے موافق کسی امر پر قسم کھائی ہے تو اسے پورا کرے اور اگر خلاف شرع مثلاً کسی گناہ یا کسی پر ظلم یا حق تلف کرنے کی قسم کھائی ہے تو اسے توڑ ڈالے اور اپنی قسم کا کفارہ دے۔

۵-کسی کا حق مارنے کے واسطے پھیر اور پیچ کی قسم نہ کھائے۔ (تفصیل کیلئے دیکھو "فروع الایمان")

آداب خط و کتابت

۱-سنت خط کی یہ ہے کہ اول اپنا نام لکھے پھر مکتوب الیہ کا خواہ مکتوب الیہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ اور مسلم ہو یا کافر۔ اور اس میں عقلی مصلحت یہ ہے کہ آخر میں اپنا نام لکھنے سے بعض اوقات ذہول ہو جاتا ہے اور طبعی مصلحت یہ ہے کہ مکتوب الیہ کو پہلے سے معلوم ہو جائے کہ خط لکھنے والا کون ہے۔ (کشکول صفحہ ۳۲، ۳۴)

۲-خط کی عبارت اور مضمون اور خط بہت صاف ہو[1]۔

۳-ہر خط میں اپنا پورا پتہ لکھنا ضروری ہے مکتوب الیہ کے ذمہ نہیں ہے کہ اسکو حفظ یاد رکھا کرے۔

۴-اگر کسی خط میں پہلے کے کسی مضمون کا حوالہ دینا ہو تو پہلا خط بھی اس مضمون پر نشان بنا کر ہمراہ بھیجے تا کہ سوچنے میں تعب نہ ہو اور بعض اوقات یاد ہی نہیں آتا۔

۵-ایک خط میں اتنے سوالات نہ بھر دے کہ مجیب پر بار ہو۔ چار پانچ سوالات بھی بہت ہیں۔ بقیہ جواب آنے کے بعد پھر بھیج دے۔

۶-کثیر المشاغل مکتوب الیہ کو پیام وسلام پہنچانے سے معاف رکھے اسی طرح اپنے معظم کو بھی تکلیف نہ دے خود ان لوگوں کو براہ راست جو لکھنا ہو وہ لکھ دے اور جو کام مکتوب الیہ کے لئے مناسب نہ ہو اس کی فرمائش لکھنا تو اور بھی بدتمیزی ہے۔

---

[1] کیونکہ اگر خط صاف نہ لکھے گا تو مکتوب الیہ کو زحمت ہوگی اور کسی کو تکلیف ایذاء پہنچانا حرام ہے۔ (احقر قریشی غفرلہ)

۷- اپنے مطلب کے لئے بیرنگ خط نہ لکھے۔

۸- بیرنگ جواب بھی نہ منگوائے۔ بعض اوقات یہ شخص ڈاکیہ کو نہیں ملتا اور وہ اس خط کو واپس کر دیتا ہے تو بلا ضرورت مجیب پر تاوان پڑتا ہے۔

۹- جوابی رجسٹری بھیجنا خلاف تہذیب ہے۔ حفاظت میں تو غیر جوابی رجسٹری کے برابر ہوتی ہے پھر اتنی بات اس میں زیادہ ہے کہ مکتوب الیہ لے کر انکار نہیں کر سکتا سو ظاہر ہے کہ اپنے معظم کو بھیجنا' گویا اس کے یہ معنیٰ ہوئے کہ اس پر بھی جھوٹ بولنے کا شبہ کیا جاتا ہے سو کتنی بڑی بے ادبی ہے۔ (آداب المعاشرت)

۱۰- کسی کا خط جس کے تم مکتوب الیہ نہ ہو۔ مت دیکھو۔ نہ حاضرانہ جیسے بعض آدمی لکھتے ہیں اور وہ ساتھ ساتھ دیکھتے جاتے ہیں۔ اور نہ غائبانہ۔ (آداب المعاشرت)

آداب خواب

۱- اگر وحشت ناک خواب نظر آئے تو بائیں طرف تین بار تھتکار دو اور تین بار **اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم** پڑھو۔ اور جس کروٹ پر لیٹے ہو اس کو بدل ڈالو اور کسی سے ذکر مت کرو۔ انشاء اللہ کچھ ضرر نہ ہوگا۔

۲- اگر خواب کہنا ہو تو ایسے شخص سے کہو جو عاقل ہو یا دوست ہو تا کہ بری تعبیر نہ دے کیونکہ اکثر تعبیر کے موافق ہو جاتا ہے۔

۳- جھوٹا خواب کبھی مت بناؤ بہت بڑا گناہ ہے۔ (تعلیم الدین)

آداب طب

۱- دوا دارو کرنے کی اجازت بلکہ ترغیب دی گئی ہے۔

۲- مریض کو کھانے پینے پر زیادہ زبردستی نہ کرو۔

۳- حرام چیز کو دوا میں استعمال مت کرو۔

۴- خلاف شرع تعویذ گنڈہ ٹوٹکہ ہرگز استعمال مت کرو۔

۵- نظر بد اگر لگ جائے تو جس کی نظر لگنے کا احتمال ہو۔ اس کا منہ اور دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت اور دونوں پاؤں اور دونوں زانوں اور استنجا کا موضع دھلوا کر پانی جمع کر کے اس کے سر پر ڈال دو جس کی نظر لگی ہے۔ انشاء اللہ العزیز شفا ہو جائے گی۔

۶-حتی الامکان معدے کی اصلاح وحفاظت کا اہتمام کرو۔تمام بدن درست رہتا ہے اور اگر معدے میں بگاڑ ہوا تو تمام بدن میں بیماری ہوجاتی ہے۔

۷-جن بیماریوں سے لوگوں کونفرت ہوتی ہے جو شخص ان امراض میں مبتلا ہو اس کے لئے بہتر ہے کہ لوگوں سے علیحدہ رہے تاکہ ان کوتکلیف وایذاء نہ پہنچے۔

۸-بدشگونی وغیرہ کا ماننا ایک قسم کا شرک ہے۔

۹-نجوم ورمل اور ہمزاد کا عمل سب چیزیں ایمان کوتباہ کرنے والی ہیں۔(تعلیم الدین)

آداب سلام

۱-باہم سلام کیا کرو اس سے محبت بڑھتی ہے۔

۲-سلام میں جان پہچان والوں کی تخصیص مت کرو۔جو مسلمان مل جائے اس کوسلام کرو۔

۳-سوار کو چاہئے کہ پیادے کوسلام کرے۔اور چلنے والا بیٹھنے والے کو اور تھوڑے آدمی زیادہ آدمیوں کو۔اور کم عمر والا زیادہ عمر والے کو۔

۴-جو شخص ابتداء سلام کرتا ہے اس کو زیادہ ثواب ملتا ہے۔

۵-اگر کئی شخصوں میں سے ایک شخص سلام کرے سب کی طرف سے کافی ہے اسی طرح کئی شخصوں میں سے ایک شخص جواب دے۔بس کافی ہے۔(تعلیم الدین)

آداب مصافحہ ومعانقہ وقیام

۱-مصافحہ کرنے سے دل صاف ہوجاتا ہے۔اور گناہ معاف ہوتے ہیں۔

۲-محبت سے معانقہ کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔البتہ بشہوت حرام ہے۔

۳-کسی بزرگ یا معزز آدمی کے آنے کے وقت تعظیماً کھڑا ہونا مضائقہ نہیں۔مگر اس کے بیٹھنے سے بیٹھ جانا چاہئے۔یہ کفار کی مشابہت ہے کہ سردار بیٹھا رہے اور سب حشم و خدم دست بستہ کھڑے رہیں۔یہ تکبر کا شعبہ ہے البتہ جہاں زیادہ بے تکلفی ہو اور بار بار اٹھنے سے ان بزرگ کوتکلیف ہوتی ہو تو نہ اٹھے۔(تعلیم الدین)

بیٹھنے لیٹنے اور چلنے کے آداب

۱-ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر اس طرح لیٹنا جس سے بے پردگی ہو ممنوع ہے۔البتہ اگر بدن نہ کھلے تو مضائقہ نہیں ہے۔

۲-بن ٹھن کر اتراتے ہوئے مت چلو۔
۳۔ چارزانو بیٹھنا۔ اگر براہِ تکبر نہ ہو تو مضائقہ نہیں۔
۴۔ الٹے مت لیٹو۔
۵۔ ایسی چھت پر مت سوؤ جس میں آڑ نہ ہو۔ شاید لڑھک کر گر پڑو۔
٦۔ کچھ دھوپ اور کچھ سائے میں مت بیٹھو۔
۷۔ عورت اگر بہ ضرورت باہر نکلے تو سڑک کے کنارے کنارے چلے بیچ میں نہ چلے۔ (تعلیم الدین)

اجازت لینے کے آداب

۱۔ اگر کسی سے ملنے جاؤ تو بدوں اطلاع و اجازت اس کے مکان میں مت جاؤ۔ اگرچہ وہ مکان مردانہ ہو اور تین بار پکارنے سے اگر اجازت نہ ملے تو واپس چلے آؤ۔ اسی طرح اپنے گھر کے اندر بھی بے پکارے اور بے بلائے مت جاؤ شاید کوئی بے پردہ ہو۔ البتہ اگر کوئی شخص عام مجلس میں بیٹھا ہے تو اس کے پاس جانے کے لئے اجازت لینے کی حاجت نہیں۔

۲۔ اگر پکارنے کے وقت مکان والا پوچھے کہ کون ہے؟ تو یوں مت کہو کہ مَیں ہوں۔ بلکہ اپنا نام بتلاؤ (کہ مثلاً زید ہوں)۔ (تعلیم الدین)

شعر کہنے سننے کے آداب

۱۔ برا شعر کہنا تو برا ہی ہے۔ مباح اشعار میں بھی اس قدر مشغولی بری ہے کہ جس سے دین و دنیا کی ضروریات میں حرج ہونے لگے۔ اور اسی کی دھن ہو جائے۔

۲۔ جس طرح عورت کو احتیاط ضروری ہے کہ غیر مرد کے کان میں اس کی آواز نہ پڑے۔ اسی طرح مرد کو احتیاط واجب ہے کہ خوش آوازی سے غیر عورتوں کے روبرو اشعار وغیرہ پڑھنے سے اجتناب رکھے۔ کیونکہ عورتیں رقیق القلب ہوتی ہیں۔ ان کی خرابی کا اندیشہ ہے۔ (تعلیم الدین)

مزاح کے آداب

کسی کا دل خوش کرنے کے لئے خوش طبعی کرنا مضائقہ نہیں مگر اس میں دو امر کا لحاظ رکھو۔
(۱) جھوٹ نہ بولو۔ (۲) یہ کہ اس شخص کا دل آزردہ نہ کرو۔ یعنی اگر وہ برا مانتا ہے تو ہنسی مت کرو۔ (تعلیم الدین)

کسی کا انتظار کرنے کے آداب

۱۔ وظیفہ پڑھتے وقت خاص طور سے قریب بیٹھ کر انتظار کرنا قلب کو متعلق کر کے وظیفہ کو مخل کرتا ہے۔ البتہ اپنی جگہ بیٹھا رہے تو کچھ حرج نہیں۔ (آداب المعاشرت۔ صفحہ ۱۳)

۲۔ جب کسی کے انتظار میں بیٹھنا ہو۔ تو ایسے موقع پر اور اس طور سے مت بیٹھو کہ اس شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ تم اس کا انتظار کر رہے ہو۔ اس سے خواہ مخواہ اس کا دل مشوش ہو جاتا ہے اور اس کی یکسوئی میں خلل پڑتا ہے۔

(اس لئے) اس سے دور اور نگاہوں سے پوشیدہ ہو کر بیٹھو۔ (آداب المعاشرت)

ہدیہ دینے کے آداب

یہ ہدیہ کے وہ آداب ہیں جس کا لحاظ نہ رکھنے سے ہدیہ کا لطف اور اصلی غرض یعنی ازدیادِ محبت فوت ہو جاتی ہے۔

۱۔ جس کو ہدیہ دے پوشیدہ دے آگے اس کو مناسب ہے کہ ظاہر کر دے۔

۲۔ اگر ہدیہ غیر نقد ہو تو حتی الامکان مہدی الیہ (جس کو ہدیہ دیا جائے) کی رغبت کی تحقیق کرے۔ ایسی چیز دے جو اس کو مرغوب ہو۔

۳۔ ہدیہ دے کر یا ہدیہ سے پہلے اپنی کوئی غرض پیش نہ کرے۔ کہ مہدی الیہ کو شبہ خود غرضی کا ہوتا ہے۔

۴۔ مقدار ہدیہ کی اتنی زیادہ نہ ہو کہ مہدی الیہ کی طبیعت پر بار ہو۔ اور کم جتنا چاہے ہو۔ مضائقہ نہیں۔ اہل نظر کی نظر مقدار پر نہیں ہوتی خلوص پر ہوتی ہے اور زیادہ ہونے کی صورت میں واپسی کا احتمال ہو۔

۵۔ اگر مہدی الیہ کسی مصلحت سے واپس کرنے لگے تو وجہ واپسی کی تحقیق کر کے آئندہ اس کا خیال رکھے لیکن اس وقت اصرار نہ کرے۔ البتہ جو وجوہ بناء واپسی کی ہے اگر وہ وجہ واقعی نہ ہو تو اس کے عدم وقوع کی اطلاع فوراً کرنا بھی مضائقہ نہیں بلکہ مستحسن ہے۔

۶۔ جب تک مہدی الیہ پر اپنا خلوص ثابت نہ کر دے ہدیہ پیش نہ کرے۔

۷۔ حتی الامکان ریلوے پارسل کے ذریعہ ہدیہ نہ بھیجے کہ مہدی الیہ کو کئی طرح کا اس میں تعب ہے۔ (آداب المعاشرت)

۸۔ اگر مہدی الیہ سے کچھ فرمائش کرنا ہو تو ہدیہ نہ دے۔ اس میں مہدی الیہ کو یا ذلیل ہونا پڑتا ہے یا مجبور۔

آدابِ سفر

۱۔ جہاں تک ممکن ہو سفر تنہا مت کرو۔

۲۔ جب کام ہو چکے۔ جلدی اپنے ٹھکانے آجاؤ۔ خواہ مخواہ سفر میں بے آرام مت رہو۔

۳۔ شب کے سفر میں منزل جلدی کٹتی ہے۔

۴۔ سفر میں مصلحت ہے کہ رفیقوں میں سے ایک کو اپنا سردار بنالیں۔ شاید باہم کچھ تکرار (یا) اختلاف ہو جائے تو فیصلہ آسان ہو۔

۵۔ سالارِ قافلہ کو چاہئے کہ تمام مجمع کا خیال رکھے۔ کوئی چھوٹ تو نہیں گیا۔ کسی کو سواری وغیرہ کی تکلیف تو نہیں ہے۔

۶۔ قافلہ جب منزل پر اترے تو متفرق نہ اترے سب قریب مل کر ٹھہریں۔ کسی پر آفت آئے تو دوسرے مدد تو کرسکیں۔

۷۔ اگر بوجہ قلت سواریوں کے ہمراہیوں میں باری مقرر ہو تو سب کو ہی انصاف کی رعایت ضروری ہے اپنے کو ترجیح نہ دے۔ قاعدہ مقررہ کے موافق سب کو عمل درآمد ضروری ہے خواہ سردار ہی کیوں نہ ہو۔ (تعلیم الدین)

وعظ کہنے کے آداب

۱۔ ضروری ہے کہ واعظ عادل۔ محدث۔ مفسر اور سلف کے حالات اور ان کے طریق کار کا علم رکھتا ہو۔

۲۔ مستحب ہے کہ فصیح ہو کہ لوگوں کو ان کی مقدار فہم سے زیادہ باتیں نہ بتاتا ہو۔

۳۔ وجیہہ وقار والا ہو۔

۴۔ لوگوں سے ایسی حالت میں بات نہ کرے جبکہ ان میں ملال اور تعب ظاہر ہو۔ بلکہ ایسے وقت ختم کردے جبکہ ان میں سننے کا شوق ورغبت محسوس نہ ہو۔

۵۔ واعظ کو چاہئے کہ سخت گیر نہ ہو بلکہ لوگوں سے آسانی کرنے والا ہو۔

۶۔ خطاب کرتے وقت سب کو دیکھے صرف مخصوص جماعت یا مخصوص فرد کو مخاطب نہ بنائے۔

۷۔ کسی قوم کی وعظ میں بالمشافہ ملامت ومذمت نہ کرے اور نہ کسی شخص معین پر نکیر کرے۔
۸۔ وعظ میں بیکار اور لایعنی باتوں سے اجتناب کرے اور نیک باتوں کا حکم دے۔
۹۔ وعظ کہنے سے قبل پاک جگہ پر بیٹھ کر حمد وثناء اور درود شریف سے شروع کرے اور انہی چیزوں پر ختم کرے۔
۱۰۔ عامہ مؤمنین کے لئے عموماً اور حاضرین کے لئے خصوصاً دعا کرے۔ (مائتہ دروس)
۱۱۔ ابن الوقت نہ ہو۔ یعنی لوگوں کی خوشامدیں نہ کرے۔
۱۲۔ روایات موضوعہ اور اٹکل پچو قصے بیان نہ کرے۔

وعظ سننے کے آداب

(۱) وعظ کے رو برو بیٹھیں۔ (۲) لہو ولعب۔ بے ہودہ باتیں اور آپس میں بات چیت نہ کریں (۳) واعظ کی بات سے دل میں کوئی شبہ پیدا ہو تو مجلس میں خاموش رہے اور جب کہنے والا فارغ ہو تو اس وقت اپنا شبہ پیش کرے اور اگر دقیق بات ہو تو خلوت اور تنہائی میں دریافت کرے۔ (مائتہ دروس)

خوشبوؤں کے آداب

حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر چیز کی ایک راحت ہے گھر کی راحت اس کا جھاڑ و دینا۔ اور کپڑے کی راحت اسے خوشبو لگانا ہے۔ جالینوس کہتا ہے کہ مشک دلوں کو قوت دیتا ہے۔ عنبر دماغ کو قوت بخشتا ہے۔ کافور پھیپھڑوں کو طاقت دیتا ہے اور عود معدہ کو تقویت پہنچاتی ہے۔ (مائتہ دروس)

سکرات اور بعد موت کے آداب

۱۔ اگر ممکن ہو تو قریب الموت شخص کو قبلہ رو لٹایا جائے۔
۲۔ اس کو کلمہ شہادت پڑھنے کی تلقین کی جائے مگر اس کو پڑھنے کا حکم نہ کیا جائے شاید وہ موت کی تکلیف سے انکار کر دے۔
۳۔ مستحب ہے کہ اس کے سرہانے سورۃ یٰسین پڑھی جائے۔
۴۔ دنیوی امور میں کوئی چیز اس کے سامنے بدوں ضرورت شرعی نہ کی جائے۔ (قرضے اور امانتیں ضرورت شرعی میں داخل ہیں)
۵۔ اگر وہ خود کسی کو بلائے تو تھوڑی دیر کے لئے وہ شخص آئے اور جلد واپس چلا جائے۔

۶-اس کے پاس زیادہ لوگ جمع نہ ہوں

۷-اس کے سامنے رحمت ومغفرت کا تذکرہ کرنا مناسب ہے۔

۸-اس کے سامنے رونے کی آواز بلند نہ کریں۔

۹-اس کے پاس نیک لوگ بیٹھیں اور اس کی سلامتی ایمان اور شیطان سے حفاظت کی دعا کرتے رہیں۔

۱۰-اگر کوئی نامناسب بات اس سے ظاہر ہو تو اس کا عام چرچا نہ کیا جائے بلکہ اسے اس کے زوال عقل پر محمول کیا جائے۔

۱۱-جب وہ فوت ہو جائے تو اس کی تجہیز وتدفین میں جلدی کی جائے۔

۱۲-اس کی قبر کو چونہ وغیرہ نہ لگایا جائے اور نہ اس پر کوئی عمارت بنائی جائے۔

۱۳-نہ اس کی قبر پر کپڑوں اور پھولوں کی چادر پہنائی جائے۔

۱۴-نہ تیجے۔ دسویں۔ چہلم وغیرہ کے طعام کا انتظام کیا جائے۔ کیونکہ ان سب ناجائز رسوم کی بنیاد ریاء ہے۔ البتہ بلا قیدورسوم اس کے لئے ایصال ثواب کرے خواہ کچھ پڑھ کر خواہ مالی۔

۱۵-تعزیت کی مدت صدمہ تک ہے۔ (مائۃ دروس)

آداب سلوک

۱-بیعت کی اصل غایت تعلیم وتعلم ہے۔ اس لئے یہ لوازم طریق سے نہیں اصل مقصود استفاضہ ہے۔

۲-ذکر سے زیادہ تہذیب (اخلاق اور دیانت کا اہتمام ہونا چاہئے' طالبین کے اندر اہتمام دین اور فکر جائز و ناجائز پیدا ہو جانا' اصل مقصود و مجاہدہ نفس ہے ورنہ گھنٹہ دو گھنٹہ ضربیں لگالینا نفس پر اس قدر گراں نہیں۔

۳-اصلاح اعمال کی فکر پیدا ہونے کے بعد ساتھ ساتھ ذکر وشغل شروع کر دینے میں مضائقہ نہیں۔

۴-تمام سلسلوں کے بزرگان دین کا نصب العین طالبان حق کی اصلاح باطن ہے اس لئے کسی سلسلہ کی تنقیص یا ان کے بزرگوں کے ساتھ سوء ظن خطرناک ہے اسی بنا پر بیعت کے وقت سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (اور اس سلسلہ کے تمام بزرگان) بیعت کے وقت طالب کو چاروں سلسلوں میں داخل فرماتے ہیں

تا کہ اس قسم کا گمان وخیال بھی مرید کے دل میں پیدا نہ ہو۔

۵- کسی شیخ سے بیعت ہونا کافی نہیں بلکہ اس کیلئے ضروری ہے کہ چند دن شیخ کے پاس رہے اور تعلیمی خط و کتابت جاری رکھے کیونکہ اصل مقصود تو اصلاح ہے۔

۶- اختیاری اور غیر اختیاری کا مسئلہ تقریباً نصف سلوک ہے اس کو اپنے شیخ سے اچھی طرح سمجھ لے یعنی فعل اختیاری کا ترک بھی اختیاری ہے یعنی ہمت کر کے اختیار کو عمل میں لاؤ اور چھوڑ دو اور غیر اختیاری امر کا انسان مکلّف ہی نہیں جس میں دینی ضرر ہو اس لئے اس کا علاج پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں۔ (بصائر حکیم الامت ملخصاً بعبارت احقر)

آدابِ نکاح

۱- نکاح میں زیادہ تر منکوحہ کی دینداری کا خیال رکھو مال و جمال اور حسب و نسب کے پیچھے مت پڑو۔

۲- اگر اتفاقاً کسی غیر منکوحہ اور کسی غیر مرد کا تعشق ہو جائے تو بہتر ہے کہ ان کا نکاح کر دو۔

۳- اگر کسی عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ ہے تو اگر بن پڑے تو اس کو ایک نگاہ سے دیکھ لو کبھی بعد نکاح اس کی صورت سے نفرت نہ کرو۔

۴- نکاح مسجد میں ہونا بہتر ہے تا کہ اعلان بھی خوب ہو اور جگہ بھی برکت کی ہے۔

۵- نکاح کے بارے میں اگر کوئی تم سے مشورہ کرے تو خیر خواہی کی بات یہ ہے کہ اگر اس موقع کی کوئی خرابی تم کو معلوم ہے تو ظاہر کر دو یہ غیبت حرام نہیں۔

۶- اگر کسی جگہ ایک شخص پیغام نکاح بھیج چکا ہے جب تک اس کا جواب نہ مل جائے یا وہ خود چھوڑ نہ بیٹھے تم پیغام مت دو۔ (تعلیم الدین)

دھار والی چیزوں کے آداب

۱- اگر مجمع میں دھار والی چیز لے کر گزرنے کا اتفاق ہو تو دھار کی جانب چھپا لینا چاہئے تا کہ کسی کے لگ نہ جائے۔

۲- دھار والی چیز سے کسی کی طرف اشارہ کرنا گو ہنسی ہی میں ہو ممنوع ہے، شاید ہاتھ سے چھوٹ کر لگ جائے۔

۳- تلوار، چاقو کھلا ہوا کسی کے ہاتھ میں مت دو، یا تو بند کر کے دو یا زمین پر رکھ دو تا کہ دوسرا شخص اپنے ہاتھ سے اٹھا لے۔ (تعلیم الدین)

قرض کے آداب

۱-جب کسی کا قرض ادا کیا کرو تو ادا کرنے کے ساتھ اس کو دعا بھی دیا کرو، اور اس کا شکریہ بھی ادا کیا کرو۔

۲-اگر تمہارا قرض دار غریب ہو، اس کو پریشان مت کرو، مہلت دو یا جزو یا کل معاف کردو، اللہ تعالیٰ تم کو قیامت کی سختی سے نجات دیں گے۔

۳-تم کسی کے قرض دار ہو تو خراب چیز سے اس کا حق مت ادا کرو بلکہ اس کی ہمت رکھو کہ اس کے حق سے بہتر اس کو ادا کیا جائے (مگر معاملہ کے وقت یہ معاہدہ جائز نہیں)۔

۴-اگر تمہارے ذمہ کسی کا قرض یا کسی کی امانت یا کوئی اور حق ہو تو اس کی یادداشت بطور وصیت لکھ کر اپنے پاس رکھو۔ (تعلیم الدین)

نئے پھل کے آداب

۱-نیا پھل جب تمہارے پاس پہنچے تو اس کو آنکھوں اور لبوں سے لگاؤ اور یہ دعا پڑھو۔ **اللهم كما اريتنا اوله فارنا آخره** ۔پھر کوئی بچہ پاس ہو تو اس کو دیدو۔ (تعلیم الدین)

بالوں کے آداب

(۱) اگر بال سفید ہونا شروع ہو جائیں تو ان کو اکھاڑ کر مت نکالو۔ (۲) اگر سر پر بال ہوں تو انہیں دھوتے رہو، کنگھی کرتے رہو یا تیل لگالیا کرو، اسی طرح داڑھی کو بھی، مگر ہر وقت کنگھی چوٹی میں رہنا واہیات بات ہے۔ (۳) لڑکوں کا سر منڈا دینا بال رکھنے سے بہتر ہے۔ (۴) کسی کے بال ملا کر اپنے بال بڑھانا اور بدن گودنا حرام ہے۔ (۵) سفید بالوں میں خضاب کرنا مستحب ہے مگر سیاہ خضاب سے ممانعت آئی ہے۔ (۶) لبیں کٹانا، زیر ناف بال لینا اور بغل کے بال لینا فطرت سلیمہ کا تقاضا ہے۔ مگر چالیس روز سے زیادہ بال کو چھوڑنے کی اجازت نہیں۔ (۷) داڑھی کٹانا جب مٹھی سے زائد نہ ہو منع ہے البتہ اگر ایک آدھ بال بڑھا ہوا ہو اس کو برابر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (تعلیم الدین)

گھر کے آداب

۱-گھر کو ہمیشہ صاف ستھرا رکھو، گھر کے روبرو خس و خاشاک جمع مت کرو،

۲-گھر میں تصویر مت رکھو۔

۳-اپنے گھر جا کر گھر والوں کو سلام کرو۔ (تعلیم الدین)

چھینکنے کے آداب

۱-جب چھینک آئے تو **الحمد للہ** کہو اور سننے والا **یرحمک اللہ** کہے اور چھینک آنے والے کو **یھدیکم اللہ** کہہ کر جواب دینا چاہیے۔

۲-اگر کسی کو کثرت سے چھینک آنا شروع ہو جائیں تو پھر ہر بار **یرحمک اللہ** کہنا ضروری نہیں۔

۳-جب چھینک آئے تو منہ پر کپڑا یا ہاتھ رکھ لے اور پست آواز سے چھینک لے۔

۴-جمائی کو حتی الامکان روکنا چاہیے اور اگر نہ رکے تو منہ ڈھانپ لینا چاہیے۔ (تعلیم الدین)

نام رکھنے کے آداب

۱-نہ ایسا نام رکھو جس سے فخر و دعویٰ پایا جائے نہ ایسا جس کے برے معنٰی ہوں۔

۲-بندہ حسن، بندہ حسین، نبی بخش وغیرہ نام مت رکھو۔

۳-سب سے اچھا نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہے۔ (تعلیم الدین)

بات کرنے کے آداب

۱-باتیں بہت تکلف سے چبا چبا کر مت کرو۔ نہ کلام میں زیادہ مبالغہ کرو۔

۲-کلام میں توسط کا لحاظ رکھے، نہ اتنا طول کرے کہ لوگ گھبرا جائیں نہ اس قدر اختصار کہ لوگ سمجھ بھی نہ سکیں۔

۳-بعض اوقات سرسری طور پر ایسی بات منہ سے نکل جاتی ہے کہ جہنم میں لے جاتی ہے، جب سوچ کر بولو گے تو اس آفت سے محفوظ رہو گے۔

۴-بات ہمیشہ صاف صاف اور بے تکلف کہہ دیا کرو، تکلف کی تمہید وغیرہ نہ کرے۔

۵-اگر کوئی تم کو سخت کلمہ کہے اسی قدر تم بھی کہہ سکتے ہو اور زیادتی کرنے میں پھر تم گناہگار ہو گے۔ (قصد السبیل۔تعلیم الدین)

صحبت کے بعض خاص آداب

جو شخص کسی ایسے شخص کی صحبت میں رہے جو مرتبہ میں اس سے بڑا تو لائق اس کے لئے یہ ہے کہ اس کے اقوال و افعال پر اعتراض نہ کرے، بلکہ جو کچھ اس سے ظاہر ہو اس کو کسی اچھے محمل پر محمول کرے، اور اس کے احوال کی تصدیق کرے۔

۲-جب تمہاری صحبت میں کوئی ایسا شخص رہے جو مرتبہ میں تم سے کم ہے تو اسکے حقوق صحبت میں خیانت تمہاری جانب سے یہ ہے کہ اسکی حالت میں جو نقصان ہو اس پر اسکو متنبہ نہ کرو۔
۳-جب تم کسی ایسے شخص کی صحبت میں ہو جو درجہ میں تمہارے برابر ہے تو صحیح راستہ تمہارے لئے یہ ہے کہ اس کے عیوب سے چشم پوشی کرو اور جب تک ممکن ہو اس کے قول و فعل کو تاویل کر کے کسی اچھے محمل پر محمول کرو اور اگر تاویل نہ ہو سکے تو بھی اپنے نفس کا قصور سمجھے، اس کے ساتھ نرمی اور موافقت کا معاملہ کرو۔ (مقالات صوفیہ)

تعویذ کے آداب

۱-اگر تعویذ میں کوئی آیت لکھنا ہو تو باوضو ہو کر لکھنا چاہیئے۔
۲-تعویذ لینے والا بھی باوضو ہو کر تعویذ اپنے ہاتھ میں لے البتہ جس کاغذ پر وہ آیت لکھی ہے دوسرے صاف کاغذ میں اس کو لپیٹ دیا جائے تو بے وضو بھی اس کو ہاتھ میں لینا درست ہے۔ (اعمال قرآنی)

ناخنوں کے آداب

۱- ہاتھ پاؤں کے ناخن دور کرنا بھی سنت ہے البتہ مجاہد کے لئے دارالحرب میں ناخن اور مونچھ نہ کٹانا چاہیئے۔
۲- ہاتھ کے ناخن اس ترتیب سے کترانا بہتر ہے کہ دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے شروع کرے اور چھنگلیاں تک بالترتیب کترا کر بائیں چھنگلیاں سے کٹاوے اور دائیں انگوٹھا پر ختم کردے اور پیر کی انگلیوں میں دائیں چھنگلیاں سے شروع کرے اور بائیں چھنگلیاں پر ختم کردے یہ ترتیب بہتر اور اولیٰ ہے۔اس کے خلاف بھی درست ہے۔
۳- کٹے ہوئے بال اور ناخن دفن کر دینا چاہیئے۔دفن نہ کریں تو کسی محفوظ جگہ ڈال دیں یہ بھی جائز ہے۔مگر نجس اور گندی جگہ نہ ڈالے اس سے بیماری پھیلنے کا اندیشہ ہے۔
۴- ناخن کا دانت سے کاٹنا مکروہ ہے اس سے برص کی بیماری ہو جاتی ہے (صفائی معاملات)

اخبارات وقومی جرائد میں آیات واحادیث لکھے جانے کے آداب

۱-ایسے اخبارات ورسائل جن کے متعلق عادت غالبہ سے یہ معلوم ہو کہ ردی میں ڈالے جائیں گے۔ان میں آیات قرآنی یا احادیث لکھنا جائز نہیں اگر ان اخبارات کی بے ادبی ہوئی تو اس کا گناہ جیسے بے ادبی کرنے والے کو ہوگا ویسا ہی اس کے لکھنے اور چھاپنے والے کو بھی ہوگا۔

۲- ایسے اخبارات میں اصل عبارت کی بجائے ترجمہ لکھنے پر اکتفاء کریں۔
۳- خطوط کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ بھی عموماً ردی میں ڈال دیئے جاتے ہیں اسی لئے اکابر اس میں بسم اللہ کی بجائے ۷۸۶ اور اللہ تعالیٰ کے نام کے بفضلہ تعالیٰ لکھتے تھے۔
۴- جس کاغذ پر قرآن کی کوئی آیت یا حدیث یا مسائل شرعیہ لکھے ہوں اس میں کسی چیز کو لپیٹنا، پیک کرنا بھی برا ہے اور ایسے کاغذات کی طرف پاؤں پھیلانا بھی برا ہے۔

موذی جانوروں کو مارنے کے آداب

۱- جانوروں کو تڑپا تڑپا کر مت مارو۔
۲- جانوروں کو آگ جلا کر مارنا ناجائز ہے۔
۳- حدیث میں ہے موذی جانور کو تکلیف دینے سے پہلے مار ڈالو۔
۴- سانپ اگر اچانک گھر سے نکل آئے تو تین دفعہ آواز دو کہ وہ چلا جائے چوتھی دفعہ اس کو مار ڈالو۔ اس لئے کہ حدیث میں بعض سانپوں کو مارنے کی ممانعت ہے کیونکہ جن وغیرہ بھی سانپ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

سوئے ہوئے آدمی کے آداب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں تشریف لاتے تو آہستہ سے سلام کہتے تاکہ اگر جاگتے ہوں تو سلام اور اگر نیند میں ہوں تو خلل نہ پڑے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سوئے ہوئے شخص کے پاس بلند آواز سے ذکر کرنا۔ یا قرآن مجید پڑھنا یا اتنے زور سے استنجے کے ڈھیلے توڑنا جس سے اس کی نیند میں خلل ہونا جائز اور آداب معاشرت کے خلاف ہے۔ (مواعظ حسنہ)

سفارش کے آداب

(۱) اگر قرینہ سے معلوم ہو جائے کہ سفارش کرنے سے دوسرے آدمی پر بوجھ ہوگا تو ایسی سفارش نہ کرے۔ (۲) اگر سفارش کی ضرورت ہو تو اس میں صاف ظاہر کر دینا چاہئے کہ تمہاری مصلحت کے خلاف نہ ہو تو یہ کام کرو۔ (۳) آج کل کی سفارش جبر و اکراہ ہے کہ اپنے اپنے اثر سے دوسروں پر زور ڈالتے ہیں جو شرعاً جائز نہیں، اگر سفارش کرو تو اس طرح سے کہ مخاطب کی آزادی میں ذرا برابر خلل نہ پڑے، وہ جائز بلکہ ثواب ہے۔ (آداب زندگی)